

کتاب التلاوة الذی یخرج النامیة من الظلمات الى النور
 "یہ کتاب ہے جو آپ کے دل کو نورانی بنائے گا آپ کو اندھیرے سے روشنی کی طرف لائے گا"

بفضلہ تعالیٰ تمام تفسیریں اسے ہی تفسیر

تفسیر ابن کثیر

جلد سوم

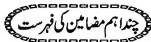
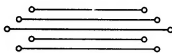
رأسخ لا فیه زینہ

حافظ عمر سعد الدین ابوالفداء ابن کثیر

مترجمہ

خطیب الہند مولانا محمد جونا گڑھی

مکتبہ قدوسیہ لاہور



تفسیر ابن کثیر

۶۸	• مقام محمود کا تعارف	۵	• فضیلت سورہ بنی اسرائیل
۷۳	• حکم ہجرت	۵	• سرگزشت معراج
۷۵	• انسانی فطرت میں خیر و شر موجود ہے	۲۹	• طوفان نوح کے بعد
۷۷	• قرآن اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم	۳۱	• بہترین راہنما قرآن حکیم ہے
۸۱	• فکری مقابلے اور کفار	۳۲	• دن اور رات کے فوائد
۸۲	• میدان حشر کا ایک ہولناک منظر	۳۴	• اچھے یا برے اعمال انسان کے اپنے لیے ہیں
۸۴	• انسانی فطرت کا نفسیاتی تجزیہ	۴۰	• طالب دنیا کی چاہت
۸۷	• قرآن کریم کی صفات عالیہ	۴۱	• حق دار کو حق دیا جاتا ہے
۸۸	• رحمن یا رحیم؟	۴۴	• گناہ اور استغفار
۹۱	• مشرکین کے سوالات	۴۴	• ماں باپ سے حسن سلوک کی تاکید
۹۳	• اصحاب کہف کا قصہ	۴۵	• سنانہ روئی کی تعلیم
۹۶	• غار اور سورج کی شعاعیں	۴۶	• قتل اولاد کی مذمت
۹۸	• موت کے بعد زندگی	۴۶	• کبیرہ گناہوں سے ممانعت
۱۰۱	• اصحاب کہف کی تعداد	۴۷	• ناحق قتل
۱۰۲	• اصحاب کہف کتنا سونے؟	۴۸	• یتیم کا مال
۱۰۵	• جہنم کی دیواریں	۴۹	• بلا تحقیق فیصلہ نہ کرو
۱۰۵	• سونے کے محققین اور ریاضی لباس	۴۹	• تکبر کے ساتھ چلنے کی ممانعت
۱۰۷	• احسان فراموشی مترادف کفر ہے	۵۰	• ذلیل کن عادتیں
۱۱۲	• سب کے سب میدان حشر میں	۵۳	• کفار کا ایک نفسیاتی تجزیہ
۱۱۵	• اللہ کے سوا سب ہی بے اختیار ہیں	۵۷	• فصل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام
۱۱۵	• مشرک قیامت کو شرمندہ ہوں گے	۵۷	• وسیلہ یا قرب الہی
۱۱۷	• عذاب الہی کے منتظر کفار	۶۰	• مقصد معراج
۱۱۸	• بدترین شخص کون ہے؟	۶۱	• ابلیس کی قدیمی دشمنی
۱۱۸	• حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ کا ایک بندہ	۶۳	• سمندر ہو یا صحرا ہر جگہ اسی کا اقتدار ہے
۱۲۳	• شوق تعلیم و تعلم	۶۶	• وطنی عصیت اور یہودی
۱۲۵	• حکمت الہی کے مظاہر	۶۷	• اوقات صلوٰۃ کی ناشدنی

تفسیر سورۃ بنی اسرائیل

فضیلت سورۃ بنی اسرائیل: ☆ ☆ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سورہ بنی اسرائیل سورہ کہف اور سورہ مریم سب سے پہلے سب سے بہتر اور بڑی فضیلت والی ہیں۔ منہ احمد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ روزے کبھی تو اس طرح پے در پے لگا تا رہتے تھے جاتے کہ ہم اپنے دل میں کہتے شاید حضور ﷺ یہ پورا مہینہ روزوں ہی میں گزار دیں گے اور کبھی کبھی بالکل ہی نہ رہتے تھے یہاں تک کہ ہم سمجھ لیتے کہ شاید آپ اس مہینے میں روزے رکھیں گے ہی نہیں۔ اور آپ کی عادت مبارک تھی کہ ہر رات سورہ بنی اسرائیل اور سورہ زمر پڑھا کرتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سُبْحَنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهِ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى
الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِیْهِ مِنْ اٰیٰتِنَا ۚ اِنَّهٗ هُوَ
السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝

بڑے مہربان اور سب سے زیادہ رحم کرنے والے معبود برحق کے نام سے شروع ○

پاک ہے وہ اللہ جو اپنے بندے کو رات میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گیا جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے اس لئے کہ ہم اسے اپنی قدرت کے بعض نمونے دکھائیں۔ یقیناً اللہ ہی خوب سننے دیکھنے والا ہے ○

سرگزشت معراج: ☆ ☆ (آیت ۱): اللہ تعالیٰ اپنی ذات پاک کی عزت و عظمت اور اپنی پاکیزگی و قدرت بیان فرماتا ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس جیسی قدرت کسی میں نہیں۔ وہی عبادت کے لائق اور صرف وہی ساری مخلوق کی پرورش کرنے والا ہے۔ وہ اپنے بندے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ایک ہی رات کے ایک حصے میں مکہ شریف کی مسجد سے بیت المقدس کی مسجد تک لے گیا۔ جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانے سے انبیاء کرام علیہم السلام کا مرکز رہا۔ اسی لئے تمام انبیاء علیہم السلام وہیں آپ کے پاس جمع کئے گئے اور آپ نے وہیں ان سب کی امامت کی۔ جو اس امر کی دلیل ہے کہ امام اعظم اور رئیس مقدم آپ ہی ہیں۔ صلوات اللہ و سلامہ علیہ و علیہم اجمعین اس مسجد کے ارد گرد ہم نے برکت دے رکھی ہے۔ پھل پھول، کھیت باغات وغیرہ سے۔ یہ اس لئے کہ ہمارا ارادہ اپنے اس محترم رسول ﷺ کو اپنی زبردست نشانیاں دکھانے کا تھا جو آپ نے اس رات ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں، مومنوں، کافروں، یقین رکھنے والوں اور انکار کرنے والوں سب کی باتیں سننے والا ہے اور سب کو دیکھ رہا ہے۔ ہر ایک کو وہی دے گا جس کا وہ مستحق ہے۔ دنیا بھی میں اور آخرت میں بھی۔ معراج کی بابت بہت سی حدیثیں ہیں جواب بیان ہو رہی ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ معراج والی رات جب کہ کعبۃ اللہ شریف سے آپ کو بلوایا گیا آپ کے پاس تین فرشتے آئے۔ اس سے پہلے کہ آپ کی طرف وحی کی جائے اس وقت آپ بیت اللہ شریف میں سوئے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک جو سب سے آگے تھا اس نے پوچھا کہ یہ ان سب میں سے کون ہیں؟ درمیان والے نے جواب دیا کہ یہ ان سب میں بہتر ہیں۔ تو سب سے اخیر والے نے کہا۔ پھر ان کو لے چلو۔ بس اس رات تو اتنا ہی ہوا۔ پھر آپ نے انہیں نہ دیکھا۔ دوسری

رات بھر یہ تیوں آئے۔ اس وقت بھی آپؐ سو رہے تھے۔ لیکن آپؐ کا سونا اس طرح کا تھا کہ آنکھیں سوتی تھیں اور دل جاگ رہا تھا۔ تمام انبیاء کی نیند اسی طرح کی ہوتی ہے۔ اس رات انہوں نے آپؐ سے کوئی بات نہ کی۔ آپؐ کو اٹھا کر چاہ زمزم کے پاس لٹا دیا۔ اور آپؐ کا سینہ گردن تک خود جبرئیل علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے چاک کیا۔ اور سینے اور پیٹ کی تمام چیزیں نکال کر انہیں اپنے ہاتھ سے زمزم کے پانی سے دھویا۔ جب خوب پاک صاف کر چکے تو آپؐ کے پاس سونے کا ایک ٹشٹ لایا گیا جس میں سونے کا ایک بڑا پیالا تھا جو حکمت و ایمان سے پر تھا۔ اس سے آپؐ کے سینے کو اور گلے کی رگوں کو پر کر دیا گیا۔ پھر سینے کو سی دیا گیا۔ پھر آپؐ کو آسمان دنیا کی طرف لے چڑھے۔ وہاں کے دروازوں میں سے ایک دروازے کو کھٹکھٹایا۔ فرشتوں نے پوچھا کہ کون ہو؟ آپؐ نے فرمایا۔ ”جبرئیل“۔ پوچھا آپؐ کے ساتھ کون ہیں؟ ”فرمایا میرے ساتھ محمدؐ ہیں“ (ﷺ) پوچھا کیا آپؐ کو بلوایا گیا ہے؟ جواب دیا کہ ”ہاں“۔ سب بہت خوش ہوئے اور مر جہا کہتے ہوئے آپؐ کو لے گئے۔

آسمانی فرشتے بھی کچھ نہیں جانتے کہ زمین پر اللہ تعالیٰ کیا کچھ کرنا چاہتا ہے جب تک کہ انہیں معلوم نہ کر لیا جائے۔ آپؐ نے آسمان دنیا پر حضرت آدم علیہ السلام کو پایا۔ جبرئیل علیہ السلام نے تعارف کرایا کہ یہ آپؐ کے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ انہیں سلام کیجئے۔ آپؐ نے سلام کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جواب دیا مرحبا کہی اور فرمایا ”آپؐ میرے بہت ہی اچھے بیٹے ہیں“۔ وہاں دو نہریں جاری دیکھ کر آپؐ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ نہریں کیا ہیں؟ آپؐ نے جواب دیا کہ ”نیل اور فرات کا عنصر“۔ پھر آپؐ کو آسمان میں لے چلے۔ آپؐ نے ایک اور نہر دیکھی جس پر لولو اور موتیوں کے بالا خانے تھے جسے آپؐ کے پروردگار نے آپؐ کے لئے خاص طور پر بنا رکھا ہے۔ پھر آپؐ کو تیسرے آسمان پر لے گئے۔ وہاں کے فرشتوں سے بھی وہی سوال جواب وغیرہ ہوئے جو آسمان اول پر اور دوسرے آسمان پر ہوئے تھے۔ پھر آپؐ کو چوتھے آسمان پر چڑھایا گیا۔ ان فرشتوں نے بھی اسی طرح پوچھا اور جواب پایا وغیرہ۔ پھر پانچویں آسمان پر چڑھائے گئے۔ وہاں بھی وہی کہا سنا گیا۔ پھر چھٹے پر پھر ساتویں آسمان پر گئے۔ وہاں بھی یہی بات چیت ہوئی۔ ہر آسمان پر وہاں کے نبیوں سے ملاقاتیں ہوئیں جن کے نام حضور ﷺ نے بتائے جن میں سے مجھے یہ یاد ہیں کہ دوسرے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام چوتھے آسمان میں حضرت ہارونؑ پانچویں والے کا نام مجھے یاد نہیں۔ چھٹے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام علیہ و علیٰ سائر الانبیاء صلوات اللہ و سلامہ جب آپؐ یہاں سے بھی اونچے چلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا ”الہی میرا خیال تھا کہ مجھ سے بلند تو کسی کو نہ کرے گا“۔ اب آپؐ اس بلندی پر پہنچے جس کا علم اللہ ہی کو ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہی تک پہنچے اور اللہ تعالیٰ آپؐ سے بہت ہی نزدیک ہوا۔ بقدر دو کمان کے بلکہ اس سے کم فاصلے پر۔ پھر اللہ کی طرف سے آپؐ کی جانب وحی کی گئی۔ جس میں آپؐ کی امت پر ہر دن رات میں پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ جب آپؐ وہاں سے اترے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپؐ کو روکا اور پوچھا کہ کیا حکم ملا؟ فرمایا ”دن رات میں پچاس نمازوں کا“۔ حکیم اللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ ”یہ آپؐ کی امت کی طاقت سے باہر ہے۔ آپؐ واپس جائے اور کسی کی طلب کیجئے“۔ آپؐ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا کہ گویا آپؐ ان سے مشورہ لے رہے ہیں۔ ان کا بھی اشارہ پایا کہ اگر آپؐ کی مرضی ہو تو کیا حرج ہے؟ آپؐ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف گئے اور اپنی جگہ ٹھہر کر دعا کی کہ الہی ہمیں تخفیف عطا ہو۔ میری امت اس کی طاقت نہیں رکھتی۔ پس اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم کر دیں۔ پھر آپؐ واپس لوٹے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپؐ کو پھر روکا اور یہ سن کر فرمایا۔ ”جاؤ اور کم کراؤ“۔ آپؐ پھر گئے۔ پھر کم ہوئیں یہاں تک کہ آخر میں پانچ رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی فرمایا کہ دیکھو میں بنی اسرائیل میں اپنی عمر گزار کر آیا ہوں۔ انہیں اس سے بھی کم حکم تھا لیکن پھر بھی وہ بے طاقت ثابت ہوئے اور اسے

چھوڑ بیٹھے۔ آپ کی امت تو ان سے بھی ضعیف ہے، جسم کے اعتبار سے بھی اور دل بدن آکھ، کان کے اعتبار سے بھی۔ ۴؎ پھر جائے اور اللہ تعالیٰ سے تخفیف کی طلب کیجئے۔ آپؐ نے پھر حسب عادت حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف دیکھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپؐ کو پھر اوپر لے گئے۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ ”اے اللہ میری امت کے جسم دل کان آنکھیں اور بدن کمزور ہیں۔ ہم سے اور بھی تخفیف کر“۔ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد ﷺ آپؐ نے جواب دیا لبیک وسعدیک۔ فرمایا ”سن میری باتیں بلیقی نہیں جو میں نے اب مقرر کیا ہے، یہی میں ام الکتاب میں لکھ چکا ہوں۔ یہ پانچ ہیں پڑھنے کے اعتبار سے اور پچاس ہیں ثواب کے اعتبار سے“۔ جب آپؐ واپس آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ سوال منظور ہوا؟ آپؐ نے فرمایا ”ہاں کی ہوگئی یعنی پانچ کا ثواب پچاس کا مل گیا“ ہر نیکی کا ثواب دس گنا عطا فرمایا جانے کا وعدہ ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کا تجربہ کر چکا ہوں۔ انہوں نے اس نے بھی جیکے احکام کو ترک کر دیا تھا۔ آپؐ پھر جائے اور پروردگار سے کی طلب کیجئے۔ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا کہ اے حکیم اللہ میں کیا آیا اب تو مجھے کچھ شرم ہی محسوس ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا ”اچھا پھر تشریف لے جائیے۔ بسم اللہ کیجئے“ اب جب آپؐ جا گئے تو آپؐ مسجد الحرام میں ہی تھے۔ صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث کتاب التوحید میں ہے اور صفۃ النبی ﷺ میں بھی ہے۔

یہ روایت شریک بن عبد اللہ بن ابیوسف سے مروی ہے لیکن انہوں نے اضطراب کر دیا ہے بوجہ اپنی کمزوری حافظہ کے بالکل ٹھیک ضبط نہیں رکھا۔ ان احادیث کے آخر میں اس کا بیان آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بعض اسے واقعہ خواب بیان کرتے ہیں شاید اس جملے کی بنا پر جو اس کے آخر میں وارد ہے۔ واللہ اعلم۔ حافظ ابو بکر بنیعی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے اس جملے کو جس میں ہے کہ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ قریب ہوا اور اتر آیا پس بقدر دو کمان کے ہو گیا بلکہ اور نزدیک۔ شریک نامی راوی کی وہ زیادتی بتاتے ہیں جس میں وہ منفرد ہیں۔ اسی لئے بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپؐ نے اس رات اللہ عز وجل کو دیکھا۔ لیکن حضرت عائشہؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہم ان آیتوں کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا۔ یہی زیادہ صحیح ہے اور امام بنیعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان بالکل حق ہے۔ اور روایت میں ہے کہ جب آپؐ سے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ کیا آپؐ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا وہ نور ہے۔ میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ اور روایت میں ہے کہ میں نے نور دیکھا ہے۔ یہ جو سورہ النجم میں ہے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّى یعنی پھر وہ نزدیک ہوا اور اتر آیا۔ اس سے مراد حضرت جبرئیل ہیں جیسے کہ ان تینوں بزرگ صحابیوں رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بیان ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے تو کوئی اس آیت کی اس تفسیر میں ان کا مخالف نظر نہیں آتا۔

مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”میرے پاس براق لایا گیا۔ جو گدھے سے اونچا اور حجر سے نیچا تھا جو ایک ایک قدم اتنی اتنی دور رکھتا تھا۔ جتنی دور اس کی نگاہ پہنچے۔ میں اس پر سوار ہوا وہ مجھے لے چلا میں بیت المقدس پہنچا اور اسی کنڈے میں اسے باندھ دیا جہاں انبیاء علیہ السلام باندھا کرتے تھے پھر میں نے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا کی۔ جب وہاں سے نکلا تو جبرئیل علیہ السلام میرے پاس ایک برتن میں شراب لائے اور ایک میں دودھ۔ میں نے دودھ کو پسند کر لیا۔ جبرئیل نے فرمایا تم فطرت تک پہنچ گئے۔ پھر اوپر والی حدیث کی طرح آسمان اول پر پہنچنا اس کا کھلوانا، فرشتوں کا دریافت کرنا، جواب پانا، ہر آسمان پر اسی طرح ہونا بیان ہے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنہوں نے مرحبا کہا اور دعائے خیر کی۔ دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہونے کا ذکر ہے جو دونوں آپؐ میں خالہ زاد بھائی تھے۔ ان دونوں نے بھی آپؐ کو مرحبا کہا اور دعائے خیر دی۔ پھر تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جنہیں آدھا حسن دیا گیا ہے، آپؐ نے بھی مرحبا کہا نیک دعا کی۔ پھر

چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جن کی بابت فرمان الہی ہے وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا غَلِيًّا ہم نے اسے اونچی جگہ اٹھالیا ہے۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیت المعمور سے نکلے لگائے بیٹھے ہوئے دیکھا۔ بیت المعمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں مگر جو آج گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آئے گی۔ پھر سدرۃ المنتہی تک پہنچے جس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے اور جس کے پھل منکے جیسے۔ اسے اسمائیل نے ڈھک رکھا تھا۔ اس خوبی کا کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ پھر وحی ہونے کا اور پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا اور بشورہ حضرت موسیٰ علیہ السلام واپس جا جا کر کہی کہ اگر پانچ تک پہنچنے کا بیان ہے۔ اس میں ہر بار کے سوال پر پانچ کی کمی کا ذکر ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ آخر میں آپ سے فرمایا گیا جو نیکی کا ارادہ کرے گو وہ عمل میں نہ آئے تاہم اسے ایک نیکی کا ثواب مل جاتا ہے اور اگر کر لے تو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اور گناہ کے صرف ارادے سے گناہ نہیں لکھا جاتا اور کر لینے سے ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے (مسلم) اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس رات آپ کو اسرا بیت اللہ سے بیت المقدس تک ہوا اسی رات معراج بھی ہوئی اور یہی حق ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ براق کی لگام بھی تھی اور زین بھی تھی جب وہ سواری کے وقت کسمپاسا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کیا کر رہا ہے؟ واللہ تجھ پر آپ ﷺ سے پہلے آپ سے زیادہ بزرگ شخص کوئی سوار نہیں ہوا۔ پس براق پسینہ پسینہ ہو گیا۔ آپ فرماتے ہیں جب مجھے میرے رب عزوجل کی طرف چڑھایا گیا تو میرا کمر راپیے لوگوں پر ہوا جن کے تانے کے ناخن تھے جن سے وہ اپنے چروں اور سینوں کو نوچ اور جمیل رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیوں لوگ ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ وہ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے تھے اور ان کی عزت و آبرو کے ورپے رہتے تھے۔ ابوداؤد میں ہے کہ معراج والی رات جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر سے گزرا تو میں نے انہیں وہاں نماز میں کھڑا پایا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے مسجد اقصیٰ کے نشانات پوچھے آپ نے بتانے شروع کئے ہی تھے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے آپ بجا ارشاد فرما رہے ہیں اور سچے ہیں۔ میری گواہی ہے کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیکھ رکھا تھا۔

مسند بزار میں ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں سویا ہوا تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور میرے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ رکھ دیا۔ پس میں کھڑا ہو کر ایک درخت میں بیٹھ گیا جس میں پرندوں کے مکان جیسے تھے۔ ایک میں حضرت جبرئیل علیہ السلام بیٹھ گئے۔ وہ درخت پھول گیا اور اونچا ہوتا شروع ہوا یہاں تک کہ اگر میں چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا۔ میں تو اپنی چادر ٹھیک کر رہا تھا لیکن میں نے دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تخت تواضع اور فروتنی کے عالم میں ہیں تو میں جان گیا کہ اللہ کی معرفت کے علم میں یہ مجھ سے افضل ہیں۔ آسمان کا ایک دروازہ میرے لئے کھولا گیا۔ میں نے ایک زبردست عظیم الشان نور دیکھا جو حجاب میں تھا اور اس کے اس طرف یا قوت اور موتی تھے۔ پھر میری جانب بہت کچھ وحی کی گئی۔

دلائل یحییٰ میں ہے کہ حضور ﷺ اپنے صحابہ کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور آپ کی پیٹھ کو انگلی سے اشارہ کیا آپ ان کے ساتھ ایک درخت کی جانب چلے جس میں پرندوں کے گھونسلے جیسے تھے الخ اس میں یہ بھی ہے کہ جب ہماری طرف نور اترا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تو بیہوش ہو کر گر پڑے الخ پھر میری جانب وحی کی گئی کہ نبی اور بادشاہ بننا چاہتے ہو؟ یا نبی اور بندہ بننا چاہتے ہو اور حقیقت؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسی طرح تواضع سے گئے ہوئے مجھے اشارے سے فرمایا کہ تواضع اختیار کرو تو میں نے جواب دیا کہ الہی میں نبی اور بندہ بننا منظور کرتا ہوں۔ اگر یہ روایت صحیح ہو جائے تو ممکن ہے کہ یہ واقعہ معراج کے سوا اور ہو کیونکہ

اس میں نہ بیت المقدس کا ذکر ہے نہ آسمان پر چڑھنے کا واللہ اعلم۔ بزار کی ایک روایت میں ہے حضور ﷺ نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا لیکن یہ روایت غریب ہے۔

ابن جریر میں ہے کہ براق نے جب حضرت جبرئیلؑ کی بات سنی اور پھر وہ آپ کو سوار کر کے لے چلا تو آپ نے راستے کے ایک کنارے پر ایک بڑھیا کو دیکھا۔ پوچھا یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ چلے چلے۔ پھر آپ نے چلے چلے دیکھا کہ کوئی راستے سے یکسو ہے اور آپ کو بلارہی ہے۔ پھر آپ آگے بڑھے تو دیکھا کہ اللہ کی ایک مخلوق ہے اور با آواز بلند کہہ رہی ہے السلام علیک یا اول السلام علیک یا اخر السلام علیک یا حاشر جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا جواب دیجئے آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔ پھر دوبارہ ایسا ہی ہوا۔ پھر تیسری مرتبہ بھی یہی ہوا یہاں تک کہ آپ بیت المقدس پہنچے۔ وہاں آپ کے سامنے پانی شراب اور دودھ پیش کیا گیا۔ آپ نے دودھ لے لیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا۔ آپ نے راز فطرت پایا۔ اگر آپ پانی کا برتن لے کر پی لیتے تو آپ کی امت غرق ہو جاتی اور اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت بہک جاتی۔ پھر آپ کے لئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے زمانے تک کے تمام انبیاء بھیجے گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی امامت کرائی اور اس رات نماز سب نے آپ کی اقتداء میں پڑھی۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا راستے کے کنارے جس بڑھیا کو آپ نے دیکھا تو وہ گویا یہ دکھایا گیا کہ دنیا کی عمر اب صرف اتنی ہی باقی ہے جیسے اس بڑھیا کی عمر اور جس کی آواز پر آپ توجہ کرنے والے تھے وہ دشمن رب الٰہی تھا اور جن کی سلام کی آوازیں آپ نے سنیں وہ ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ تھے، علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اس میں بھی بعض الفاظ میں غرابت و نکارت ہے واللہ اعلم۔

اور روایت میں ہے کہ جب میں براق پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کی معیت میں چلا تو ایک جگہ انہوں نے مجھ سے فرمایا۔ یہیں اتر کر نماز ادا کیجئے۔ جب میں نماز پڑھ چکا تو فرمایا۔ جانے ہو کہ یہ کون سی جگہ ہے؟ یہ طیبہ (یعنی مدینہ) ہے۔ یہی ہجرت گاہ ہے۔ پھر ایک اور جگہ مجھ سے نماز پڑھوائی اور فرمایا یہ طور سینا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا۔ پھر ایک اور جگہ نماز پڑھوا کر فرمایا۔ یہ بیت الہم ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ پھر میں بیت المقدس پہنچا۔ وہاں تمام انبیاء جمع ہوئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے مجھے امام بنایا۔ میں نے ان کی امامت کی۔ پھر مجھے آسمان کی طرف چڑھا لے گئے۔ پھر آپ کا ایک ایک آسمان پر پہنچنا وہاں پیغمبروں سے ملنا مذکور ہے۔ فرماتے ہیں جب میں سدرۃ البقیع تک پہنچا تو مجھے ایک نورانی ابر نے ڈھک لیا، میں اسی وقت سجدے میں گر پڑا۔ پھر آپ پر پچاس نمازوں کا فرض ہونا اور کم ہونا وغیرہ کا بیان ہے۔ آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیان میں ہے کہ میری امت پر تو صرف دو نمازیں مقرر ہوئی تھیں لیکن وہ انہیں بھی نہ بجالائے۔ آپ پھر پانچ سے بھی کمی چاہنے کے لئے گئے تو فرمایا گیا کہ میں نے تو آسمان وزمین کی پیدائش والے دن ہی تجھ پر اور تیری امت پر یہ پانچ نمازیں مقرر کر دی تھیں۔ یہ پڑھنے میں پانچ ہیں اور ثواب میں پچاس ہیں پس تو اور تیری امت اس کی حفاظت کرنا۔ آپ فرماتے ہیں اب مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ کا یہی آخری حکم ہے۔ پھر جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے مجھے پھر واپس لوٹنے کا مشورہ دیا لیکن چونکہ میں معلوم کر چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حتمی حکم ہے اس لئے میں پھر اللہ کے پاس نہ گیا۔

ابن ابی حاتم میں بھی معراج کے واقعہ کی مطول حدیث ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب آپ بیت المقدس کی مسجد کے پاس اس دروازے پر پہنچے جسے باب محمد کہا جاتا ہے (ﷺ) وہیں ایک پتھر تھا جسے حضرت جبرئیل نے اپنی انگلی لگا کر اس میں سوراخ ہو گیا۔ وہیں آپ نے براق کو باندھا اور مسجد پر چڑھ گئے۔ پتھر بچ بچنے جانے کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا آپ نے اللہ تعالیٰ سے یہ آرزو کی ہے کہ وہ آپ کو حوریں دکھائے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ کہا! آئیے وہ یہ ہیں۔ سلام کیجئے۔ وہ صخرہ کے بائیں جانب بیٹھی ہوئیں تھیں۔ میں

نے وہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا۔ سب نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا تم سب کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم نیک سیرت خوبصورت حوریں ہیں، ہم بیویاں ہیں اللہ کے ان پرہیزگار بندوں کی جو نیکو کار ہیں۔ جو گناہوں کے میل پکیل سے دور ہیں۔ جو پاک کر کے ہمارے پاس لائے جائیں گے۔ پھر زندگالے جائیں گے ہمارے پاس ہی رہیں گے، کبھی جدا نہ ہوں گے، ہمیشہ زندہ رہیں گے کبھی نہ مریں گے۔ میں ان کے پاس سے چلا آیا۔ وہیں لوگ جمع ہونے شروع ہو گئے اور ذرا سی دیر میں بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ مومن نے اذان کی۔ تکبیر ہوئی اور ہم سب کھڑے ہو گئے۔ منتظر تھے کہ امامت کون کرے گا؟ جو جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کر دیا۔ میں نے انہیں نماز پڑھائی۔ جب فارغ ہوا تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا: جانتے بھی ہو کہ کو آپ نے نماز پڑھائی؟ میں نے کہا: نہیں فرمایا آپ کے پیچھے آپ کے یہ سب مقتدی اللہ کے پیغمبر تھے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ مبعوث فرما چکا ہے، پھر میرا ہاتھ تھا کہ آسمان کی طرف لے چلے پھر بیان ہے کہ آسمانوں کے دروازے کھلوائے۔ فرشتوں نے سوال کیا۔ جواب پا کر دروازے وغیرہ کھولے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے فرمایا: ”میرے بیٹے اور نیک نبی کو مرحبا ہو۔“ اس میں چوتھے آسمان پر حضرت ادیس علیہ السلام سے ملاقات کرنے کا ذکر بھی ہے۔ ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملنے اور ان کے بھی وہی فرمانے کا ذکر ہے جو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ پھر مجھے وہاں سے بھی اونچالے گئے۔ میں نے ایک نہر دیکھی جس میں لولویا قوت اور ابرجد کے جام تھے اور بہترین خوش رنگ بزم پرند تھے۔ میں نے کہا: ”یہ تو نہایت ہی نفیس پرند ہیں“ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ”ہاں ان کے کھانے والے ان سے بھی اچھے ہیں“ پھر فرمایا: ”معلوم بھی ہے یہ کون سی نہر ہے؟“ میں نے کہا: ”نہیں“ فرمایا: ”وہ نہر کوثر ہے جو اللہ نے آپ کو عطا فرما رکھی ہے“ اس میں سونے چاندی کے آنخورے تھے جو یا قوت و زمرد سے جڑاؤ تھے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا، میں نے ایک سونے کا پیالہ لے کر پانی بھر کر پیا تو وہ شہدے بھی زیادہ میٹھا تھا اور مشک سے بھی زیادہ خوشبودار تھا۔ جب میں اس سے بھی اوپر پہنچا تو ایک نہایت خوش رنگ بادل نے مجھے آگھیرا جس میں مختلف رنگ تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے تو مجھے چھوڑ دیا اور میں اللہ کے سامنے سجدے میں گر پڑا۔ پھر پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا بیان ہے۔ پھر آپ واپس ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو کچھ نہ فرمایا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کو سمجھا بھکا کر واپس طلب تخفیف کے لئے بھیجا الغرض اسی طرح آپ کا بار بار آنا بادل میں ڈھک جانا دعا کرنا تخفیف ہونا، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملنے ہوئے آنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بیان کرنا یہاں تک کہ پانچ نمازوں کا رہ جانا بیان وغیرہ ہے۔

آپ فرماتے ہیں پھر مجھے جبرائیل لے کر نیچے اترے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ جس آسمان پر میں پہنچا وہاں کے فرشتوں نے خوشی ظاہر کی۔ ہنس کر مسکراتے ہوئے مجھ سے ملے۔ جبرائیل فرشتے کہ کہ اس نے میرے سلام کا جواب تو دیا مجھے مرحبا بھی کہا لیکن مسکرائے نہیں۔ یہ کون ہیں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: ”وہ مالک ہیں۔ جنہم کے داروغہ ہیں۔ اپنے پیدا ہونے سے لے کر آج تک وہ نئے ہی نہیں اور قیامت تک نہیں گئے بھی نہیں کیونکہ ان کی خوشی کا یہی ایک بڑا موقع تھا۔“ واپسی میں قریشیوں کے ایک قافلے کو دیکھا جو غلہ لادے جا رہا تھا۔ اس میں ایک اونٹ تھا جس پر ایک سفید اور ایک سیاہ بورا تھا۔ جب آپ اس کے قریب سے گزرے تو وہ چمک گیا اور مڑ گیا اور گر پڑا اور لنگڑا ہو گیا آپ اس طرح اپنی جگہ پہنچا دیکھئے۔ صبح ہوئی آپ نے اپنے اس معراج کا ذکر لوگوں سے کیا۔ مشرکوں نے جب یہ سنا تو وہ سیدھے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: ”تو ہمارے پیغمبر صاحبِ حق کہتے ہیں کہ وہ آج کی ایک ہی رات میں مہینہ بھر کے فاصلے کے مقام تک ہو آئے۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر فی الواقع آپ نے یہ فرمایا ہو تو آپ سچے ہیں۔ ہم تو اس سے بھی بڑی بات میں آپ کو کچھا جانتے ہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ آپ کو آن کی آن میں آسمان سے خبریں پہنچتی ہیں۔ مشرکوں نے

حضور ﷺ سے کہا کہ آپ اپنی چٹائی کی کوئی علامت بھی آپ پیش کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں میں نے راستے میں فلاں فلاں جگہ قریش کا قافلہ دیکھا۔ ان کا ایک اونٹ جس پر سفید و سیاہ رنگ کے دو بورے ہیں وہ ہمیں دیکھ کر بھڑکا کھوٹا اور پھرکھا کر گر پڑا اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ جب وہ قافلہ آیا لوگوں نے ان سے جا کر پوچھا کہ راستے میں کوئی نئی بات تو نہیں ہوئی؟ انہوں نے کہا ہاں ہوئی۔ فلاں اونٹ فلاں جگہ اس طرح گرا وغیرہ۔ کہتے ہیں ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اسی تصدیق کی وجہ سے انہیں صدیق کہا گیا ہے۔ رضی اللہ عنہ۔ پھر آپ سے لوگوں نے سوال کیا کہ آپ نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی ہے۔ ان کے علیہ تو بیان کیجئے۔ آپ نے فرمایا ہاں موسیٰ تو گندم کوں رنگ کے ہیں جیسے از دعان کے آدی ہوتے ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام درمیان قد کے کچھ مخفی مائل رنگ کے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کے لبوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ اس سیاق میں بھی عجیب و غرائب ہیں۔

مسند احمد میں ہے 'حطیم میں سویا ہوا تھا اور روایت میں حجر میں سویا ہوا تھا کہ آنے والا آیا۔ ایک نے درمیان والے سے کہا اور وہ میرے پاس آیا اور یہاں سے یہاں تک چاک کر ڈالا یعنی گلے کے پاس سے ناف تک۔ پھر مندرجہ بالا حدیثوں کے مطابق بیان ہے۔ اس میں ہے کہ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میں نے سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا اور فرمایا "نیک بھائی اور نیک نبی کو مر جا ہو"۔ جب میں وہاں سے آگے بڑھ گیا تو آپ رو دیئے۔ پوچھا گیا کیسے روئے؟ جواب دیا کہ اس لئے کہ جو بچہ میرے بعد نبی بنا کر بھیجا گیا اس کی امت بہ نسبت میری امت کے جنت میں زیادہ تعداد میں جائے گی۔ اس میں ہے کہ سدرۃ المنتہی کے پاس چار نہریں دیکھیں۔ دو ظہار اور دو باطن میں۔ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا آپ نے مجھے بتلایا کہ باطنی تو جنت کی نہریں ہیں اور ظہاری نل وفرات ہیں۔ پھر میری جانب بیت المعمور بلند کیا گیا۔ پھر میرے پاس شراب کا دودھ کا اور شہد کا برتن آیا۔ میں نے دودھ کا برتن لے لیا۔ فرمایا یہ فطرت ہے جس پر تو ہے اور تیری امت۔ اس میں ہے کہ جب پانچ نمازیں ہی رہ گئیں اور پھر بھی کلیم اللہ نے واپسی کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا میں تو اپنے رب سے سوال کرتے کرتے شراب گیا۔ اب میں راضی ہوں اور تسلیم کر لیتا ہوں۔

اور روایت میں ہے کہ میرے گھر کی چھت کھول دی گئی۔ میں اس وقت کہ میں تھا الخ۔ اس میں ہے کہ جب میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ آسمان دنیا پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں جن کے دائیں بائیں بڑی بڑی جماعتیں تھیں وہ وہی جانب دیکھ کر نہر کا دینے ہیں اور ہنسنے لگتے ہیں اور جب بائیں جانب اللہ تعالیٰ ہنستے ہوئے تھے تو رو دیتے ہیں۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ اور ان کے دائیں بائیں کون ہیں؟ فرمایا یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ ان کی اولاد ہے۔ دائیں جانب والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے جہنمی ہیں۔ انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور انہیں دیکھ کر رنجیدہ۔ اس روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھٹے آسمان پر ملاقات ہوئی۔ اس میں ہے کہ ساتویں آسمان سے میں اور اونچا پہنچا یا گیا۔ مستوی میں پہنچ کر میں نے قلموں کے لکھنے کی آوازیں سنیں۔ اس میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے سے میں طلب تخفیف کے لئے گیا تو اللہ نے آدمی معاف فرمادیں۔ پھر گیا پھر آدمی معاف ہوئی پھر گیا تو پانچ مقرر ہوئیں۔ اس میں ہے کہ سدرۃ المنتہی سے ہو کر میں جنت میں پہنچا یا گیا۔ جہاں سچے موتیوں کے خیمے تھے اور جہاں کی مٹی مشک خالص تھی۔ یہ پوری حدیث صحیح بخاری شریف کی کتاب الصلوٰۃ میں ہے اور زکری بنی اسرائیل میں بھی ہے اور بیان حج میں اور احادیث انبیاء میں بھی ہے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم کتاب الایمان میں بھی وارد فرمائی ہے۔ مسند احمد میں عبد اللہ بن شقیق رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھتا تو کم از کم ایک بات تو ضرور پوچھ لیتا۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا بات؟ کہا یہی کہ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے؟ تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ تو میں نے آپ سے پوچھا تھا۔ آپ

نے جواب دیا کہ میں نے اسے نور دیکھا۔ میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ اور روایت میں ہے کہ وہ نور ہے میں اسے کہاں سے دیکھ سکتا ہوں؟ ایک روایت میں ہے میں نے نور دیکھا بخاری مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب میں نے معراج کے واقعہ کا لوگوں سے ذکر کیا اور قریش نے مجھے جھٹلایا میں اس وقت حلیم میں کھڑا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس میری نگاہوں کے سامنے لا دیا اور اسے بالکل ظاہر کر دیا۔ اب جو نشانیاں وہ مجھ سے پوچھتے تھے میں دیکھتا جاتا تھا اور بتاتا جاتا تھا۔ یہی بتی میں ہے کہ بیت المقدس میں آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی۔ اس میں ہے کہ جب واپس آ کر آپ نے لوگوں میں یہ قصہ بیان فرمایا تو بہت سے لوگ فتنے میں پڑ گئے۔ جنہوں نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ کفار قریش کی جماعت اسی وقت دوڑی بھاگی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچی اور کہنے لگے لو اور سنو آج تو تمہارے ساتھی ایک عجیب خبر سنا رہے ہیں کہتے ہیں ایک ہی رات میں وہ بیت المقدس سے ہو کر بھی آ گئے۔ آپ نے فرمایا اگر وہ فرماتے ہیں تو جی ہے۔ واقعی ہوا ہے انہوں نے کہا یعنی تم اسے بھی ماننے ہو کہ رات کو جائے اور صبح سے پہلے ملک شام سے واپس کہ پہنچ جائے؟ آپ نے فرمایا اس سے بھی زیادہ بڑی بات کو میں اس سے بہت پہلے سے مانتا آیا ہوں۔ یعنی میں مانتا ہوں کہ ان کے پاس آسمان سے خبریں آتی ہیں اور وہ ان تمام میں سچے ہیں۔ اسی وقت سے آپ کا لقب ابو بکر صدیق ہوا۔ رضی اللہ عنہ۔

مسند احمد میں ہے حضرت زربن حبش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اس وقت آپ معراج کا واقعہ بیان فرما رہے تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہم چلے یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے دونوں صاحب اندر نہیں گئے میں نے یہ سنتے ہی کہا غلط ہے رسول اللہ ﷺ اندر گئے بلکہ اس رات آپ نے وہاں نماز بھی پڑھی۔ آپ نے فرمایا تیرا کیا نام ہے میں تجھے جانتا تو ہوں لیکن نام یاد نہیں پڑتا۔ میں نے کہا میرا نام زربن حبش ہے۔ فرمایا تم نے یہ بات کیسے معلوم کر لی؟ میں نے کہا یہ تو قرآن کی خبر ہے۔ آپ نے فرمایا جس نے قرآن سے بات کہی اس نے نجات پائی۔ پڑھئے وہ کون سی آیت ہے تو میں نے سبحان الذی کی یہ آیت پڑھی۔ آپ نے فرمایا اس میں کس لفظ کے معنی ہیں کہ حضور ﷺ نے وہاں نماز ادا کی؟ ورنہ آپ نے اس رات وہاں نماز نہیں پڑھی اور اگر پڑھ لیتے تو تم پر اسی طرح وہاں کی نماز لکھ دی جاتی جس طرح بیت اللہ کی ہے۔ واللہ وہ دونوں براق پر ہی رہے یہاں تک کہ آسمان کے دروازے ان کے لئے کھل گئے پس جنت دوزخ دیکھ لی اور آخرت کے وعدے کی اور تمام چیزیں بھی۔ پھر دیوے کے ویسے ہی لوٹ آئے۔ پھر آپ خوب ہنسے اور فرمانے لگے مہر تو یہ ہے کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہاں آپ نے براق باندھا کہ کہیں بھاگ نہ جائے۔ حالانکہ عالم الغیب و اہل ہادہ رب عالم نے اسے آپ کے لئے سخر کیا تھا۔ میں نے پوچھا کیوں جناب یہ براق کیا ہے؟ کہا ایک جانور ہے سفید رنگ لائے قد کا جو ایک ایک قدم اتنی اتنی دوڑ رہا ہے جتنی دوڑ لگہ کام کرے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصص انکار سے وہ روایتیں جن میں بیت المقدس کی نماز کا ثبوت ہے وہ مقدم ہیں (واللہ اعلم)

حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دلائل النبوة میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے آپ سے معراج کے واقعہ کے ذکر کی درخواست کی تو آپ نے پہلے تو یہی آیت سبحان الذی کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ میں عشا کے بعد مسجد میں سویا ہوا تھا جو ایک آنے والے نے آ کر مجھے جگایا۔ میں اٹھ بیٹھا لیکن کوئی نظر نہ پڑا۔ ہاں کچھ جانور سا نظر آیا۔ میں نے غور سے اسے دیکھا اور برابر دیکھتا ہوا مسجد کے باہر چلا گیا تو مجھے ایک عجیب جانور نظر پڑا۔ ہمارے جانوروں میں سے تو اس کے کچھ مشابہہ فخر ہے ہلٹے ہوئے اور اوپر کواٹھے ہوئے کانوں والا تھا اس کا نام براق ہے۔ مجھ سے پہلے کے انبیاء بھی اسی پر سوار ہوتے رہے۔ میں اس پر سوار ہو کر چلا ہی تھا کہ میری دائیں جانب

سے کسی نے آواز دی کہ محمد میری طرف دیکھ! میں تجھ سے کچھ پوچھوں گا۔ لیکن نہ میں نے جواب دیا نہ ٹھہرا۔ پھر جو ذرا دور آگے بڑھا تو بائیں طرف سے بھی آواز آئی لیکن میں وہاں بھی نہ ٹھہرا نہ دیکھا نہ جواب دیا۔ پھر کچھ آگے گیا کہ ایک عورت دنیا بھر کی زینت کئے ہوئے ہائیں کھولے لٹری ہوئی ہے اس نے مجھے اسی طرح آواز کی کہ میں کچھ دریافت کرنا چاہتی ہوں لیکن میں نے نہ اس کی طرف التفات کیا نہ ٹھہرا۔ پھر آپ کا بیت المقدس پہنچنا، دودھ کا برتن لینا اور جبرئیل کے فرمان سے خوش ہو کر دودھ بکھیر کہنا ہے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پوچھا۔ آپ کے چہرہ پر فکر کیسا ہے؟ میں نے وہ دونوں واقعے راستے کے بیان کئے تو آپ نے فرمایا کہ پہلا شخص تو یہود تھا۔ اگر آپ اسے جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت یہود ہو جاتی۔ دوسرا نصرانیوں کا دعوت دینے والا تھا۔ وہاں اگر آپ ٹھہرتے اور اس سے باتیں کرتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی۔ اور وہ عورت جو تھی وہ دنیا تھی اگر آپ اسے جواب دیتے یا وہاں ٹھہرتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دے کر گمراہ ہو جاتی۔ پھر میں اور جبرئیل بیت المقدس میں گئے۔ ہم دونوں نے دودھ کتیں ادا کیں۔ پھر ہمارے سامنے معراج لائی گئی جس سے بنی آدم کی روضیں چڑھتی ہیں۔ دنیا نے ایسی اچھی چیز کبھی نہیں دیکھی، تم نہیں دیکھتے کہ مرنے والے کی آنکھیں آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہیں۔ یہ اسی ہی مٹی کو دیکھتے ہوئے تعجب کے ساتھ۔ ہم دونوں اوپر چڑھ گئے۔ میں نے اسماعیل نامی فرشتے سے ملاقات کی جو آسمان دنیا کا سردار ہے جس کے ہاتھ تلے ستر ہزار فرشتے ہیں جن میں سے ہر ایک فرشتے کے ساتھ اس کے لشکر فرشتوں کی تعداد ایک لاکھ ہے۔ فرمان الہی ہے تیرے رب کے لشکروں کو صرف وہی جانتا ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہا پوچھا گیا کون ہے؟ کہا جبرئیل پوچھا گیا آپ کے ساتھ اور کون ہیں؟ بتلایا کہ محمد ہیں (ﷺ) کہا گیا کہ کیا ان کی طرف بھیجا گیا تھا؟ جواب دیا کہ ہاں وہاں میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا اسی ہیبت میں جس میں وہ اس دن تھے جس دن اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدا کیا تھا۔ ان کی اصلی صورت پر۔ ان کے سامنے ان کی اولاد کی روضیں پیش کی جاتی ہیں۔ نیک لوگوں کی روضوں کو دیکھ کر فرماتے ہیں پاک روح ہے اور جسم بھی پاک ہے۔ اسے علین میں لے جاؤ اور بدکاروں کی روضوں کو دیکھ فرماتے ہیں غیث روح ہے، جسم بھی غیث ہے۔ اسے سجن میں لے جاؤ۔ کچھ ہی چلا ہوں گا جو میں نے دیکھا کہ خوان لگے ہوئے ہیں جن پر نہایت نفیس گوشت بھنا ہوا ہے اور دوسری جانب اور خوان لگے ہوئے ہیں جن پر بدبودار سڑا ہوا گوشت رکھا ہوا ہے، کچھ لوگ ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس بھی نہیں آتے اور اس سڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبرئیل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ جواب دیا کہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام کی رغبت کرتے تھے۔

پھر میں کچھ اور چلا تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ اونٹ کی طرح کے ہیں ان کے منہ پھاڑ پھاڑ کر فرشتے انہیں اس گوشت کے لقمے دے رہے ہیں جو ان کے دوسرے راستے سے واپس نکل جاتا ہے، وہ جھج چلا رہے ہیں اور اللہ کے سامنے عاجزی کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا جبرئیل علیہ السلام یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو قبیہوں کا مال ناحق کھا جایا کرتے تھے جو لوگ قبیہوں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھڑ رہے ہیں اور وہ ضرور بھڑکتی ہوئی جہنم کی آگ میں جائیں گے۔ میں کچھ دور اور چلا جو دیکھا کہ کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل ادھر لٹکی ہوئی ہیں اور ہائے وائے کر رہی ہیں۔ میرے پوچھنے پر جواب ملا کہ یہ آپ کی امت کی زنا کار عورتیں ہیں۔ میں کچھ دور اور گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگوں کے پیٹ بڑے بڑے گھڑوں جیسے ہیں۔ جب وہ اٹھنا چاہتے ہیں گر گر پڑتے ہیں اور بار بار کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ قیامت قائم نہ ہو۔ فرعون جی جانوروں سے وہ روندے جاتے ہیں اور اللہ کے سامنے آواز ادا کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے سود خوران لوگوں کی طرح ہی

کھڑے ہوں گے، جنہیں شیطان نے پاؤں بنا رکھا ہو۔ میں کچھ دور اور چلا تو دیکھا کہ کچھ لوگ ہیں جن کے پہلو سے گوشت کاٹ کاٹ کر فرشتے انہی کو کھلا رہے ہیں اور کہتے جاتے ہیں کہ جس طرح اپنے بھائی کا گوشت اپنی زندگی میں کھا تا رہا اب بھی کھا۔ میں نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا یہ آپ کی امت کے عیب جو اور آوازہ کش لوگ ہیں۔

پھر ہم دوسرے آسمان پر چڑھے تو میں نے وہاں ایک نہایت ہی حسین شخص کو دیکھا جو اور حسین لوگوں پر وہی فضیلت رکھتا ہے جو فضیلت چاند کو ستاروں پر ہے میں نے پوچھا کہ جبرئیل یہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ آپ کے بھائی حضور یوسف علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ لوگ ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا جس کا جواب انہوں نے دیا۔ پھر میرے آسمان کی طرف چڑھے اسے کھلویا۔ وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو دیکھا۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کے کچھ آدمی تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے مجھے جواب دیا، پھر میں چوتھے آسمان کی طرف چڑھا۔ وہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو پایا جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلند مکان پر اٹھالیا ہے میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا، پھر پانچویں آسمان کی طرف چڑھا، وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تھے جن کی آدمی داڑھی سفید تھی اور آدمی سیاہ اور بہت لمبی داڑھی تھی، قریب قریب ناف تک۔ میں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سوال کیا انہوں نے بتایا کہ یہ اپنی قوم کے ہر ذبح کردہ حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں۔ ان کے ساتھ ان کی قوم کی جماعت ہے انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب دیا، پھر میں چھٹے آسمان کی طرف چڑھا۔ وہاں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ کا گندم گوں رنگ تھا۔ بال بہت تھے۔ اگر دو کرتے بھی پہن لیں تو بال ان سے گزر جائیں۔ آپ فرمانے لگے لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس ان سے بڑے مرتبے کا ہوں۔ حالانکہ یہ مجھ سے بڑے مرتبے کے ہیں۔ جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کرنے پر مجھے سلام ہوا کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کرنے پر مجھے سلام ہوا کہ آپ حضرت موسیٰ ابن عمران علیہ السلام ہیں۔ آپ کے پاس بھی آپ کی قوم کے لوگ تھے۔ آپ نے بھی میرے سلام کا جواب دیا پھر میں ساتویں آسمان کی طرف چڑھا۔ وہاں میں نے اپنے والد حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کو اپنی پیٹھ بیت المعمور سے لٹکائے ہوئے بیٹھا دیکھا۔ آپ بہت ہی بہتر آدمی ہیں۔ دریافت کرنے پر مجھے آپ کا نام بھی معلوم ہوا۔ میں نے سلام کیا آپ نے جواب دیا۔ میں نے اپنی امت کو نصف نصف دیکھا۔ نصف کے تو سفید بلکے جیسے کپڑے تھے اور نصف کے تخت سیاہ کپڑے تھے۔ میں بیت المعمور میں گیا۔ میرے ساتھ ہی سفید کپڑے والے سب گئے اور دوسرے جن کے خاکے کپڑے تھے وہ سب روک دیئے گئے ہیں وہ بھی خبر پر۔ پھر ہم سب نے وہاں نماز ادا کی اور وہاں سے سب باہر آئے۔ اس بیت المعمور میں ہر دن ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں لیکن جو ایک دن پڑھ گئے ان کی باری پھر قیامت تک نہیں آتی۔

پھر میں سدۃ الہنتی کی جانب بلند کیا گیا، جس کا ہر ایک پہ اتنا بڑا تھا کہ میری ساری امت کو ڈھا تک لے۔ اس میں سے ایک نہر جاری تھی جس کا نام سلیمیل ہے۔ پھر اس میں سے دو چشمے پھوٹے۔ ایک نہر کوڑا دوسرا نہر رحمت۔ میں نے اس میں غسل کیا۔ میرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہو گئے۔ پھر میں جنت کی طرف چڑھایا گیا۔ وہاں میں نے ایک حور دیکھی۔ اس سے پوچھا تو کس کی ہے؟ اس نے کہا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی۔ وہاں میں نے نہ بگڑنے والے پانی کی اور مزہ متغیر نہ ہونے والے دودھ کی اور بے نشہ لذیذ شراب اور صاف ستھرے شہد کی نہریں دیکھیں۔ اس کے آثار بڑے بڑے ڈولوں کے برابر تھے۔ اس کے پرند تمہارے ان بختی اونٹوں جیسے تھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ نعمتیں تیار کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنی نہ کسی انسان کے دل پر ان کا خیال تک گزرا۔ پھر میرے سامنے جہنم پیش کی گئی جہاں غضب الہی ناراضگی الہی تھی۔ اس میں اگر پتھر اور لوہا ڈالا جائے تو وہ اسے بھی کھا

جائے۔ پھر میرے سامنے سے وہ بند کر دی گئی۔ میں پھر سردرۃ المنتہیٰ تک پہنچا دیا گیا اور مجھے دو حانپ لیا پس میرے اور اس کے درمیان صرف بقدر دو کمانوں کے فاصلہ رہ گیا بلکہ اور قریب اور سردرۃ المنتہیٰ کے ہر ایک پتے پر فرشتہ آ گیا اور مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور فرمایا کہ تیرے لئے ہر نیکی کے عوض دس ہیں تو جب کسی نیکی کا ارادہ کرے گا تو بجا نہ لائے تاہم نیکی لکھی لی جائے گی اور جب سبجا بھی لائے تو دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور برائی کے محض ارادے پر تغیر کئے ہوئے کچھ بھی نہ لکھا جائے گا اور اگر کر لی تو صرف ایک ہی برائی شمار ہوگی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آنے اور آپ کے مشورے سے جانے اور مکی ہونے کا ذکر ہے جیسے کہ بیان گزر چکا۔ آخر جب پانچ روز گئیں تو فرشتے نے ندا کی کہ میرا فریضہ پورا ہو گیا۔ میں نے اپنے بندوں پر تخفیف کر دی اور انہیں ہر نیکی کے بدلے اسی جیسی دس نیکیاں دیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپسی پر اب کی مرتبہ بھی مجھے پھر واپس جانے کا مشورہ دیا لیکن میں نے کہا کہ اب تو جاتے ہوئے مجھے کچھ شرم ہی محسوس ہوتی ہے۔ پھر آپ نے صبح کو کئے میں ان عجائبات کا ذکر کیا کہ میں اس شب بیت المقدس پہنچا، آسمانوں پر چڑھایا گیا اور یہ یہ دیکھا۔ اس پر ابو جہل بن ہشام کہنے لگا تو تعجب کی بات سنو۔ اونٹوں کو مارتے پینتے ہم تو بیت المقدس میں نہ پھرنے پہنچیں اور ہمیں نہ پھر ہی واپسی میں لگ جائے۔ یہ کہتے ہیں دو ماہ کی مسافت ایک ہی رات میں طے کر آئے۔ آپ نے فرمایا، سنو جاتے وقت میں نے تمہارے قافلے کو فلاں جگہ دیکھا تھا اور آتے وقت مجھے وہ عقبہ میں ملا۔ سنو اس میں فلاں فلاں شخص ہے فلاں اس رنگ کے اونٹ پر ہے اور اس کے پاس یہ یہ اسباب ہے۔ ابو جہل نے کہا، خبریں تو تو دے رہا ہے، دیکھئے کیسی نکلیں؟ اس پر ان میں سے ایک شخص نے کہا، میں بیت المقدس کا حال تم سب سے زیادہ جانتا ہوں۔ اس کی عمارت کا حال اس کی شکل و صورت پہاڑ سے اس کی نزدیکی وغیرہ۔ پس رسول اللہ ﷺ سے حجاب دور کر دیئے گئے اور جیسے ہم گھر میں بیٹھے گھر کی چیزوں کو دیکھتے ہیں اسی طرح آپ کے سامنے بیت المقدس کر دیا گیا۔ آپ فرمانے لگے۔ اس کی بناوٹ اس طرح کی ہے۔ اس کی ہیئت اس طرح کی ہے۔ وہ پہاڑ سے اس قدر نزدیک ہے وغیرہ۔ اس نے کہا بے شک آپ سچ فرماتے ہیں۔ پھر اس نے کفار کے مجمع کی طرف دیکھ کر کہا۔ محمد ﷺ اپنی بات میں سچے ہیں یا کچھ ایسے ہی الفاظ کہے۔ یہ روایت اور بھی بہت سی کتابوں میں ہے۔ ہم نے باوجود اس کی غربت اور نکارت اور ضعف کے اس لئے بیان کیا ہے کہ اس میں اور احادیث کے بہت سے شواہد ہیں اور اس لئے بھی کہ بتیختی میں ہے۔

حضرت یزید بن ابی حکیم کہتے ہیں میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، پوچھا کہ حضور ﷺ آپ کی امت میں ایک شخص جنہیں سفیان ثوری کہا جاتا ہے۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں۔ میں نے پھر اور راویوں کے نام بیان کر کے پوچھا کہ وہ آپ کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ آپ کو ایک رات معراج ہوئی آپ نے آسمان میں دیکھا الخ۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے کہا حضور ﷺ! آپ کی امت کے لوگ آپ کی طرف سے معراج والے واقعات میں بہت سی عجیب و غریب باتیں بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، ہاں وہ باتیں قصہ کہنے والوں کی ہیں۔ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ اپنے معراج کی کیفیت تو بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا! سنو میں نے اپنے اصحاب کو مکہ میں عشا کی نماز دیر سے پڑھائی۔ پھر جبرئیل علیہ السلام میرے پاس سفید رنگ کا ایک جانور لائے۔ گدھے سے اونچا اور خچر سے اونچا اور مجھ سے فرمایا کہ اس پر سوار ہو جائیے۔ اس نے کچھ سختی کی تو آپ نے اس کا کان مروڑا اور مجھے اس پر سوار کر دیا۔ اس میں مدینے میں نماز پڑھنے کا پھر مدین میں اس درخت کے پاس نماز پڑھنے کا ذکر ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام ٹھہرے تھے۔ پھر بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا وہاں سخت پیاس لگنے کا اور دودھ اور شہد کے برتن آنے کا اور جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے تھے۔ پھر بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا وہاں سخت پیاس لگنے کا اور دودھ اور شہد کے برتن آنے کا اور

پیٹ بھر کر دودھ پینے کا ذکر ہے۔ فرماتے ہیں۔ وہیں ایک شیخ تکیہ لگائے بیٹھے تھے جنہوں نے کہا یہ فطرت تک پہنچ گئے اور ارہ یافتہ ہوئے۔ پھر ہم ایک وادی پر آئے جہاں جہنم کو میں نے دیکھا جو سخت دہکتے ہوئے انگارے کی طرح تھی۔ پھر لوٹنے ہوئے فلاں جگہ قریش کا قافلہ ہمیں ملا جو اپنے کسی گم شدہ اونٹ کی تلاش میں تھا۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ بعض لوگوں نے میری آواز بھی پہچان لی اور آپس میں کہنے لگے یہ آواز تو بال محمد کی ہے (ﷺ) پھر صبح سے پہلے میں اپنے اصحاب کے پاس مکہ شریف پہنچ گیا۔

میرے پاس ابو بکر آئے (رضی اللہ عنہ) اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ آپ رات کو کہاں تھے؟ جہاں جہاں خیال پہنچا میں نے سب جگہ تلاش کیا لیکن آپ نہ ملے۔ میں نے کہا میں تو رات بیت المقدس ہو آیا کہا وہ تو یہاں سے مہدیہ بھر کے فاصلے پر ہے۔ اچھا وہاں کے کچھ نشانات بیان فرمائیے۔ اسی وقت وہ میرے سامنے کر دیا گیا گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں۔ اب جو بھی مجھ سے سوال ہوتا میں دیکھ کر جواب دے دیتا۔ پس ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میری گواہی ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ لیکن کفار قریش باتیں بنانے لگے کہ ابن ابی کوشہ کو دیکھو کہتا پھر رہا ہے کہ ایک ہی رات میں بیت المقدس ہو آیا۔ آپ نے فرمایا سنو میں تمہیں ایک نشان بتاؤں تمہارے قافلے کو میں نے فلاں مقام پر دیکھا۔ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جسے فلاں شخص لے آیا۔ اب وہ اتنے فاصلے پر ہیں۔ ایک منزل ان کی فلاں جگہ ہوگی۔ دوسری فلاں جگہ اور وہ فلاں دن یہاں پہنچیں گے۔ ان کے قافلے میں سب سے پہلے گندی رنگ کا اونٹ ہے جس پر سیاہ جھول پڑی ہوئی ہے اور دوسیاہ بوریاں اسباب کی دونوں طرف لدی ہوئی ہیں۔ جب وہ دن آیا جو دن اس کے قافلے کے واپس پہنچنے کا حضور ﷺ نے بیان فرمایا تھا، دو پہر کو لوگ دوڑے بھاگے شہر کے باہر گئے کہ دیکھیں یہ سب باتیں سچ ہیں؟ تو دیکھا کہ قافلہ آ رہا ہے اور واقعی وہی اونٹ آگے ہے۔ یہی روایت اور کتابوں میں بہت مطول بھی مروی ہے اور اس میں بہت باتیں منکر بھی ہیں۔ مثلاً بیت الہم میں آپ کا نماز ادا کرنا اور کا بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کرنا وغیرہ۔

ابن عباسؓ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ جب آپ معراج والی رات جنت میں تشریف لے گئے تو ایک طرف سے جبروں کی چاپ کی آواز آئی آپ نے پوچھا جبرئیل یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ معروض ہیں۔ آپ نے واپس آ کر فرمایا بلال! تو تم نجات پا چکے۔ میں نے اس اس طرح دیکھا۔ اس میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بوقت ملاقات فرمایا۔ نبی امی کو مرحبا ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گندی رنگ کے لائے قد کے کانوں تک یا کانوں سے قدرے اونچے بال والے تھے۔ اس میں ہے کہ ہرنی نے آپ کو پہلے سلام کیا۔ جہنم کے ملاحظہ کے وقت آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ مردار کھا رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملا جو لوگوں کا گوشت کھایا کرتے تھے (یعنی غیبت گو تھے) وہیں آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو خود آگ جیسا سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں ٹیڑھی ترچھی تھیں۔ پوچھا یہ کون ہے؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہی ہے جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی انٹھی کو مار ڈالا تھا۔

مسند احمد میں ہے کہ جب آپ کو بیت المقدس پہنچا کر وہاں سے واپس لا کر ایک ہی رات میں مکہ شریف پہنچا دیا گیا اور آپ نے یہ خبر لوگوں کو سنائی، بیت المقدس کے نشان بتائے، ان کے قافلے کی خبر دی تو بعض لوگ یہ کہہ کر ہم ایسی باتوں میں انہیں سچا نہیں مان سکتے، اسلام سے پھر گئے۔ پھر یہ ابو جہل کے ہمراہ قتل کئے گئے۔ ابو جہل کہنے لگا کہ یہ ہمیں شجرۃ الزقوم سے ڈرا رہا ہے لاؤ بھجور اور رکھن لاؤ اور تمرق کر لو یعنی ملا کر کھا لو اور آپ نے اس رات دجال کو اس کی اصلی صورت میں دیکھا اور آنکھوں کا دیکھنا نہ خواب میں دیکھنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا۔ دجال کی بھیہمہ آپ نے بیان فرمائی وہ بھدا، خبیث، چندھا ہے اور اس کی ایک آنکھ ایسی قائم ہے جیسے تانا اور بال ایسے ہیں جیسے کسی درخت کی گھنٹی شاخیں۔ حضرت عیسیٰ کا وصف آپ نے اس طرح بیان فرمایا کہ

وہ سفید رنگ، گھٹنگریالے بالوں والے درمیانے قد کے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام گندری رنگ کے مضبوط اور قوی آدمی ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بالکل ہو بہو مجھ جیسے تھے، الخ۔

ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے مالک کو بھی جو جنم کے دار وفد دیکھا۔ ان نشانیوں میں جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو دکھائیں۔ پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے چچا زاد بھائی نے آیت قرآن فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَائِهِ پڑھی جس کی تفسیر حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے ہونے میں تو شک نہ کر۔ ہم نے اسے یعنی موسیٰ کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے بھیجا تھا۔ یہ روایت صحیح مسلم شریف میں بھی ہے۔ اور سند سے مروی ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں شب معراج میں ایک مقام سے مجھے نہایت ہی اعلیٰ اور مست خوشبو کی مہک آنے لگی۔ میں نے پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے؟ جواب ملا کہ فرعون کی لڑکی کی مشاطہ اور اس کی اولاد کے محل کی۔ فرعون کی شہزادی کو لنگھی کرتے ہوئے اس کے ہاتھ سے اتفاقاً لنگھی گر پڑی تو اس کی زبان سے بے ساختہ بسم اللہ نکل گیا۔ اس پر شہزادی سے اس نے کہا اللہ تو میرے باپ ہی ہیں؟ اس نے جواب دیا نہیں بلکہ اللہ وہ ہے جو مجھے اور تجھے اور خود فرعون کو روزیاں دیتا ہے۔ اس نے کہا اچھا تو میرے باپ کے سوا کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں ہاں میرا تیرا اور تیرے باپ سب کا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اس نے اپنے باپ سے کہلویا۔ وہ سخت غضبناک ہوا اور اسی وقت اسے سرسرد بار بلوا بھیجا اور کہا کیا تو میرے سوا کسی اور کو اپنا رب مانتی ہے؟ اس نے کہا میرا اور تیرا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے جو بلند یوں اور بزرگیوں والا ہے۔

فرعون نے اسی وقت حکم دیا کہ تاجے کی جو گائے بنی ہوئی ہے اسے خوب تپایا جائے اور جب وہ بالکل آگ جیسی ہو جائے تو اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈال دیا جائے۔ آخر میں خود اسے بھی اسی طرح ڈال دیا جائے۔ چنانچہ وہ گرم کی گئی۔ جب آگ جیسی ہو گئی تو حکم دیا کہ اس کے بچوں کو ایک ایک کر کے اس میں ڈالنا شروع کر دو۔ اس نے کہا بادشاہ ایک درخواست میری منظور کر دو یہ کہ میری اور میرے ان بچوں کی ہڈیاں ایک ہی جگہ ڈال دینا۔ اس نے کہا کہ اچھا تیرے کچھ حقوق ہمارے ذمہ ہیں۔ اس لئے یہ منظور ہے۔ جب سب بچے اس میں ڈال دیئے گئے اور سب جل کر راکھ ہو گئے تو سب سے چھوٹے کی باری آئی جو ماں کی چھاتی سے لگا ہوا دودھ پی رہا تھا۔ فرعون کے سپاہیوں نے اسے گھسیٹا تو اس نیک بندی کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو اسی وقت زبان دے دی اور اس نے با آواز بلند کہا اماں جان! افسوس نہ کرو اماں جان ذرا بھی پس و پیش نہ کرو۔ حق پر جان دینا ہی سب سے بڑی نیکی ہے چنانچہ انہیں صبر آ گیا۔ اسے بھی اس میں ڈال دیا اور آخر میں ان بچوں کی ماں کو بھی رضی اللہ عنہما جمعیں۔ یہ خوشبو کی مہکیں اسی کے جتنی محل سے آرہی ہیں۔ آپؐ نے اس واقعہ کے ساتھ ہی بیان فرمایا کہ چار چھوٹے بچوں نے گھوڑے ہی میں بات چیت کی ایک تو یہی بچہ اور ایک وہ بچہ جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی اور ایک وہ بچہ جس نے حضرت جرجہ ولی اللہ کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام۔ اس روایت کی سند بے عیب ہے۔

اور روایت میں ہے کہ معراج والی رات کی صبح مجھے یقین تھا کہ جب میں یہ ذکر لوگوں سے کروں گا تو وہ مجھے جھٹلائیں گے چنانچہ آپؐ ایک طرف غمگین ہو کر بیٹھ گئے۔ اسی وقت آپؐ کے پاس دشمن رب ابو جہل گزرا اور پاس بیٹھ کر بطور مذاق کہنے لگا: کیسے کوئی نئی بات ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ہے۔ اس نے کہا کیا؟ آپؐ نے فرمایا رات کو مجھے یہ کرائی گئی اس نے پوچھا کہاں تک پہنچے؟ فرمایا بیت المقدس تک کہا اور صبح کو پھر یہاں موجود بھی ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ اب اس سوڈی کے دل میں خیال آیا کہ اس وقت انہیں جھٹلانا اچھا نہیں۔ ایسا نہ ہو

کہ لوگوں کے مجمع میں پھر یہ بات نہ کہیں۔ اس لئے اس نے کہا: کیوں صاحب اگر میں ان سب لوگوں کو جمع کر لوں تو سب کے سامنے بھی آپ یہی کہیں گے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ کچھ باتیں چھپانے کی نہیں ہوتیں۔ اسی وقت اس نے ہانک لگائی کہ اے بنی کعب بن لوی کی اولاد والو! وہ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ کے پاس آ کر بیٹھ گئے تو اس بلحون نے کہا: اب اپنی قوم کے ان لوگوں کے سامنے وہ بات بیان کرو جو مجھ سے کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: ہاں سنو مجھے اس رات سیر کرائی گئی۔ سب نے پوچھا کہاں تک گئے؟ آپ نے فرمایا: بیت المقدس تک۔ لوگوں نے کہا: اچھا اور پھر صبح کو ہم میں موجود ہو؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اب تو کسی نے تالیاں جینٹی شروع کر دیں کوئی تعجب کے ساتھ اپنا ہاتھ اپنے ماتھے پر رکھ کر بیٹھ رہا اور سخت حیرت کے ساتھ انہوں نے بالافق آپ کو بھونکا سمجھا پھر کچھ دیر کے بعد کہنے لگے: اچھا تم وہاں کی کیفیت اور جو شانات ہم پوچھیں بتا سکتے ہو؟ میں وہ لوگ بھی تھے جو بیت المقدس ہوا آئے تھے اور وہاں کے چپے چپے سے واقف تھے آپ نے فرمایا: پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ وہ پوچھنے لگے: آپ بتلانے لگے۔ فرماتے ہیں: بعض ایسے باریک سوال انہوں نے کئے کہ ذرا مجھے گھبراہٹ سی ہونے لگی۔ اسی وقت مسجد میرے سامنے کر دی گئی۔ اب میں دیکھتا جاتا تھا اور بتاتا جاتا تھا۔ بس یوں بھوکھو عقل کے گھر کے پاس ہی مسجد تھی یا عقلماء کے گھر کے پاس۔ یہ اس لئے کہ بعض اوصاف مجھے مسجد کے یاد نہیں رہے۔ تب۔ آپ کے ان نشانات کے بتلانے کے بعد سب کہنے لگے: حضور ﷺ نے اوصاف تو صاف صاف اور ٹھیک ٹھیک بتائے۔ اللہ کی قسم ایک بات میں بھی غلطی نہیں کی۔ یہ حدیث سنائی وغیرہ میں بھی موجود ہے۔ پہلی میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ہے کہ جب حضور ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ ﷺ سدرۃ المنتہی تک پہنچے جو ساتویں آسمان پر ہے۔ جو چیز چڑھے وہ یہیں تک پہنچتی ہے۔ پھر یہاں سے اٹھالی جاتی ہے اور جوازے وہ یہیں تک اترتی ہے پھر یہاں سے لے لی جاتی ہے۔ اس درخت پر سونے کی ٹڈیاں پھجھار ہی تھیں۔ حضور ﷺ کو پانچ وقت کی نمازیں سورہ بقرہ کے آخر کی آیتیں دی گئیں اور یہ کہ آپ کی امت میں سے جو شرک نہ کرے گا اس کے کبیرہ گناہ بھی بخش دیئے جائیں گے۔ مسلم وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے معراج کی مطول حدیث بھی مروی ہے جس میں غرابت ہے۔ حسن بن عرفہ نے اپنے مشہور جزء میں اسے وارد کیا ہے۔ حضرت ابوطلحان کہتے ہیں: ہم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابوعبیدہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے پاس محمد بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے تو حضرت محمد بن سعد نے ابوعبیدہ سے کہا: تم نے معراج کی بابت جو کچھ اپنے والد صاحب سے سنا ہوتا انہوں نے کہا نہیں آپ ہی سنائیے جو آپ نے اپنے والد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہو۔ پس آپ نے روایت بیان کرنی شروع کی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب براق اونچائی پر چڑھتا اس کے ہاتھ پاؤں برابر کے ہو جاتے۔ اس طرح جب نیچے کی طرف اترتا جب برابر رہتے جس سے سوار کو تکلیف نہ ہو۔ ہم ایک صاحب کے پاس سے گزر رہے جو طویل قامت سیدھے بالوں والے کنڈی رنگ کے تھے ایسے ہی جیسے از دشنہ قبیلے کے آدمی ہوتے ہیں۔ وہ با آواز بلند کہہ رہے تھے کہ تو نے اس کا اکرام کیا اور اسے فضیلت عطا فرمائی۔ ہم نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا تو پوچھا کہ جبرئیل یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا یہ احمد ہیں (ﷺ) انہوں نے فرمایا: نبی امی عربی کو مرحبا ہو جس نے اپنے رب کی رسالت پہنچائی اور اپنی امت کی خیر خواہی کی۔ پھر ہم لوٹے۔ میں نے پوچھا جبرئیل علیہ السلام کیون ہیں؟ آپ نے فرمایا: یہ موسیٰ بن عمران ہیں علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ میں نے کہا اور یہ ایسے نفوس سے باتیں کس سے کر رہے تھے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ سے آپ کے بارے میں۔ میں نے کہا: اللہ سے اور اس آواز سے؟ فرمایا ہاں اللہ کون کی تیزی مملوم ہے۔ پھر ہم ایک درخت کے پاس سے نکلے جس کے پھل چرغوں جیسے تھے۔ اس کے نیچے ایک بزرگ شیخ

بیٹھے ہوئے تھے جن کے پاس بہت سے چھوٹے بچے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ چلو اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سلام کرو۔ ہم نے وہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا جواب پایا جبرئیل علیہ السلام سے آپ نے میری نسبت پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کے لڑکے احمد علیہ السلام ہیں تو آپ نے فرمایا مرحبا ہو نبی امی کو جس نے اپنے رب کی پیغمبری پوری کی اور اپنی امت کی خیر خواہی کی۔ میرے خوش نصیب بیٹے آج رات آپ کی ملاقات اپنے پروردگار سے ہونے والی ہے۔ آپ کی امت سب سے آخر امت ہے اور سب سے کمزور بھی ہے۔ خیال رکھنا ایسے ہی کام ہوں جو ان پر آسان رہیں۔

پھر ہم مسجد اقصیٰ پہنچے۔ میں نے اتر کر براق کو اسی حلقے میں باندھا جس میں اور انبیاء باندھا کرتے تھے۔ پھر مسجد میں گیا۔ وہاں میں نے نبیوں کو پہچانا۔ کوئی نماز میں کھڑا ہے، کوئی رکوع میں ہے، کوئی سجدے میں۔ پھر میرے پاس شہد کا دودھ کا برتن لایا گیا۔ میں نے دودھ کا برتن لے کر پی لیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا رب محمد ﷺ کی قسم تو فطرت کو پہنچ گیا۔ پھر نماز کی تکبیر ہوئی اور میں نے ان سب کو نماز پڑھائی۔ پھر ہم واپس لوٹ آئے۔ اس کی اسناد غریب ہے۔ اس میں بھی غرائب ہیں مثلاً انبیاء کا آپ کی شناخت کا سوال، پھر آپ کا ان کے پاس سے جانے کے بعد ان کی معرفت کا سوال وغیرہ۔ حالانکہ صحاح حدیث میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام پہلے ہی آپ کو بتا دیا کرتے تھے کہ یہ فلاں نبی ہیں تاکہ سلام پہنچانے کے بعد ہو پھر اس میں ہے کہ انبیاء سے ملاقات بیت المقدس کی مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ہی ہوئی۔ حالانکہ صحیح روایتوں میں ہے کہ ان سے ملاقات آسمانوں پر ہوئی۔ پھر آپ دوبارہ اترتے ہوئے واپسی میں بیت المقدس کی مسجد میں آئے۔ وہ سب بھی آپ کے ساتھ تھے اور یہاں آپ نے انہیں نماز پڑھائی پھر براق سوار ہو کر کثر شریف واپس آئے واللہ اعلم۔

مسند احمد میں ابن مسعود کی روایت سے ہے کہ میں شب معراج ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملا۔ وہاں قیامت کے قائم ہونے کے خاص وقت کی بابت ندا کرہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے لامعلیٰ ظاہر کی تو کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھو۔ انہوں نے بھی بے خبری ظاہر کی۔ پھر طے ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر رکھو آپ نے فرمایا اس کے صحیح وقت کا علم تو بجز اللہ کے کسی کو نہیں ہاں یہ تو مجھ سے فرمایا گیا ہے کہ درجال نکلنے والا ہے اس وقت میرے ساتھ دو چھڑیاں ہوں گی وہ مجھے دیکھتے ہی سیسے کی طرف گھٹنے لگے گا آخر میری بیبہ سے اللہ اسے ہلاک کرے گا۔ پھر تو درخت چتر بھی بول اٹھیں گے کہ اے مسلمان دیکھ یہاں میرے نیچے ایک کافر چھپا ہوا ہے۔ آدرا سے قتل کر۔ پس اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کرے گا۔ لوگ ٹھنڈے دلوں اپنے شہروں اور وطنوں میں لوٹ جائیں گے۔ اسی زمانے میں باجوج ماجوج نکلیں گے جو ہر ادھنچائی سے کودتے بھانڈتے آئیں گے۔ جو چیز پائیں گے غارت کر دیں گے جو پانی دیکھیں گے پی جائیں گے آخر لوگ تنگ آ کر مجھ سے شکایت کریں گے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا۔ اللہ ان سب کو ایک ساتھ ہی ہلاک کر دے گا لیکن زمین پر ان لاشوں کے نقص کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل ہو جائے گا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا جو ان کی لاشوں کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گی۔ مجھے یہ خوب معلوم ہے کہ اس کے بعد ہی فوراً قیامت آجائے گی جیسے پورے دن کی حمل والی ہو کہ نہ جانے معجنا فارغ ہو جائے یا رات ہی کو۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو جس رات مسجد حرام سے بیت المقدس کی مسجد تک پہنچایا گیا اس رات آپ زحرم اور مقام ابراہیم کے درمیان تھے جو جبرئیل علیہ السلام دائیں اور میکائیل علیہ السلام بائیں سے آپ کو اڑا لے گئے یہاں تک کہ آپ آسمان کی بلند یوں تک پہنچے۔ لوٹتے ہوئے آپ نے ان کی تسبیحیں بھی مع اور تسبیحوں کے سنیں۔ یہ روایت اسی سورت کی آیت تَسْبِيحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ الخ کی تفسیر میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مسند میں ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جابیہ

میں تھے، بیت المقدس کی فتح کا ذکر ہوا آپ نے حضرت کعب سے پوچھا کہ تمہارے خیال میں مجھے وہاں کس جگہ نماز پڑھنی چاہئے۔ انہوں نے فرمایا مجھ سے پوچھتے ہو تو میں تو کہوں گا، مسخرہ کے پیچھے نماز پڑھئے تاکہ بیت المقدس آپ کے سامنے رہے۔ آپ نے فرمایا تم نے وہی یہودیت کی مشابہت کی۔ میں تو اس جگہ نماز پڑھوں گا جہاں رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہے۔ پس آپ نے آگے بڑھ کر قبلہ کی طرف نماز ادا کی۔ بعد ازاں اے نماز آپ نے مسخرہ کے آس پاس سے تمام کوڑا سمیٹا اور اپنی چادر میں باندھ کر باہر پھینکا شروع کیا اور اوروں نے بھی آپ کا ہاتھ بنایا۔ پس آپ نے نہ تو مسخرہ کی ایسی تنظیم کی جیسے یہود کرتے تھے کہ نماز بھی اسی کے پیچھے پڑھتے تھے بلکہ اسی کو قبلہ بنا رکھا تھا۔ چونکہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی اسلام سے پہلے یہودی تھے اسی لئے آپ نے اسی رائے پیش کی تھی جسے خلیفۃ المسلمین نے منکرا دیا اور نہ آپ نے نصرانیوں کی طرح مسخرہ کی اہانت کی کہ انہوں نے تو اسے کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ بنا رکھا تھا۔ بلکہ آپ نے خود اس کے آس پاس سے کوڑا اٹھا کر پھینکا۔ یہ بالکل اس حدیث کے مشابہ ہے جس میں ہے کہ نہ تو قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف نماز ادا کرو۔

سرگزشت معراج کا تسلسل: ☆☆ ایک طویل روایت معراج کی بابت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غریب والی بھی مروی ہے اس میں ہے کہ جبریل اور میکائیل آپ کے پاس آئے۔ جبریل علیہ السلام نے میکائیل علیہ السلام سے کہا کہ میرے پاس زمزم کے پانی کا طشت بھر لاؤ کہ ان میں ان کے دل کو پاک کروں اور ان کے سینے کو کھول دوں پھر آپ کا پیٹ چاک کیا اور اسے تین بار دھویا اور تین مرتبہ حضرت میکائیل علیہ السلام کے لائے ہوئے پانی کے طشت سے اسے دھویا اور آپ کے سینے کو کھول دیا، سب غل و غش دور کر دیا اور علم و علم ایمان و یقین سے اسے پر کیا، اسلام اس میں بھر دیا اور آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت لگا دی۔ اور ایک گھوڑے پر بٹھا کر آپ کو حضرت جبریل علیہ السلام لے چلے۔ دیکھا کہ ایک قوم ہے ادھر کھیتی کرتی، ادھر بڑھ جاتی ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام سے آپ نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ اللہ کی راہ کے مجاہد ہیں جن کی نیکیاں سات سات سو تک بڑھتی ہیں جو خرچ کریں اس کا بدلہ پاتے ہیں اللہ تعالیٰ بہترین رازق ہے۔ پھر آپ کا گزر اس قوم پر ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جا رہے تھے ہر بار ٹھیک ہو جاتے اور پھر کچلے جاتے۔ دم بھری انہیں مہلت نہ ملتی تھی۔ میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ فرض نمازوں کے وقت ان کے سر بھاری ہو جایا کرتے تھے۔

پھر کچھ لوگوں کو میں نے دیکھا کہ ان کے پیچھے دھجیاں لٹک رہی ہیں اور اونٹ اور جانوروں کی طرح کانٹوں اور چٹنی درخت چر چک رہے اور جنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے ہیں، میں نے کہا یہ کیسے لوگ ہیں؟ فرمایا اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دینے والے۔ اللہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔ پھر میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ ان کے سامنے ایک بٹھایا میں تو صاف ستھرا گوشت ہے دوسری میں غبیٹ سڑا، بھسا، گندہ گوشت ہے، یہ اس اچھے گوشت سے تو روک دیئے گئے ہیں اور اس بدبودار بد مزہ مڑے ہوئے گوشت کو کھا رہے ہیں، میں نے سوال کیا، یہ کس گناہ کے مرتکب ہیں؟ جواب ملا کہ یہ وہ مرد ہیں جو اپنی حلال بیویوں کو چھوڑ کر حرام عورتوں کے پاس رات گزارتے تھے۔ اور وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال خاوندوں کو چھوڑ کر اوروں کے ہاں رات گزارتی تھیں۔ پھر آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک لکڑی ہے کہ ہر کپڑے کو پھاڑ دیتی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر دیتی ہے۔ پوچھا یہ کیا؟ فرمایا یہ آپ کے ان امتیاز کی مثال ہے جو راستے روک کر بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر اس آیت کو پڑھا وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ اَلْاٰیۃ یعنی ہر راستے پر لوگوں کو خوفزدہ کرنے اور راہ حق سے روکنے کے لیے نہ بیٹھا کرو۔ ان پھر دیکھا کہ ایک شخص بہت بڑا ڈھیر جمع کئے ہوئے ہے جسے اٹھا نہیں سکتا، پھر بھی وہ اور بڑھا رہا ہے۔ پوچھا جبریل علیہ السلام یہ کیا ہے؟ فرمایا یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے اوپر لوگوں کے حقوق اس قدر ہیں کہ وہ ہرگز ادا نہیں کر سکتا

ہم وہ اور حقوق چڑھا رہا ہے اور امانتیں لے رہا ہے۔

پھر آپؐ نے ایک جماعت کو دیکھا جن کی زبان اور ہونٹ لوہے کی قیچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔ ادھر کئے ادھر درست ہو گئے پھر کٹ گئے یہی حال برابر جاری ہے۔ پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا یہ فتنے کے داعظ اور خطیب ہیں۔ پھر دیکھا کہ ایک چھوٹے سے پتھر کے سوراخ میں سے ایک بڑا بھاری تیل نکل رہا ہے پھر وہ لوٹنا چاہتا ہے لیکن نہیں جاسکتا۔ پوچھا جبرئیل علیہ السلام نے کیا ہے؟ فرمایا یہ وہ شخص ہے جو کوئی بڑا بول بولتا تھا۔ اس پر نام تو ہوتا تھا لیکن بولنا نہیں سکتا تھا۔ پھر آپؐ ایک وادی میں پہنچے۔ وہاں نہایت نفسِ خوش گوار شہنشاہی ہوا اور دل خوش کن، معطر، خوشبودار، راحت و سکون کی مبارک صدائیں سن کر آپؐ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ جنت کی آواز ہے وہ کہہ رہی ہے کہ یا اللہ مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر۔ میرے بالا خانے، ریشم، موتی، موٹے، سونا، چاندی، جام، کنورے اور پانی، دودھ، شراب وغیرہ وغیرہ نفیس بہت زیادہ ہو گئیں۔ اسے اللہ کی طرف سے جواب ملا کہ ہر ایک مسلمان مومن مرد و عورت جو مجھے اور میرے رسولوں کو ماننا ہو، نیک کرتا ہو، میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو، میرے برابر کسی کو نہ بھجتا ہو، وہ سب تجھ میں داخل ہوں گے۔ سن! جس کے دل میں میرا ڈر ہے وہ ہر خوف سے محفوظ ہے۔ جو مجھ سے سوال کرتا ہے وہ محروم نہیں رہتا۔ جو مجھے قرض دیتا ہے۔ میں اسے بدلہ دیتا ہوں جو مجھ پر توکل کرتا ہے میں اسے کفایت کرتا ہوں، میں سچا معبود ہوں، میرے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ میرے وعدے خلاف نہیں ہوتے، مومن نجات یافتہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ بابرکت ہے جو سب سے بہتر خالق ہے۔ یہ سن کر جنت نے کہا! بس میں خوش ہو گئی۔ پھر آپؐ ایک دوسری وادی میں پہنچے جہاں نہایت بری اور ہمایاں کمرود آوازیں آ رہی تھیں اور سخت بد بختی۔ آپؐ نے اس کی بابت بھی جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا، انہوں نے بتلایا کہ یہ جہنم کی آواز ہے۔ وہ کہہ رہی ہے کہ اے اللہ مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر اور مجھے وہ دے میرے طوق و زنجیر، میرے شعلے اور گرمائی، میرا حقو اور لبو پیپ، میرے عذاب اور سزا کے سامان بہت وافر ہو گئے ہیں، میرا گہراؤ بہت زیادہ ہے، میری آگ بہت تیز ہے۔ مجھے وہ دے جس کا وعدہ مجھ سے ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر شرک و کافر، خبیث، منکر، ایمان مرد و عورت تیرے لئے ہے۔ یہ سن کر جہنم نے اپنی رضامندی ظاہر کی۔

آپؐ پھر چلے۔ یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچے، اتر کر صحرہ میں اپنے گھوڑے کو باندھا، اندر جا کر فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ فراغت کے بعد انہوں نے پوچھا کہ جبرئیل یہ آپؐ کے ساتھ کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا محمد ﷺ ہیں۔ انہوں نے کہا! آپؐ کی طرف بھیجا گیا؟ فرمایا ہاں! سب نے مرحبا کہا کہ بہترین بھائی اور بہت ہی اچھے خلیفہ ہیں اور بہت اچھا اہل عزت سے آئے ہیں۔ پھر آپؐ کی ملاقات نبیوں کی ارواح سے ہوئی۔ سب نے اپنے پروردگار کی ثانیان کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اپنا غلیل بنایا اور مجھے بہت بڑا ملک دیا اور میری امت کو ایسی فرمانبردار بنایا کہ ان کی اقتداء کی جاتی ہے، اسی نے مجھے آگ سے بچالیا اور اسے میرے لئے شہنشاہ اور سرلاستی بنادی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، اللہ ہی کی مہربانی ہے کہ اس نے مجھ سے کلام کیا۔ میرے دشمنوں کو آل فرعون کو ہلاک کیا، بنی اسرائیل کو میرے ہاتھوں نجات دی، میری امت میں ایسی جماعت کبھی جو حق کی ہادی اور حق کے ساتھ عدل کرنے والی تھی۔ پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی ثانیان کرنی شروع کی کہ الحمد للہ اللہ نے مجھے عظیم الشان ملک دیا، مجھے زور کا علم دیا، میرے لئے لوہا نرم کر دیا، پہاڑوں کو سخر کر دیا اور پرندوں کو بھی جو میرے ساتھ اللہ کی تسبیح کرتے تھے، مجھے حکمت اور پروردگار کا علم عطا فرمایا۔ پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے ثاخوانی شروع کی کہ الحمد للہ اللہ نے ہواؤں کو میرے تابع کر دیا اور شیاطین کو بھی کہ وہ میرے فرمان کے ماتحت بڑے بڑے محلات اور نقشے اور برتن وغیرہ بناتے تھے۔ اس نے مجھے جانوروں کی گفتگو کے سمجھنے کا علم فرمایا۔ ہر چیز میں مجھے فضیلت دی، انسانوں کے

جنوں کے پُرنندوں کے لشکر میرے ماتحت کر دیئے اور اپنے بہت سے مومن بندوں پر مجھے فضیلت دی اور مجھے وہ سلطنت دی جو میرے بعد کسی کے لائق نہیں اور وہ بھی ایسی جس میں پاکیزگی ہی پاکیزگی تھی اور کوئی صاحب نہ تھا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنی شروع کی کہ اس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا اور میری مثال حضرت آدم علیہ السلام کی سی کی۔ جسے مٹی سے پیدا کر کے کہہ دیا تھا کہ ہو جا اور وہ ہو گئے تھے۔ اس نے مجھے کتاب و حکمت و تورات و انجیل سکھائی میں مٹی کا پرند بنانا۔ پھر اس میں چھوٹک مارتا تو وہ حکم الہی زندہ پرند بن کر اڑ جاتا۔ میں بچپن کے اندھوں کو اور جذامیوں کو حکم الہی اچھا کر دیتا تھا مردے اللہ کی اجازت سے زندہ ہو جاتے تھے۔ مجھے اس نے اٹھایا مجھے پاک صاف کر دیا مجھے اور میری والدہ کو شیطان سے بچالیا۔ ہم پر شیطان کا کچھ دخل نہ تھا۔

اب جناب رسول آخر الزماں ﷺ نے فرمایا تم سب نے تو اللہ کی تعریفیں بیان کر لیں اب میں کرتا ہوں۔ اللہ ہی کے لئے حمد و ثنا ہے جس نے مجھے رحمت للعالمین بنا کر اپنی تمام مخلوق کے لیے ڈرانے اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا مجھ پر قرآن کریم نازل فرمایا جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ میری امت کو تمام اور امتوں سے افضل بنایا جو کہ ادوروں کی بھلائی کے لئے بنائی گئی ہے۔ اسے بہترین امت بنایا۔ انہی کو اول کی اور آخر کی امت بنایا۔ میرا سینہ کھول دیا میرے بوجھ دور کر دیئے میرا ذکر بلند کر دیا اور مجھے شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا انہی وجوہ سے آنحضرت محمد ﷺ تم سب سے افضل ہیں۔

امام ابو جعفر رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شروع کرنے والے آپ ہیں یعنی بروز قیامت شفاعت آپ ہی سے شروع ہوگی پھر آپ کے سامنے تین ڈھکے ہوئے برتن پیش کئے گئے پانی کے برتن میں سے آپ نے تھوڑا سا پانی کروا پس کر دیا۔ پھر درود کا برتن لے کر آپ نے پیٹ بھر کر درود پیا۔ پھر شراب کا برتن لایا گیا تو آپ نے اس کے پینے سے انکار کر دیا کہ میں شکم سیر ہو چکا ہوں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ آپ کی امت پر حرام کر دی جانے والی ہے اور اگر آپ اسے پی لیتے تو آپ کی امت میں سے آپ کے تابعدار بہت ہی کم ہوتے۔ پھر آپ کو آسمان کی طرف چڑھایا گیا دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا کیا یوں ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے کہا تمہارے ہیں (ﷺ)۔ پوچھا گیا کیا آپ کی طرف بھیج دیا گیا؟ فرمایا ہاں انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ اس بھائی اور خلیفہ کو خوش رکھے یہ بڑے اچھے بھائی اور نہایت عمدہ خلیفہ ہیں۔ اس وقت دروازہ کھول دیا گیا۔ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص ہیں پوری پیدائش کے عام لوگوں کی طرح ان کی پیدائش میں کوئی نقصان نہیں ان کے دائیں ایک دروازہ ہے جہاں سے خوشبو کی لہریں آ رہی ہے اور بائیں جانب ایک دروازہ ہے جہاں سے خبیث ہوا آ رہی ہے۔ وہی طرف کے دروازے کو کچھ کر بنس دیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں اور بائیں طرف کے دروازے کو کچھ کر رو دیتے ہیں اور غمگین ہو جاتے ہیں میں نے کہا جبرئیل علیہ السلام یہ پیش پوری پیدائش والے کون ہیں؟ جن کی خلقت میں کچھ بھی نہیں گھٹا۔ اور یہ دونوں دروازے کیسے ہیں؟ جواب ملا کہ یہ آپ کے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ دائیں جانب جنت کا دروازہ ہے۔ اپنی جنتی اولاد کو کچھ کر خوش ہو کر بنس دیتے ہیں اور بائیں جانب جہنم کا دروازہ ہے۔ آپ اپنی دوزخی اولاد کو کچھ کر رو دیتے ہیں اور غمگین ہو جاتے ہیں۔

پھر دوسرے آسمان کی طرف چڑھے۔ اسی طرح کے سوال جواب کے بعد دروازہ کھلا۔ وہاں آپ نے دو جوانوں کو دیکھا۔ دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام ہیں۔ یہ دونوں آپس میں خالد زاد بھائی ہوتے ہیں۔ پھر اسی طرح تیسرے آسمان پر پہنچے۔ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو پایا جنہیں حسن میں اور لوگوں پر وہی فضیلت تھی جو چاند کو باقی ستاروں پر۔ پھر چوتھے آسمان پر اسی طرح پہنچے۔ وہاں حضرت ادريس علیہ السلام کو پایا جنہیں اللہ تعالیٰ نے بلند مکان پر چڑھالیا ہے۔ پھر آپ پانچویں آسمان

پر بھی انہی سوالات و جوابات کے بعد پہنچے۔ دیکھا کہ ایک صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے آس پاس کچھ لوگ ہیں جو ان سے باتیں کر رہے ہیں۔ پوچھا یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم میں ہر دلعزیز تھے اور یہ لوگ بنی اسرائیل ہیں۔ پھر اسی طرح چھٹے آسمان پر پہنچے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ آپ کے ان سے بھی آگے نکل جانے پر وہ رو دیئے۔ دریافت کرنے پر سب یہ معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل میری نسبت یہ سمجھتے تھے کہ تمام اولاد آدم میں اللہ کے پاس سب سے زیادہ بزرگ میں ہوں لیکن یہ ہیں میرے خلیفہ جو دنیا میں ہیں اور میں آخرت میں ہوں۔ خیر صرف یہی ہوتے تو بھی چنداں مضائقہ نہ تھا لیکن ہر نبی کے ساتھ ان کی امت ہے۔

پھر آپ اسی طرح ساتویں آسمان پر پہنچے۔ وہاں ایک صاحب کو دیکھا جن کی داڑھی میں کچھ سفید بال تھے۔ وہ جنت کے دروازے پر ایک کرسی لگائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس کچھ اور لوگ بھی ہیں۔ بعض کے چہرے تو روشن ہیں اور بعض کے چہروں پر کچھ کچک ہے بلکہ رنگ میں کچھ اور بھی ہے۔ یہ لوگ اٹھے اور نہر میں ایک غوطہ لگایا جس سے رنگ قدرے نکھر گیا پھر دوسری نہر میں نہاے۔ کچھ اور نکھر گئے پھر تیسری میں غسل کیا۔ بالکل روشن سفید چہرے ہو گئے۔ آخر دوسروں کے ساتھ دل پر بیٹھ گئے اور انہی جیسے ہو گئے۔ آپ کے سوال پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں روئے زمین پر سفید بال سب سے پہلے ان ہی کے نکلے۔ یہ سفید منہ والے وہ ایماندار لوگ ہیں جو برائیوں سے بالکل بچ رہے اور جن کے چہروں کے رنگ میں کچھ کدورت بھی ہے یہ وہ لوگ ہیں جن سے نیکیوں کے ساتھ کچھ بدیاں بھی سرزد ہو گئی تھیں۔ ان کی توبہ پر اللہ تعالیٰ مہربان ہو گیا۔ اول نہر اللہ کی رحمت ہے دوسری نعمت ہے تیسری شراب ظہور کی نہر ہے جو جنتیوں کی خاص شراب ہے۔

پھر آپ سدرۃ المنتہی تک پہنچے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ ہی کی سنتوں پر جو پابندی کرے وہ یہاں تک پہنچایا جاتا ہے اس کی جڑ سے پاکیزہ پانی کی صاف ستھرے دودھ کی لذیذ بے نشہ شراب کی اور صاف شہد کی نہر ہیں جاری تھیں۔ اس درخت کے سائے میں کوئی سوار اگر ستر سال بھی چلا جائے تاہم اس کا سایہ ختم نہیں ہوتا۔ اس کا ایک ایک پتہ اتنا بڑا ہے کہ ایک ایک امت کو ڈھانپ لے۔ اللہ تعالیٰ کے نور نے اسے چاروں طرف سے ڈھک رکھا تھا اور پرند کی شکل کے فرشتوں نے اسے چھپا لیا تھا جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی محبت میں وہاں تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ سے باتیں کیں فرمایا کہ مانگو کیا جلتے ہو؟ آپ نے گزارش کی کہ اے اللہ تو نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور انہیں بڑا ملک دیا، موسیٰ علیہ السلام سے تو نے باتیں کیں، داؤد علیہ السلام کو تو نے عظیم الشان سلطنت دی اور ان کے لئے لوہا نرم کر دیا، سلیمان علیہ السلام کو تو نے بادشاہت دی، جنات انسان شیطین، ہوا میں ان کے تابع فرمان کہیں اور وہ بادشاہت دی جو کسی کے لائق ان کے سوا نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو تو نے تورات و انجیل سکھائی۔ اپنے حکم سے اندھوں اور کوڑھوں کو اچھا کرنے والا اور مردوں کو جلائے والا بنایا، انہیں اور ان کی والدہ کو شیطان رجم سے بچایا کہ اس نے پر کوئی دخل نہ تھا، میری نسبت فرمان ہو۔ رب العالمین عزوجل نے فرمایا تو میرا خلیل ہے توراۃ میں میں نے تجھے خلیل الرحمن کا لقب دیا ہے۔ تجھے تمام لوگوں کی طرف بشروند پر بنا کر بھیجا ہے، تیرا ابو جھوٹا دیا ہے، تیرا ذکر بلند کر دیا ہے۔ جہاں میرا ذکر آئے وہاں تیرا ذکر بھی ہوتا ہے اور تیری امت کو میں نے سب امتوں سے بہتر بنایا ہے جو لوگوں کے لئے ظہور میں لائی گئی ہے۔ تیری امت کو بہترین امت بنایا ہے تیری ہی امت کو اولین اور آخرین بنایا ہے۔ ان کا خطبہ جائز نہیں جب تک وہ تیرے بندے اور رسول ہوئے کی شہادت نہ دے لیں۔ میں نے تیری امت میں ایسے لوگ بنائے ہیں جن کے دل میں الکتاب ہے۔ تجھے از روئے پیدائش سب سے اول کیا اور از روئے بعثت کے سب سے آخر کیا اور از روئے فیصلہ کے بھی سب سے اول کیا، تجھے میں نے سات ایسی آیتیں دیں جو بار بار دہرائی جاتی ہیں جو تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں، تجھے میں نے اپنے عرشِ بے سے سورہ بقرہ کے خاتمے کی آیتیں

دیں جو تھکے سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں میں نے تجھے کوڑ عطا فرمائی اور میں نے تجھے اسلام کے آٹھ حصے دیئے۔ اسلام ہجرت، جہاد، نماز، صدقہ، رمضان کے روزے، نیکی کا حکم، برائی سے روک اور میں نے تجھے شروع کرنے والا اور ختم کرنے والا بنایا۔ پس آپؐ فرمانے لگے: مجھے میرے رب نے چھ باتوں کی فضیلت مرحمت فرمائی۔ کلام کی ابتدا اور اس کی انتہا دی۔ جامع باتیں دیں۔ تمام لوگوں کی طرف خوشخبری دینے والا اور آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا۔ میرے دشمن مجھ سے مہینہ بھر کی راہ پر ہوں وہیں سے اس کے دل میں میرا رعب ڈال دیا گیا۔ میرے لئے نعمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں ہوئیں۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور وضو بنائی گئی۔

پھر آپؐ پر پچاس نمازوں کے فرض ہونے کا اور بہ مشورہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تخفیف طلب کرنے کا اور آخر میں پانچ رہ جانے کا ذکر ہے۔ جیسے کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ پس پانچ رہیں اور ثواب پچاس کا جس سے آپؐ بہت ہی خوش ہوئے۔ جاتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سخت تھے اور آتے وقت نہایت نرم اور سب سے بہتر۔ اور کتاب کی اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اسی آیت سُبْحَانَ الَّذِي کی تفسیر میں آپؐ نے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ یہ بھی واضح رہے کہ اس لمبی حدیث کا ایک راوی ابو جعفر رازی بہ ظاہر حافظہ کے کچھ ایسے اچھے نہیں معلوم ہوتے۔ اس کے بعض الفاظ میں سخت غرابت اور بہت زیادہ نکارت ہے۔ انہیں ضعیف بھی کہا گیا ہے اور صرف انہی کی روایت والی حدیث قابل توجہ ہے۔ ایک اور بات یہ ہے کہ خواب والی حدیث کا کچھ حصہ بھی اس میں آ گیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بہت سی احادیث کا مجموعہ ہو یا خواب یا معراج کے سوا کے واقعہ کی اس میں روایت ہو۔ واللہ اعلم۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں آپؐ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حلیہ بیان کرنا وغیرہ بھی مروی ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث میں حلیم میں آپؐ سے بیت المقدس کے سوالات کئے جانے اور پھر اس کے ظاہر ہو جانے کا واقعہ بھی ہے اس میں بھی ان تینوں نبیوں سے ملاقات کرنے کا اور ان کے حلیہ کا بیان ہے اور یہ بھی کہ آپؐ نے انہیں نماز میں کھڑا پایا۔ آپؐ نے مالک، خازن، جنم کو بھی دیکھا اور انہوں نے ہی ابتداء آپؐ سے سلام کیا۔ یہ بھی وغیرہ میں کئی ایک صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام ہانی کے مکان پر سوتے ہوئے تھے۔ آپؐ عشاء کی نماز سے فارغ ہو گئے تھے۔ وہیں سے آپؐ کو معراج ہوئی۔ پھر امام حاکم نے بہت لمبی حدیث بیان فرمائی ہے جس میں درجوں کا اور فرشتوں وغیرہ کا ذکر ہے۔ اللہ کی قدرت سے تو کوئی چیز بعید نہیں بشرطیکہ وہ روایت صحیح ثابت ہو جائے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو بیان کر کے فرماتے ہیں کہ کئے شریف سے بیت المقدس تک جانے اور معراج کے بارے میں اس حدیث میں پوری کفایت ہے لیکن اس روایت کو بہت ائمہ حدیث نے مرسل بیان کیا ہے واللہ اعلم۔

اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سنئے۔ بیہقی میں ہے کہ جب صبح کے وقت لوگوں سے حضور ﷺ نے اس بات کا ذکر کیا تو بہت سے لوگ مرتد ہو گئے جو اس سے پہلے با ایمان اور تصدیق کرنے والے تھے، پھر حضرت صدیقؓ کے پاس ان کا جانا اور آپؐ کا سچا ماننا اور صدیق لقب پانا مروی ہے۔ خود حضرت ام ہانیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو معراج میرے ہی مکان سے کرائی گئی ہے۔ اس رات آپؐ نماز عشاء کے بعد میرے مکان پر ہی آرام فرماتے تھے۔ آپؐ بھی سو گئے اور ہم سب بھی۔ صبح سے کچھ ہی پہلے ہم نے حضور علیہ السلام کو جگایا۔ پھر آپؐ کے ساتھ ہی ہم نے صبح کی نماز ادا کی تو آپؐ نے فرمایا: اے ام ہانی میں نے تمہارے ساتھ ہی عشاء کی نماز ادا کی اور اب صبح کی نماز میں بھی تمہارے ساتھ نہیں ہوں۔ اس درمیان میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بیت المقدس پہنچایا اور میں نے وہاں نماز بھی پڑھی۔ ایک راوی کبھی متروک ہے اور بالکل ساقط ہے لیکن اسے ابویعلیٰ میں اور سند سے خوب تفصیل سے روایت کیا ہے۔ طبرانی میں حضرت ام ہانیؓ سے منقول ہے کہ حضور ﷺ شب معراج میرے ہاں سوتے ہوئے تھے۔ میں نے رات کو آپؐ کی ہر چند تلاش کی لیکن نہ پایا ڈرتھا کہ کہیں قریشیوں نے

کوئی دھوکا نہ کیا۔ لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ تمام کر مجھے لے چلے۔ دروازے پر ایک جانور تھا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے اونچا تھا۔ مجھے اس پر سوار کیا۔

پھر مجھے بیت المقدس پہنچایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دکھایا۔ وہ اخلاق میں اور صورت شکل میں بالکل میرے مشابہ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دکھایا۔ لائے قد کے سیدھے بالوں کے ایسے تھے جیسے ازشتنوہ کے قبیلے کے لوگ ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دکھایا۔ درمیانہ قد، سفید سفی مائل رنگ بالکل ایسے جیسے عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ دجال کو دکھایا ایک آنکھ اس کی بالکل مٹی ہوئی تھی ایسا تھا جیسے قطن بن عبد العزیٰ۔ یہ فرما کر فرمایا کہ اچھا اب میں جاتا ہوں۔ جو کچھ دیکھا ہے وہ قریش سے بیان کرتا ہوں۔ میں نے آپ کا دامن تمام لیا اور عرض کیا اللہ آپ اپنی قوم میں اس خواب کو بیان نہ کریں۔ وہ آپ کو بھٹلائیں گے آپ کی بات ہرگز نہ مانیں گے اور اگر بس چلا تو آپ کی بے ادبی کریں گے۔ لیکن آپ نے جھٹکا مار کر اپنا دامن میرے ہاتھ سے چھڑا لیا اور سیدھے قریش کے مجمع میں پہنچ کر ساری باتیں بیان فرمادیں۔ جبیر بن مطعم کہنے لگا، بس حضرت آج ہمیں معلوم ہو گیا اگر آپ سچے ہوتے تو ایسی بات ہم میں بیٹھ کر نہ کہتے۔ ایک شخص نے کہا کیوں حضرت؟ راستے میں ہمارا فلاں قافلہ بھی ملا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں اور ان کا ایک اونٹ کھو گیا تھا جس کی تلاش کر رہے تھے۔ کسی نے کہا اور فلاں قبیلہ والوں کے اونٹ بھی راستے میں ملے؟ آپ نے فرمایا، وہ بھی ملے تھے فلاں جگہ تھے۔ ان میں ایک سرخ رنگ اونٹنی تھی جس کا پاؤں ٹوٹ گیا تھا۔ ان کے پاس ایک بڑے پیالے میں پانی تھا۔ جسے میں نے بھی پیا۔ انہوں نے کہا اچھا ان کے اونٹوں کی گھنٹی بتاؤ۔ ان میں چرواہے کون کون تھے۔ یہ بھی بتاؤ؟ اسی وقت اللہ تعالیٰ نے قافلہ آپ کے سامنے کر دیا۔ آپ نے ساری گھنٹی بھی بتادی اور چرواہوں کے نام بھی بتا دیے۔ ایک چرواہا ان میں ابن ابی قحافہ تھا اور یہی فرمایا کہ کل صبح کو وہ تیرہ پہنچ جائیں گے۔ چنانچہ اس وقت اکثر لوگ بطور آزمائش بھیجے جانے لگے۔ دیکھا کہ واقعی قافلہ آ گیا۔ ان سے پوچھا کہ تمہارا اونٹ گم ہو گیا تھا؟ انہوں نے کہا درست ہے، گم ہو گیا تھا۔ دوسرے قافلے والوں سے پوچھا تمہاری کسی سرخ رنگ اونٹنی کا پاؤں ٹوٹ گیا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں یہ بھی صحیح ہے۔ پوچھا کیا تمہارے پاس بڑا پیالہ پانی کا بھی تھا۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، ہاں اللہ کی قسم اسے تو میں نے خود رکھا تھا اور ان میں سے نہ کسی نے اسے پیا نہ وہ پانی گرایا گیا۔ بے شک محمد ﷺ سچے ہیں۔ یہ آپ پر ایمان لائے اور اس دن سے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔

”فصل“ ان تمام احادیث کی واقعیت کے بعد جن میں صحیح بھی ہیں، حسن بھی ہیں، ضعیف بھی ہیں، کم از کم اتنا تو ضرور معلوم ہو گیا کہ حضور ﷺ کے مکے شریف سے بیت المقدس تک لے جانا ہوا۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ صرف ایک ہی مرتبہ ہوا ہے۔ گو راویوں کی عبارتیں اس باب میں مختلف الفاظ سے ہیں۔ گوان میں کی بیشی بھی ہے، یہ کوئی بات نہیں اور سوائے انبیاء علیہم السلام کے خطا سے پاک ہے، کون؟ بعض لوگوں نے ہر ایسی روایت کو ایک الگ واقعہ کہا ہے اور اس کے قائل ہوئے ہیں کہ یہ واقعہ کئی بار ہوا لیکن یہ لوگ بہت دور نکل گئے اور بالکل اونٹنی بات کہی اور نہ جانے کی جگہ چلے گئے اور پھر بھی مطلب حاصل نہ ہوا۔ متاخرین میں سے بعض نے ایک اور ہی توجیہ پیش کی ہے اور اس پر انہیں بڑا ناز ہے۔ وہ یہ کہ ایک مرتبہ تو آپ کو مکے سے صرف بیت المقدس تک کی سیر ہوئی۔ ایک مرتبہ مکے سے آسمانوں پر چڑھائے گئے اور ایک مرتبہ مکے سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے آسمانوں تک۔ لیکن یہ قول بھی بعید از قیاس اور بالکل غریب ہے۔ سلف میں سے تو اس کا کوئی قائل نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو خود آنحضرت ﷺ خود ہی اسے کھول کر بیان فرما دیے اور راوی آپ سے اس کے بار بار ہونے کی روایت بیان کرتے۔

بقول حضرت زہری معراج کا یہ واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے کا ہے۔ عروہ بھی یہی کہتے ہیں۔ سدی کہتے ہیں چھ ماہ پہلے کا ہے۔ لہذا حق بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جاگنے میں نہ کہ خواب میں مکہ شریف سے بیت المقدس تک کی اسرا کرائی گئی۔ اس وقت آپ براق پر سوار تھے۔ مسجد قدس کے دروازے پر آپ نے براق کو باندھا وہاں جا کر اس کے قبلہ رخ تہجد المسجد کے طور پر دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر معراج لائے گئے جو درجوں والی ہے اور بطور سڑکی کے ہے۔ اس سے آپ آسمان دنیا پر چڑھائے گئے۔ پھر ساتوں آسمانوں پر پہنچائے گئے۔ ہر آسمان کے مقربین الہی سے ملاقاتیں ہوئیں انبیاء علیہم السلام سے ان کے منازل و درجات کے مطابق سلام علیک ہوئی۔ چھٹے آسمان میں حکیم اللہ علیہ السلام سے اور ساتویں میں ظلیل اللہ علیہ السلام سے ملے۔ پھر ان سے بھی آگے بڑھ گئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم علی سائر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ یہاں تک کہ آپ مستوی میں پہنچے جہاں قضاء و قدر کی قلموں کی آوازیں آپ نے سنیں۔ سدرۃ المنتہی کو دیکھا جس پر عظمت ربی چھا رہی تھی۔ سونے کی نڈیاں اور طرح طرح کے رنگ وہاں پر نظر آ رہے تھے۔ فرشتے چاروں طرف سے اسے گھیرے ہوئے تھے۔ وہیں پر آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا جن کے چہرہ سوہرے تھے۔ وہیں آپ نے رف رب بزرگ کا دیکھا جس نے آسمان کے کناروں کو ڈھک رکھا تھا۔ بیت المعمور کی زیارت کی جو ظلیل اللہ علیہ صلوات اللہ کے زمینی کعبے کے ٹھیک اوپر آسمانوں پر ہے یہی آسمانی کعبہ ہے۔ ظلیل اللہ علیہ السلام اس سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت ربانی کے لئے جاتے ہیں مگر جو آج گئے پھر ان کی باری قیامت تک نہیں آتی۔ آپ نے جنت دوزخ دیکھی۔ یہیں اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کر کے پھر تخفیف کر دی اور پانچ رکھیں جو خاص اس کی رحمت تھی۔ اس سے نماز کی بزرگی اور فضیلت بھی صاف طور پر ظاہر ہے۔ پھر آپ واپس بیت المقدس کی طرف اترے اور آپ کے ساتھ ہی تمام انبیاء علیہم السلام بھی اترے۔ وہاں آپ نے ان سب کو نماز پڑھائی جب کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ ممکن ہے وہ اس دن کی صبح کی نماز ہو۔ ہاں بعض حضرات کا قول ہے کہ امامت انبیاء آپ نے آسمانوں میں کی۔ لیکن صحیح روایات سے یہ ظاہر یہ واقعہ بیت المقدس کا معلوم ہوتا ہے۔

گواہوں رض و راجوں میں یہ بھی آیا ہے کہ جاتے ہوئے آپ نے یہ نماز پڑھائی لیکن ظاہر یہ ہے کہ آپ نے واپسی میں امامت کرائی۔ اس کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ جب آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام سے آپ کی ملاقات ہوتی ہے تو آپ ہر ایک کی بابت حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں؟ اگر بیت المقدس میں ہی ان کی امامت آپ نے کرائی ہوئی ہوتی تو اب چنداں اس سوال کی ضرورت نہیں رہتی۔ دوسرے یہ کہ سب سے پہلے اور سب سے بڑی غرض تو بلندی پر جناب باری تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا تھا تو یہ ظاہر یہی بات سب پر مقدم تھی۔ جب یہ ہو چکا اور آپ پر اور آپ کی امت پر اس رات میں جو فریضہ نماز مقرر ہونا تھا وہ بھی ہو چکا۔ اب آپ کو اپنے بھائیوں کے ساتھ جمع ہونے کا موقع ملا اور ان سب کے سامنے آپ کی بزرگی اور فضیلت ظاہر کرنے کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اشارے سے آپ نے امان بن کر انہیں نماز پڑھائی۔ پھر بیت المقدس سے بذریعہ براق آپ واپس رات کو اندھیرے اور صبح کے کچھ ہی اجالے کے وقت مکہ شریف پہنچ گئے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

اب یہ جو مروی ہے کہ آپ کے سامنے دودھ اور شہد یا دودھ اور شراب یا دودھ اور پانی پیش کیا گیا یا چاروں ہی چیزیں اس کی بابت روایتوں میں یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ بیت المقدس کا ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ آسمانوں کا ہو لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ دونوں ہی جگہ یہ چیز آپ کے سامنے پیش ہوئی ہو اس لئے کہ جیسے کسی آنے والے کے سامنے بطور مہمانی کے کچھ چیز رکھی جاتی ہے اسی طرح یہ تھا واللہ اعلم۔

معراج جسمانی تھی یا روحانی؟ ☆ ☆ پھر اس میں بھی لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ معراج آپؐ کے جسم وروح سمیت کرائی گئی تھی صرف روحانی طور پر؟ اکثر علماء کرام تو یہی فرماتے ہیں کہ جسم وروح سمیت آپؐ کو معراج ہوئی اور ہوئی بھی جاتے ہیں نہ کہ بطور خواب۔ ہاں اس کا انکار نہیں کہ حضور ﷺ کو پہلے خواب میں یہی چیزیں دکھائی گئی ہوں۔ آپؐ خواب میں جو کچھ ملاحظہ فرماتے، اسے اسی طرح بھر واقعہ میں جاتے ہوئے بھی ملاحظہ فرمائیے۔ اس کی بڑی دلیل ایک تو یہ ہے کہ اس واقعہ کے بیان فرمانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی پاکیزگی بیان فرمائی ہے۔ اس اسلوب بیان کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے بعد کی بات کوئی بڑی اہم ہے۔ اگر یہ واقعہ خواب کا مانا جائے تو خواب میں ایسی باتیں دیکھ لینا اتنا اہم نہیں کہ اس کو بیان فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ پہلے سے بطور احسان اور بطور اظہار قدرت اپنی تسبیح بیان کرے۔ پھر اگر یہ واقعہ خواب کا ہی تھا تو کفار اس طرح جلدی سے آپؐ کی تکذیب نہ کرتے، ایک شخص اپنا خواب اور خواب میں دیکھی ہوئی عجیب چیزیں بیان کر رہا ہے یا کرے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ بھڑ بھڑا کر آجائیں اور سنتے ہی سختی سے انکار کرنے لگیں۔ پھر جو لوگ کہ اس سے پہلے آپؐ پر ایمان لائے تھے اور آپؐ کی رسالت کو قبول کر چکے تھے، کیا وجہ ہے کہ وہ واقعہ معراج کو سن کر اسلام سے پھر جاتے ہیں؟ اس سے بھی ظاہر ہے کہ آپؐ نے خواب کا قصہ بیان نہیں فرمایا تھا۔ پھر قرآن کے لفظ بَعَثَہ پر غور کیجئے۔ عبد کا اطلاق روح اور جسم دونوں کے مجموعے پر آتا ہے۔ پھر اسری بعدہ لیلا کا فرمانا اس چیز کو اور صاف کر دیتا ہے کہ وہ اپنے بندے کو رات کے تھوڑے سے حصے میں لے گیا۔ اس دیکھنے کو لوگوں کی آزمائش کا سبب آیت وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي ارٰیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ میں فرمایا گیا ہے۔ اگر یہ خواب ہی تھا تو اس میں لوگوں کی ایسی بڑی کون سی آزمائش تھی جسے مستقل طور پر بیان فرمایا جاتا؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آنکھوں کا دیکھنا تھا جو رسول اللہ ﷺ کو دکھایا گیا (بخاری) خود قرآن فرماتا ہے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَعْنِيَ نَهْ تَوَّاهُ، یہی نہ بھٹکی۔ ظاہر ہے کہ بعث یعنی نگاہ انسان کی ذات کا ایک وصف ہے نہ کہ صرف روح کا پھر براق کی سواری کا لایا جاتا اور اس سفید چمکیلے جانور پر سوار کر کے آپؐ کو لے جانا بھی اس کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ جانگنے کا اور جسمانی ہے ورنہ صرف روح کے لئے سواری کی ضرورت نہیں واللہ اعلم۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ معراج صرف روحانی تھی نہ کہ جسمانی۔ چنانچہ محمد بن اسحاق لکھتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کا یہ قول مروی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جسم غائب نہیں ہوا تھا بلکہ روحانی معراج تھی۔ اس قول کا انکار نہیں کیا گیا کیونکہ حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا لِحَآثِ اٰیَتِ اٰتٰی ہے۔ اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی نسبت خبر دی ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے خواب میں تیرا ذبح کرنا دیکھنا ہے۔ اب تو سوچ لے کیا دیکھتا ہے؟ پھر یہی حال رہا۔ پس ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام پر وحی جاتے ہیں بھی آتی ہے اور خواب میں بھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں اور دل جاگتا رہتا ہے واللہ اعلم۔ اس میں سے کون سی جچی بات تھی؟ آپؐ مجھے اور آپؐ نے بہت سی باتیں دیکھیں۔ جس حال میں بھی آپؐ تھے سوتے یا جاگتے سب حق اور صحیح ہے۔ یہ تو تھا محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بہت کچھ تردید کی ہے اور ہر طرح اسے رد کیا ہے اور اسے خلاف ظاہر قرار دیا ہے کہ الفاظ قرآنی کے سراسر خلاف یہ قول ہے۔ پھر اس کے خلاف بہت سی دلیلیں پیش کی ہیں جن میں سے چند ہم نے بھی اوپر بیان کر دی ہیں واللہ اعلم۔

فائدہ: ☆ ☆ ایک نہایت عمدہ اور بہت زبردست فائدہ اس بیان میں اس روایت سے ہوتا ہے جو حافظ ابوالنعمان اصبہانی کتاب دلائل النبوة میں لائے ہیں کہ جب وجہ بن خلیفہ کو رسول اللہ ﷺ نے قیصر روم کے پاس بطور قاصد کے اپنے نام مبارک کے ساتھ بھیجا، یہ گئے بچپنے اور عرب تاجروں کو جو ملک شام میں تھے، ہر قل نے جمع کیا۔ ان میں ابوسفیان صحابہ بن حرب تھا اور اس کے ساتھی کے کے دوسرے کافر بھی تھے۔ پھر اس

نے ان سے بہت سے سوالات کئے جو بخاری و مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں۔ ابوسفیان کی اول سے آخر تک یہی کوشش رہی کہ کسی طرح حضور ﷺ کی برائی اور حقارت اس کے سامنے کرے تاکہ بادشاہ کے دل کا میلان آنحضرت ﷺ کی طرف نہ ہو۔ وہ خود کہتا ہے کہ میں صرف اس خوف سے غلط باتیں کرنے اور تہمتیں دھرنے سے باز رہا کہ کہیں میرا کوئی جھوٹ اس پر کھل نہ جائے۔ پھر تو یہ میری بات کو جھٹلا دے گا اور بڑی ندامت ہوگی۔ اسی وقت دل میں خیال آ گیا اور میں نے کہا، بادشاہ سلامت سنئے میں ایک واقعہ بیان کروں جس سے آپ پر یہ بات کھل جائے گی کہ محمد (ﷺ) بڑے جھوٹے آدمی ہیں۔ سنئے ایک دن وہ کہنے لگا کہ اس رات وہ کے سے چلا اور آپ کی اس مسجد میں یعنی بیت المقدس کی مسجد قدس میں آیا اور پھر واپس صبح سے پہلے کچھ بیچ گیا۔ میری یہ بات سنئے ہی بیت المقدس کا لاٹ پادری جو شاہ روم کی اس مجلس میں اس کے پاس بڑی عزت سے بیٹھا تھا فوراً ہی بول اٹھا کہ یہ بالکل سچ ہے۔ مجھے اس رات کا علم ہے۔ قیصر نے تعجب خیز نظر سے اس کی طرف دیکھا اور ادب سے پوچھا، جناب کو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا، سنئے میری عادت تھی اور یہ کام میں نے اپنے متعلق کر رکھا تھا کہ جب تک مسجد شریف کے تمام دروازے اپنے ہاتھ سے بند نہ کروں سوتا نہ تھا۔ اس رات میں دروازے بند کرنے کو کھڑا ہوا۔ سب دروازے اچھی طرح بند کر دیئے لیکن ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ میں نے ہر چند زور لگایا لیکن کواڑ اپنی جگہ سے سر کا بھی نہیں میں نے اسی وقت اپنے آدمیوں کو آواز دی۔ وہ آئے ہم سب نے مل کر طاقات لگائی لیکن سب کے سب ناکام رہے۔ بس یہ معلوم ہو رہا تھا کہ گویا ہم کسی پہاڑ کو اس کی جگہ سے سر کا ناچا رہے ہیں لیکن اس کا پہرہ تک بھی تو نہیں ہلا۔ میں نے بروہی بلوائے۔ انہوں نے دیکھا۔ بہت ترکیبیں کیں، کوششیں کیں لیکن وہ بھی ہمارے گرد اور کہنے لگے صبح پر اکٹھے چنانچہ دروازہ اس شب یونہی رہا۔ دونوں کواڑ بالکل کھلے رہے۔ صبح ہی جب میں اسی دروازے کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے پاس کونے میں جو چٹان پتھر کی تھی اس میں ایک سوراخ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں رات کو کسی نے کوئی جانور باندھا ہے۔ اس کے اثر اور نشان موجود تھے۔ میں سمجھ گیا اور میں نے اسی وقت اپنی جماعت سے کہا کہ آج کی رات ہماری یہ مسجد کئی نبی کے لئے کھلی رکھی گئی اور اس نے یہاں ضرور نماز ادا کی ہے۔ یہ حدیث بہت لمبی ہے۔

”فائدہ“ حضرت ابو الخطاب عمر بن حیدر اپنی کتاب التوہیدی مولد السراج المنیر میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے معراج کی حدیث وارد کر کے اس کے متعلق نہایت عمدہ کلام کر کے پھر فرماتے ہیں، معراج کی حدیث متواتر ہے۔ حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی، حضرت ابن مسعود، حضرت ابوذر، حضرت مالک بن مصلح، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابوسعید، حضرت ابن عباس، حضرت شداد بن اوس، حضرت ابی بن کعب، حضرت عبدالرحمن بن قرظ، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابولہی، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت جابر، حضرت حذیفہ، حضرت بریدہ، حضرت ابو ایوب، حضرت ابوامامہ، حضرت سرہ بن جندب، حضرت ابوالہرء، حضرت صہیب رومی، حضرت ام ہانی، حضرت عائشہ اور حضرت اسماء وغیرہ سے مروی ہے رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ان میں سے بعض نے تو اسے مطول بیان کیا ہے اور بعض نے مختصر۔ مگر ان میں سے بعض روایتیں سند صحیح نہیں لیکن بالجملہ صحت کے ساتھ واقعہ معراج ثابت ہے اور مسلمان اجماعی طور پر اس کے قائل ہیں۔ ہاں بے شک زندیق اور ملحد لوگ اس کے منکر ہیں۔ وہ اللہ کے نورانی چراغ کو اپنے منہ کی پھوکوں سے بجھا نا چاہتے ہیں۔ لیکن وہ پوری روشنی کے ساتھ چمکتا ہوا رہے گا گو کافروں کو برا لگے۔

وَاتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَاهُ هُدًى لِّبَنِي إِسْرَءِيلَ ۖ
تَتَّخِذُوا مِنْ دُونِي وَكِيلًا ۖ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ ۚ إِنَّهُ
كَانَ عَبْدًا شَكُورًا ۖ وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ فِي الْكِتَابِ

ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اسے بنی اسرائیل کے لیے ہدایت بنادیا کہ تم میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ بنانا ○ اے ان لوگوں کی اولاد جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ چڑھایا تھا وہ تو ہمارا بڑا ہی شکر گزار بندہ تھا ○

طوفان نوح کے بعد: ☆ ☆ (آیت ۲۰-۳۰) آنحضرت ﷺ کے معراج کے واقعہ کے بیان کے بعد اپنے پیغمبر کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر بیان فرماتا ہے۔ قرآن کریم میں عموماً یہ دونوں بیان ایک ساتھ آئے ہیں۔ اسی طرح تورات اور قرآن کا بیان بھی ملا جلا ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ کی کتاب کا نام تورات ہے۔ وہ کتاب بنی اسرائیل کے لئے ہادی تھی۔ انہیں حکم ہوا تھا کہ اللہ کے سوا کسی اور کو ولی اور مددگار اور معبود نہ سمجھیں۔ ہر ایک نبی اللہ کی توحید لے کر آتا رہا ہے۔ پھر انہیں کہا جاتا ہے کہ اے ان بزرگوں کی اولاد جنہیں ہم نے اپنے اس احسان سے نوازا تھا کہ طوفان نوح کی عالمگیر ہلاکت سے انہیں بچالیا اور اپنے پیارے نبی حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر چڑھایا تھا تمہیں اپنے بڑوں کی طرح ہماری شکرگزاری کرنی چاہئے۔ دیکھو میں نے تمہاری طرف اپنے آخری رسول حضرت محمد کو بھیجا ہے۔ مروی ہے کہ حضرت نوح چونکہ کھاتے پیتے اور پہنتے غرض ہر وقت اللہ کی حمد و ثناء بیان فرماتے رہتے تھے اس لئے آپ کو شکرگزار بندہ کہا گیا سنا احمد وغیرہ میں فرمان رسول اللہ ﷺ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے بہت ہی خوش ہوتا ہے جو نوالہ کھائے تو اللہ کا شکر بجالائے اور پانی کا گھونٹ چے تو اللہ کا شکر ادا کرے۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتے رہے۔ شفاعت والی جلی حدیث جو بخاری وغیرہ میں ہے اس میں ہے کہ جب لوگ طلب شفاعت کے لئے حضرت نوح نبی علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو ان سے کہیں گے کہ زمین والوں کی طرف آپ ہی پہلے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شکرگزار بندہ رکھا ہے۔ آپ اپنے رب سے ہماری سفارش کیجئے گا۔

لَتُفْسِدَنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا
فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا أُولَىٰ بَأْسٍ
شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ○

ہم نے بنو اسرائیل کے لئے ان کی کتاب میں صاف صاف فیصلہ کر دیا تھا کہ تم زمین میں دوبار فساد برپا کرو گے اور تم بڑی زبردست زیادتیاں کرنے لگو گے ○ ان دونوں وعدوں میں سے پہلے کے آتے ہی ہم تمہارے مقابلہ پر اپنے ان بندوں کو اٹھا کھڑا کریں گے جو بڑے ہی اڑاکا ہوں گے۔ پس وہ تمہارے گھروں کے اندر تک پھیل پڑیں گے اللہ کا یہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا ○

چشین گوئی: ☆ ☆ (آیت ۳۰-۶۰) کتاب بنی اسرائیل پر اتری تھی اس میں ہی اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے ہی سے خبر دے دی تھی کہ وہ زمین پر دومرہ سرکشی کریں گے اور سخت فساد برپا کریں گے پس یہاں پر قضینا کے معنی مقرر کر دینا اور پہلے ہی سے خبر دے دینا کے ہیں۔ جیسے آیت وَنُفِثْنَا إِلَيْهِ ذَلِكَ الْأَمْرَ میں یہی معنی ہیں۔ پس ان کے پہلے فساد کے وقت ہم نے اپنی مخلوق میں سے ان لوگوں کو ان پر مسلط کیا جو بڑے ہی لڑنے والے تھے سخت جان اور ساز و سامان سے پورے لیس تھے۔ وہ ان پر چھا گئے ان کے شہر چھین لئے لوث مار کر کے ان کے گھروں تک کو خالی کر کے بے خوف و خطر واپس چلے گئے اللہ کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ جاوٹ کا لشکر تھا۔ پھر اللہ نے بنی اسرائیل کی مدد کی اور یہ حضرت طالوت کی بادشاہت میں پھر لڑے اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جاوٹ کو قتل کیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ موصل کے بادشاہ بخاریب اور اس کے لشکر نے ان پر فوج کشی کی تھی۔ بعض کہتے ہیں بائبل کا بادشاہ بخت نصر چڑھ آیا تھا۔

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَزَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَ
 جَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۚ إِنَّ أَحْسَنَهُمْ أَحْسَنُتُمْ لَأَنْفُسِكُمْ
 وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ
 وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا
 عَلَوْا تَتْبِيرًا ۚ عَلَىٰ رَبِّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُمْ وَإِنْ عُدتُمْ
 عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا ۝

پھر ہم ان پر تمہارا غلبہ پھیریں گے اور مال اولاد سے تمہاری مدد فرمائیں گے اور تمہیں بڑے تھے والا کریں گے ○ اگر تم نے اچھے کام کئے تو خود اپنے ہی فائدے کے لیے اچھے کام کرو گے اور اگر تم نے برائیاں کیں تو بھی اپنے ہی لئے۔ پھر جب دوسرا وعدہ آئے گا تو وہ تمہارے منہ بکاؤ دیں گے اور پہلی دفعہ کی طرح پھر اسی مسجد میں محسوس جائیں گے اور جس جس چیز پر قابو پائیں گے تو دُعا چھوڑ کر جسے اکھاڑ دیں گے ○ تمہارا رب تو اس بات پر ہے کہ تم پر رحم کرنے ہاں اگر تم پھر بھی وہی کرنے لگے تو ہم بھی دوبارہ ایسا ہی کریں گے ہم نے منکر دل کا قید خانہ جہنم کو تیار رکھا ہے ○

ابن ابی حاتم نے یہاں پر ایک عجیب و غریب قصہ نقل کیا ہے کہ کس طرح اس شخص نے بتدریج ترقی کی تھی ○ اولاً یہ ایک فقیر تھا۔ بڑا رہتا تھا اور بھیک مانگ کر گزارہ کرتا تھا۔ پھر تو بیت المقدس تک اس نے فتح کر لیا اور وہاں پر بنی اسرائیل کو بے دریغ نقل کیا۔ ابن جریر نے اس آیت کی تفسیر میں ایک مطول مرفوع حدیث بیان کی ہے جو محض موضوع ہے اور اس کے موضوع ہونے میں کسی کو ذرا سماجی شک نہیں ہو سکتا۔ تعجب ہے کہ باوجود اس قدر وافر علم کے حضرت امام صاحب نے یہ حدیث وارد کر دی۔ ہمارے استاد شیخ حافظ علامہ ابو الحجاج حزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے اور کتاب کے حاشیہ پر لکھ بھی دیا ہے۔ اس باب میں بنی اسرائیل کی روایتیں بھی بہت سی ہیں لیکن ہم انہیں وارد کر کے بے فائدہ اپنی کتاب کو طول دینا نہیں چاہتے کیونکہ ان میں سے بعض تو موضوع ہیں اور بعض گواہی نہ ہوں لیکن بھلا اللہ ہمیں ان روایتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ کتاب اللہ نے ہمیں ان چیزوں کا محتاج نہیں رکھا۔ مطلب صرف اس قدر ہے کہ بنی اسرائیل کی سرکشی کے وقت اللہ نے ان کے دشمن ان پر مسلط کر دیے جنہوں نے انہیں خوب مزہ چکھایا بُری طرح درگت بنائی ان کے ہاں بچوں کو تہ تیغ کیا انہیں اس قدر ذلیل کیا کہ ان کے گھروں تک میں گھس کر ان کا ستیاناس کیا اور ان کی سرکشی کی پوری سزا دی۔ انہوں نے بھی ظلم و زیادتی میں کوئی کسر اٹھائیں رکھی تھی۔ عوام تو عوام انہوں نے تینوں کے گلے کاٹے تھے علماء کو سزا مارا قتل کیا تھا۔ بخت نصر ملک شام پر غالب آیا۔ بیت المقدس کو ویران کر دیا۔ وہاں کے باشندوں کو قتل کیا پھر دمشق پہنچا یہاں دیکھا کہ ایک سخت پتھر پر خون جوش مار رہا ہے۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا ہم نے تو اسے باپ دادوں سے اسی طرح دیکھا ہے۔ یہ خون برابر بہتا رہتا ہے۔ ٹھہرتا نہیں۔ اس نے وہیں پر قتل عام شروع کر دیا۔ ستر ہزار مسلمان وغیرہ اس کے ہاتھوں یہاں قتل ہوئے۔ پس وہ خون ٹھہر گیا۔ اس نے علماء اور حفاظ کو اور تمام شریف اور ذی عزت لوگوں کو بیدردی سے قتل کیا۔ ان میں کوئی بھی حافظ تو رات نہ بچا۔ پھر قید کرنا شروع کیا۔ ان قیدیوں میں نبی زادے بھی تھے۔ غرض ایک لرزہ خیز ہنگامہ ہوا لیکن چونکہ صحیح روایتوں سے بلکہ صحت کے قریب والی روایتوں سے بھی تفصیلات نہیں ملتی اس لئے ہم نے انہیں چھوڑ دیا ہے واللہ اعلم۔

پھر فرماتا ہے تَبٰیئِلْہُمْ لَہٗ بِیْ اَیِّ بَہْلَآ کَرَتَا ہُوَ اَوْرَیْ اَلْیَہِ لَہٗ اَلْاَحْقِیْقَیْۃُ مِیْنِ اَہْنَاہِیْ اَبْرَا کَرَتَا ہُوَ حَیْثُہٗ اَرْشَادُہٗ۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖۤ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلٰہِیْہَا جَوْشَعٰی نِیْکَ کَامٍ کَرُوْہُ اَسَ لَہٗ اَسَ لَہٗ اَوْرَ جُو بَرَاہِیْ کَرْنِ اَسَ کَا بُو جُوہِیْ اِیْیَیْ پَر

ہے۔ پھر جب دوسرا وعدہ اور پھر بنی اسرائیل نے اللہ کی نافرمانیوں پر کلمے عام کر کر لی اور بیباکی اور بے حیائی کے ساتھ ظلم کرنے شروع کر دیئے تو پھر ان کے دشمن چڑھ دوڑے کہ وہ ان کی شکلیں بگاڑ دیں اور بیت المقدس کی مسجد جس طرح پہلے انہوں نے اپنے قبضے میں کر لی تھی اب پھر دوبارہ کر لیں اور جہاں تک بن پڑے ہر چیز کا ستیاناس کر دیں چنانچہ یہ بھی ہو کر رہا۔ تمہارا رب تو ہے ہی رحم و کرم کرنے والا اور اس سے نا امید یا ناز یا بے بہت ممکن ہے کہ پھر سے دشمنوں کو پست کر دے۔ ہاں یہ یاد رہے کہ ادھر تم نے سزا اٹھایا، ادھر ہم نے تمہارا سراسر پکلا۔ ادھر تم نے نساہ چایا، ادھر ہم نے تمہیں برباد کیا۔ یہ تو ہوئی دنیوی سزا۔ ابھی آخرت کی زبردست اور غیر فانی سزا باقی ہے۔ جہنم کافروں کا قید خانہ ہے جہاں سے نہ وہ نکل سکیں نہ چھوٹ سکیں نہ بھاگ سکیں۔ ہمیشہ کے لئے ان کا اوڑھنا بچھونا ہی ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر بھی انہوں نے سزا اٹھایا اور بالکل فرمان الہی کو چھوڑا اور مسلمانوں سے ٹکرائے تو اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ ﷺ کو ان پر غالب کیا اور انہیں ذلیل ہو کر جیہ دینا پڑا۔

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ
الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝ وَأَنَّ
الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ آعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝

یقیناً یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو بہت ہی سیدھا ہے اور ایمان والوں کو جو نیک اعمال کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے ○
اور یہ کہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ○

بہترین راہنما قرآن حکیم ہے: ☆ ☆ (آیت: ۹-۱۰) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی پاک کتاب کی تعریف میں فرماتا ہے کہ یہ قرآن بہترین راہ کی طرف رہبری کرتا ہے۔ ایماندار جو ایمان کے مطابق فرمان نبوی پر عمل بھی کریں انہیں یہ بشارتیں سناتا ہے کہ ان کے لئے اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔ انہیں بے شمار ثواب ملے گا۔ اور جو ایمان سے خالی ہیں انہیں یہ قرآن قیامت کے دن کے دردناک عذابوں کی خبر دیتا ہے جیسے فرمان ہے فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ انہیں المناک عذابوں کی خبر پہنچا دے۔

وَيَذِيعُ الْإِنْسَانُ بِالْأَشْرِ دُعَايَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ۝
وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحْوُومًا آيَةً اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ
النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ
السِّنِينَ وَالْحِسَابِ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا ۝

انسان برائی کی دعائیں مانگتے لگتا ہے بالکل اس کی اپنی بھلائی کی دعا کی طرح انسان ہے ہی بڑا جلد باز ○ ہم نے رات اور دن کو اپنی قدرت کے نشان بنائے ہیں۔ رات کی نشانی کو تو ہم نے پلور کر دیا ہے اور دن کی نشانی کو منور دکھانے والی بنائی ہے تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور اس لئے بھی کہ برسوں کا شمار اور حساب معلوم کر سکو۔ اور ہر چیز کو ہم نے خوب تفصیل سے بیان فرما دیا۔ ○

بدوع اور انسان: ☆ ☆ (آیت: ۱۱) یعنی انسان کبھی کبھی دل گیر اور ناامید ہو کر اپنی سخت غلطی سے خود اپنے لئے برائی کی دعا مانگتے لگتا ہے۔ کبھی اپنے مال و اولاد کے لئے بددعا کرنے لگتا ہے۔ کبھی موت کی، کبھی ہلاکت کی، کبھی بربادی اور لعنت کی۔ لیکن اس کا اللہ اس پر خود اس سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ ادھر وہ دعا کرے، ادھر وہ قبول فرمائے تو ابھی ہلاک ہو جائے۔ حدیث میں بھی ہے کہ اپنی جان و مال کے لئے بد

دعا نہ کرو ایسا نہ ہو کہ کسی قبولیت کی ساعت میں کوئی ایسا بدکلمہ زبان سے نکل جائے۔ اس کی وجہ صرف انسان کی اضطرابی حالت اور ان کی جلد بازی ہے یہ ہر ہی جلد باز۔ حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس موقعہ پر حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ ابھی بیرون تلے روح نہیں پہنچی تھی کہ آپ نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا، روح سر کی طرف سے آ رہی تھی، ناک تک پہنچی تو چھینک آئی، آپ نے کہا، الحمد للہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **يَا رَحْمَتُكَ يَا اَدَمُ** اے آدم تجھ پر تیرا رب رحم کرے۔ جب آنکھوں تک پہنچی تو آنکھیں کھول کر دیکھنے لگے۔ جب اور نیچے کے اعضاء میں پہنچی تو خوشی سے اپنے آپ کو دیکھنے لگے۔ ابھی بیرون تک نہیں پہنچی جو چلنے کا ارادہ کیا لیکن نہ چل سکے تو دعا کرنے لگے کہ اے اللہ رات سے پہلے روح آ جائے۔

دن اور رات کے فوائد: ☆ ☆ (آیت ۱۲) اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے دو کا یہاں بیان فرماتا ہے کہ دن رات اس نے الگ الگ طرح کے بنائے۔ رات آرام کے لئے، دن تلاش معاش کے لئے کہ اس میں کام کاج کرو، صنعت و حرفت کرو، سیر و سفر کرو۔ رات دن کے اختلاف سے دنوں کی بھجوں کی، مہینوں کی، برسوں کی گنتی معلوم کر سکتا کہ لین دین میں، معاملات میں، قرض میں، مدت میں، عبادت کے کاموں میں سہولت اور پہچان ہو جائے۔ اگر ایک ہی وقت رہتا تو بڑی مشکل ہو جاتی۔ سچ ہے اگر اللہ چاہتا تو ہمیشہ رات ہی رات رکھتا۔ کوئی اتنی قدرت نہیں رکھتا کہ دن کر دے اور اگر وہ ہمیشہ دن ہی دن رکھتا تو کس کی مجال تھی کہ رات لادے؟ یہ نشانات قدرت سننے دیکھنے کے قابل ہیں۔ یہ اسی کی رحمت ہے کہ رات سکون کے لئے بنائی اور دن تلاش معاش کے لئے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے لگا تار آنے والے بنایا تا کہ شکر و فصاحت کا ارادہ رکھنے والے کا مایاب ہو سکیں۔ اسی کے ہاتھ رات دن کا اختلاف ہے۔ وہ رات کا پردہ دن پر اور دن کا نقاب رات پر چڑھا دیتا ہے۔ سورج چاند اسی کی اتھتی میں ہے۔ ہر ایک اپنے مقررہ وقت پر چل پھر رہا ہے۔ وہ اللہ غالب اور غفار ہے۔ صبح کا چاکر کرنے والا ہے۔ اسی نے رات کو سکون والی بنایا ہے اور سورج چاند کو مقرر کیا ہے۔ یہ اللہ عزیز و حلیم کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔ رات اپنے اندھیرے سے اور چاند کے ظاہر ہونے سے پہچانی جاتی ہے اور دن روشنی سے اور سورج کے چڑھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ سورج چاند دونوں ہی روشن اور منور ہیں لیکن ان میں بھی پورا تفاوت رکھا کہ ہر ایک پہچان لیا جاسکے۔ سورج کو بہت روشن اور چاند کو نورانی اسی نے بنایا ہے۔ منزلیں اسی نے مقرر کی ہیں تا کہ حساب اور سال معلوم ہوں۔ اللہ کی یہ پیدائش حق ہے الخ۔ قرآن میں ہے لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ بدے کہ وہ لوگوں کے لئے اوقات ہیں اور سورج کے لئے بھی الخ۔ رات کا اندھیرا ہٹ جاتا ہے۔ دن کا اجالا آ جاتا ہے۔ سورج دن کی علامت ہے۔ چاند رات کا نشان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چاند کو کچھ سیاحی والا پیدا کیا ہے۔ پس رات کی نشانی چاند کو بہ نسبت سورج کے ماند کر دیا ہے اس میں ایک طرح کا دھبہ رکھ دیا ہے۔ ابن الکواء نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ چاند میں یہ جھمکیں کیسی ہیں؟ آپ نے فرمایا اس کا بیان اس آیت میں ہے کہ ہم نے رات کے نشان یعنی چاند میں سیاہ دھند کا ڈال دیا اور دن کا نشان خوب روشن ہے۔ یہ چاند سے زیادہ منور اور چاند سے بہت بڑا ہے، دن رات کو وہ نشانیاں مقرر کر دی ہیں۔ پیدائش ہی ان کی اسی طرح کی ہے۔

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَبْعَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

كِتَابًا يَتْلُوهُ مَنْشُورًا ۚ اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ

حَسِيبًا ۝۱۶

ہم نے ہر انسان کی برائی بھلائی کو اس کے گلے لگا دیا ہے۔ اور بروز قیامت ہم اس کے سامنے اس کا نامہ اعمال نکالیں گے جسے وہ اپنے روبرو دکھلاوے گا ○

لے خودی اپنی کتاب آپ ہی پڑھ لے آج تو تو آپ ہی اپنا خود حساب لینے کو کافی ہے ۵

انسان کے اعمال: ☆ ☆ (آیت ۱۳-۱۴) اوپر کی آیتوں میں زمانے کا ذکر کیا جس میں انسان کے اعمال ہوتے ہیں اب یہاں فرمایا ہے کہ اس کا جو عمل ہوتا ہے، بھلا ہو یا برا وہ اس پر چمک جاتا ہے۔ بدلہ ملے گا۔ نیکی کا نیک بدلہ خواہ وہ کتنی ہی کم مقدار میں کیوں نہ ہو؟ جیسے فرمان ہے ذرہ برابر کی خیر اور اتنی ہی شر شخص قیامت کے دن دیکھ لے گا۔ اور جیسے فرمان ہے دائیں اور بائیں جانب وہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی بات منہ سے نکلے وہ اسی وقت لکھ لیتے ہیں۔ اور جگہ ہے وَإِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ اَنْ تَقْرَمَ تَنْكَبْہَا ہیں جو بزرگ ہیں اور لکھنے والے ہیں۔ تمہارے ہر ہر فعل سے باخبر ہیں۔ اور آیت میں ہے تمہیں صرف تمہارے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ اور جگہ ہے ہر برائی کرنے والے کو سزا دی جائے گی۔ مقصود یہ ہے کہ ابن آدم کے چھوٹے بڑے ظاہر و باطن نیک و بد اعمال صبح شام دن رات برابر لکھے جا رہے ہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں البتہ ہر انسان کی شامت عمل اس کی گردن میں ہے۔ ابن لہیعہ فرماتے ہیں یہاں تک کہ شگون لینا بھی، لیکن اس حدیث کی تفسیر غریب ہے واللہ اعلم۔

اس کے اعمال کے مجموعے کی کتاب قیامت کے دن یا اس کے دائیں ہاتھ میں دی جائے گی یا بائیں میں۔ نیکوں کے دائیں ہاتھ میں اور بدوں کے بائیں ہاتھ میں ہوگی کہ وہ بھی پڑھ لے اور دوسرے بھی دیکھ لیں۔ اس کی تمام عمر کے کل عمل اس میں لکھے ہوئے ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے یُنَبِّئُوا الْاِنْسَانَ یَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ اِنْھ اس دن انسان اپنے تمام اگلے پچھلے اعمال سے خبردار کر دیا جائے گا۔ انسان تو اپنے معاملے میں خود ہی جت ہے گو وہ اپنی بے گناہی کے کتنے ہی بہانے پیش کر دے۔ اس وقت اس سے فرمایا جائے گا کہ تو خوب جانتا ہے کہ تجھ پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اس میں وہی لکھا گیا ہے جو تو نے کیا ہے۔ اس وقت چونکہ بھولی بھری چیزیں بھی یاد آ جائیں گی اس لئے درحقیقت کوئی عذر پیش کرنے کی محاش نہ رہے گی۔ پھر سامنے کتاب ہے جو پڑھ رہا ہے خواہ وہ دنیا میں ان پڑھ ہی تھا لیکن آج ہر شخص اسے پڑھ لے گا۔ گردن کا ذکر خاص طریقے پر اس لئے کیا کہ وہ ایک مخصوص حصہ ہے۔ اس میں جو چیز لٹکا دی گئی ہو چمک گئی ضروری ہوگی شاعروں نے بھی اسی خیال کو ظاہر کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے بیماری کا شعلہ ہوتا کوئی چیز نہیں فال کوئی چیز نہیں ہر انسان کا عمل اس کے گلے کا ہار ہے۔ اور روایت میں ہے کہ ہر انسان اس کا شگون اس کے گلے کا ہار ہے۔ آپ کا فرمان ہے کہ ہر دن کے عمل پر مہر لگ جاتی ہے۔ جب مومن بیمار پڑتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اے اللہ تو نے فلاں کو توروک لیا ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرماتا ہے اس کے جو عمل تھے وہ برابر لکھتے جاؤ یہاں تک کہ میں اسے تندرست کر دوں یا فوت کر دوں۔ قنادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں طائر سے مراد گل ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اے ابن آدم تیرے دائیں بائیں فرشتے بیٹھے ہیں، سمجھنے کھلے رکھے ہیں، دفنی جانب والا نیکیاں اور بائیں طرف والا بدیاں لکھ رہا ہے۔ اب تجھے اختیار ہے نیکی کر یا بدی، کم کر یا زیادہ، تیری موت پر یہ دفتر لپیٹ دیئے جائیں گے اور تیری قبر میں تیری گردن میں لٹکا دیئے جائیں گے۔ قیامت کے دن کھلے ہوئے تیرے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے اور تجھ سے کہا جائے گا لے اپنا نامہ اعمال خود پڑھ لے اور تو ہی حساب اور انصاف کر لے۔ اللہ کی قسم وہ بڑا اسی عادل ہے جو تیرا معاملہ تیرے ہی سپرد کر رہا ہے۔

مَنْ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ
عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ
نَبْعَثَ رَسُولًا ۝

جوراء راست حاصل کر لئے وہ خود اپنے ہی پہلے کے لئے راہ یافتہ ہوتا ہے اور جو بھگ جائے اس کا بوجھ باراسی کے اوپر ہے کوئی بوجھ والا کسی اور کا بوجھ اپنے اوپر نہ لادے گا۔ ہماری عادت نہیں کہ رسول بھیجے سے پہلے ہی عذاب کرنے لگیں ○

اچھے یا برے اعمال انسان کے اپنے لیے ہیں: ☆ ☆ (آیت: ۱۵) جس نے راہ راست اختیار کی حق کی اتباع کی نبوت کی مانی اس کے اپنے حق میں اچھائی ہے اور جو حق سے ہٹا صحیح براہ سے پھراس کا وبال اسی پر ہے کوئی کسی کے گناہ میں پکڑا نہ جائے گا۔ ہر ایک کا عمل اسی کے ساتھ ہے۔ کوئی نہ ہوگا دوسرے کا بوجھ بنائے اور جگر قرآن میں ہے وَلَيَكْحِلُنَّ اَنْفَعَالَهُمْ وَ اَنْفَعَالًا مَّعَ اَنْفَعَالِهِمْ اور آیت میں ہے وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَ نَفْسَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ یعنی اپنے بوجھ کے ساتھ یہ ان کے بوجھ بھی اٹھائیں گے جنہیں انہوں نے ہٹا رکھا تھا۔ لہذا ان دونوں مضمونوں میں کوئی نفی کا پہلو نہ سمجھا جائے اس لئے کہ گمراہ کرنے والوں پر ان کے گمراہ کرنے کا بوجھ ہے نہ کہ ان کے بوجھ ہلکے کئے جائیں گے اور ان پر لادے جائیں گے۔ ہمارا عادل اللہ ایسا نہیں کرتا۔ پھر اپنی ایک اور رحمت بیان فرماتا ہے کہ وہ رسول ﷺ کے پیچھے سے پہلے کسی امت کو عذاب نہیں کرتا۔ چنانچہ سورہ تبارک میں ہے کہ دوزخیوں سے داروغے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والے نہیں آئے تھے؟ وہ جواب دیں گے بے شک آئے تھے لیکن ہم نے انہیں سچا نہ جانا انہیں جھٹلایا اور صاف کہہ دیا کہ تم تو یونہی بک رہے ہو دوسرے سے یہ بات ہی ان ہوتی ہے کہ اللہ کسی پر کچھ اتارے۔ اسی طرح جب یہ لوگ جہنم کی طرف کشاں کشاں پہنچائے جا رہے ہوں گے اس وقت بھی داروغے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم میں سے ہی رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے رب کی آیتیں تمہارے سامنے پڑھتے ہوں اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے ہوں؟ یہ جواب دیں گے کہ ہاں یقیناً آئے لیکن کل عذاب کا فردوں پر ٹھیک اتر اور آیت میں ہے کفار جہنم میں پڑے پیچ رہے ہوں گے کہ اے اللہ ہمیں اس سے نکال تو ہم اپنے قدیم کثرت چھوڑ کر اب نیک اعمال کریں گے۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ کیا میں نے تمہیں اتنی لمبی عمر نہیں دی تھی؟ تم اگر نصیحت حاصل کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے اور میں نے تم میں اپنے رسول بھی بھیجے تھے جنہوں نے خوب آگاہ کر دیا تھا۔ اب تو عذاب برداشت کرو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ الغرض اور بھی بہت آیتوں سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر رسول بھیجے کسی کو جہنم میں نہیں بھیجتا۔

صحیح بخاری میں آیت اِنْ رَحِمَ اللّٰهُ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ کی تفسیر میں ایک لمبی حدیث مروی ہے جس میں جنت دوزخ کا کلام ہے۔ پھر ہے کہ جنت کے بارے میں اللہ اپنی مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہ کرے گا اور وہ جہنم کے لئے ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا جو اس میں ڈال دی جائے گی جہنم کبھی رہے گی کہ کیا ابھی اور زیادہ ہے؟ اس کی بابت علما کی ایک جماعت نے بہت کچھ کلام کیا ہے دراصل یہ جنت کے بارے میں ہے اس لئے کہ وہ دار فضل ہے اور جہنم دار عدل ہے اس میں بغیر عذر توڑے بغیر جت ظاہر کے کوئی داخل نہ کیا جائے گا۔ اس لئے حفاظ حدیث کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ راوی کو اس میں الٹا یاد رہ گیا اور اس کی دلیل بخاری و مسلم کی وہ روایت ہے جس میں اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ دوزخ نہ پرنے ہوگی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں اپنا قدم رکھ دے گا۔ اس وقت وہ کہے گی بس اور اس وقت بھر جائے گی اور چاروں طرف سے سمٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہ کرے گا۔ ہاں جنت کے لئے ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ کافروں کے جو نابالغ چھوٹے بچپن میں مر جاتے ہیں اور جو بوانے لوگ ہیں اور نیم بہرے اور جو ایسے زمانے میں گزرے ہیں جس وقت زمین پر کوئی رسول یا دین کی صحیح تعلیم نہیں ہوتی اور انہیں دعوت اسلام نہیں پہنچتی اور جو بالکل بڑھے حواس باختہ ہوں ان کے لئے کیا حکم ہے؟ اس بارے میں شروع سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ ان کے بارے میں جو حدیثیں ہیں وہ میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں پھر انہی کا کلام بھی مختصر ذکر کروں گا اللہ تعالیٰ مدد کرے۔

پہلی حدیث مسند احمد میں ہے چار قسم کے لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے گفتگو کریں گے ایک تو بالکل بہرا آدی جو کچھ بھی نہیں سنا اور دوسرا بالکل احمق پاگل آدی جو کچھ بھی نہیں جانتا تیسرے بالکل بڑھا چوس آدی جس کے حواس درست نہیں چوتھے وہ لوگ جو ایسے زمانوں میں گزرے ہیں جن میں کوئی پیغمبر یا اس کی تعلیم موجود نہ تھی۔ بہرا تو کہے گا 'اسلام آ یا لیکن میرے کان میں کوئی آواز نہیں پہنچی' دیوانہ کہے گا کہ اسلام آ یا لیکن میری حالت تو یہی ہے کہ بچہ مجھ پر بیگنیاں پھینک رہے تھے اور بالکل بڑھے ہوئے حواس آدی کہیں گے کہ اسلام آ یا لیکن میرے ہوش و حواس ہی درست نہ تھے جو میں سمجھ سکتا رسولوں کے زمانوں کا اور ان کی تعلیم کو موجود نہ پانے والوں کا قول ہوگا کہ نہ رسول آئے نہ میں نے حق پایا پھر میں کیسے عمل کرتا؟ اللہ تعالیٰ ان کی طرف پیغام بھیجے گا کہ اچھا جاؤ جہنم میں کوڈ جاؤ اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر وہ فرمان برداری کر لیں اور جہنم میں کوڈ پڑیں تو جہنم کی آگ ان پر ٹھنڈک اور سلامتی ہو جائے گی۔ اور روایت میں ہے کہ جو کوڈ پڑیں گے ان پر تو سلامتی اور ٹھنڈک ہو جائے گی اور جو رکس گئے انہیں حکم عدولی کے باعث گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ابن جریر میں اس حدیث کے بیان کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان بھی ہے کہ اگر تم چاہو تو اس کی تصدیق میں کلام اللہ کی آیت وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ اِلَّا بِظَهْلٍ

دوسری حدیث ابوداؤد طیالسی میں ہے کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ابو ہریرہ مشرکوں کے بچوں کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ گنہگار نہیں جو دوزخ میں عذاب کئے جائیں اور نیکوکار بھی نہیں کہ جنت میں بدلہ دیئے جائیں۔

تیسری حدیث ابویعلیٰ میں ہے کہ ان چاروں کے عذر سن کر جناب باری فرمائے گا کہ اوروں کے پاس تو میں اپنے رسول بھیجتا تھا لیکن تم سے میں آپ کہتا ہوں کہ جاؤ اس جہنم میں چلے جاؤ جہنم میں سے بھی فرمان برداری سے ایک گردن اونچی ہوگی اس فرمان کو سننے ہی وہ لوگ جو نیک طبع ہیں فوراً دوڑ کر اس میں کوڈ پڑیں گے اور جو بد باطن ہیں وہ کہیں گے اللہ پاک ہم اسی سے بچنے کے لئے تو یہ عذر معذرت کر رہے تھے اللہ فرمائے گا جب تم خود میری نہیں مانتے تو میرے رسولوں کی کیا مانتے اب تمہارے لئے فیصلہ یہی ہے کہ تم جہنمی ہو اور ان فرمانبرداروں سے کہا جائے گا کہ تم بے شک جنتی ہو تم نے اطاعت کر لی۔

چوتھی حدیث مسند حافظ ابویعلیٰ موصلیٰ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کی اولاد کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہے۔ پھر مشرکین کی اولاد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہے تو کہا گیا یا رسول اللہ انہوں نے کوئی عمل تو نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا ہاں لیکن اللہ انہیں بخوبی جانتا ہے۔

پانچویں حدیث۔ حافظ ابوبکر احمد بن عمر بن عبدالحق بزار رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اہل جاہلیت اپنے بوجھ اپنی کردوں پر لادے ہوئے آئیں گے اور اللہ کے سامنے عذر کریں گے کہ نہ ہمارے پاس تیرے رسول پہنچے نہ ہمیں تیرا کوئی حکم پہنچا اگر ایسا ہوتا تو ہم جی کھول کر مان لیتے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اچھا اب اگر حکم کرو تو مان لو گے؟ وہ کہیں گے ہاں ہاں بے شک بلا چون و چرا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا اچھا جاؤ جہنم کے پاس جا کر اس میں داخل ہو جاؤ یہ چلیں گے یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اب جو اس کا جوش اور اس کی آواز اور اس کے عذاب دیکھیں گے تو واپس آ جائیں گے اور کہیں گے اللہ ہمیں اس سے تو بچالے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا دیکھو تم اقرار کر چکے ہو کہ میری فرمانبرداری کرو گے پھر یہ تا فرمانی کیوں؟ وہ کہیں گے اچھا اب اسے مان لیں گے اور کہیں

گزریں گے چنانچہ ان سے مضبوط عہد و پیمان لئے جائیں گے پھر یہی حکم ہوگا یہ جائیں گے اور پھر خوفزدہ ہو کر واپس لوٹیں گے اور کہیں گے اے اللہ ہم تو ڈر گئے ہم سے تو اس فرمان پر کار بند نہیں ہوا جاتا۔ اب جناب باری فرمائے گا تم نافرمانی کر چکے اب جاؤ ذلت کے ساتھ جہنمی بن جاؤ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر پہلی مرتبہ یہ حکم الہی اس میں کود جاتے تو آتش دوزخ ان پر سرد پڑ جاتی اور ان کا ایک رواں بھی نہ جلاتی۔ امام بزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث کا متن معروف نہیں۔ ایوب سے صرف عبادی روایت کرتے ہیں اور عباد سے صرف ریحان بن سعید ہی روایت کرتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اسے ابن حبان نے نقل کیا ہے۔ یحییٰ بن یمن اور نسائی کہتے ہیں ان میں کوئی ڈر خوف کی بات نہیں۔ ابو داؤد نے ان سے روایت نہیں کی۔ ابو حاتم کہتے ہیں یہ شیخ ہیں۔ ان میں کوئی حرج نہیں۔ ان کی حدیثیں لکھائی جاتی ہیں اور ان سے دلیل نہیں لی جاتی۔

چھٹی حدیث۔ امام محمد بن یحییٰ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ روایت لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے خالی زمانے والے اور محنوں اور بچے اللہ کے سامنے آئیں گے۔ ایک کبے کا میرے پاس تیری کتاب پہنچی ہی نہیں، مجھ کو کبے کا میں بھلائی برائی کی تمیز ہی نہیں رکھتا، بچے کہے گا میں نے کبھ کو بھگوا بلوغت کا زمانہ پایا ہی نہیں۔ اسی وقت ان کے سامنے آگ شعلے مارنے لگے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے بنادو تو جو لوگ آئندہ نیکی کرنے والے تھے وہ تو طاعت گزار ہو جائیں گے اور جو اس عذر کے ہٹ جانے کے بعد بھی نافرمانی کرنے والے تھے وہ رک جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب تم میری ہی براہ راست نہیں مانتے تو میرے پیغمبروں کی کیا مانتے؟

ساتویں حدیث۔ انہی تین شخصوں کے بارے میں اوپر والی حدیثوں کی طرح۔ اس میں یہ بھی ہے کہ جب یہ جہنم کے پاس پہنچیں گے تو اس میں سے ایسے شعلے بلند ہوں گے کہ یہ سمجھ لیں گے کہ یہ تو ساری دنیا کو جلا کر بھسم کر دیں گے دوڑتے ہوئے واپس لوٹ آئیں گے۔ پھر دوبارہ یہی ہوگا۔ اللہ عز و جل فرمائے گا تمہاری پیدائش سے پہلے ہی تمہارے اعمال کی مجھے خبر تھی۔ میں نے علم ہوتے ہوئے تمہیں پیدا کیا تھا۔ اسی علم کے مطابق تم ہو۔ اے جہنم انہیں دبوچ لے چنانچہ اسی وقت آگ انہیں لقمہ بنا لے گی۔

آٹھویں حدیث۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ان کے اپنے قول سمیت پہلے بیان ہو چکی ہے۔ صحیحین میں آپ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر بچہ دین اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی یا مجوسی بنالیتے ہیں جیسے کہ بکری کے صحیح سالم بچے کے کان کاٹ دیا کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا حضور ﷺ اگر وہ بچپن میں ہی مر جائے تو؟ آپ نے فرمایا اللہ کون ان کے اعمال کی صحیح اور پوری خبر تھی۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ مسلمان بچوں کی کفالت جنت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سپرد ہے۔ صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو موحّد کی شکل میں بنایا ہے۔ ایک روایت میں اس کے ساتھ ہی مسلمان کا لفظ بھی ہے۔

نویں حدیث۔ حافظ ابوبکر براقانی اپنی کتاب المستخرج علی البخاری میں روایت لائے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے باؤاز بلند دریافت کیا کہ مشرکوں کے بچے بھی؟ آپ نے فرمایا! مشرکوں کے بچے بھی۔ طبرانی کی حدیث میں ہے کہ مشرکوں کے بچے اہل جنت کے خادم بنائے جائیں گے۔

دسویں حدیث۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ جنت میں کون کون جائیں گے؟ آپ نے فرمایا! نبی اور شہید بچے اور زندہ درگور کئے ہوئے بچے۔ علماء میں سے بعض کا مسلک تو یہ ہے کہ ان کے بارے میں ہم توقف کرتے ہیں خاموش ہیں ان کی دلیل بھی گزر چکی۔ بعض کہتے ہیں یہ جنتی ہیں ان کی دلیل معراج والی وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری شریف میں حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ

عند سرمدی ہے کہ آپؐ نے اپنے اس خواب میں ایک شیخ کو ایک جنتی درخت تلے دیکھا جن کے پاس بہت سے بچے تھے۔ سوال پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور ان کے پاس یہ بچے مسلمانوں کی اور مشرکوں کی اولاد ہیں، لوگوں نے کہا حضور ﷺ مشرکین کی اولاد بھی؟ آپؐ نے فرمایا ہاں مشرکین کی اولاد بھی۔ بعض علماء فرماتے ہیں یہ دوزخی ہیں کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ وہ اپنے باپوں کے ساتھ ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں ان کا امتحان قیامت کے میدانوں میں ہو جائے گا۔ اطاعت گزار جنت میں جائیں گے۔ اللہ اپنے سابق علم کا اظہار کر کے پھر انہیں جنت میں پہنچائے گا اور بعض بھلا اپنی نافرمانی کے جو اس امتحان کے وقت ان سے سرزد ہوگی اور اللہ تعالیٰ اپنا پہلا علم آشکارا کر دے گا اس وقت انہیں جہنم کا حکم ہوگا۔ اس مذہب سے تمام حدیثیں اور مختلف دلیل جمع ہو جاتی ہیں اور پہلے کی حدیثیں جو ایک دوسری کو تقویت پہنچاتی ہیں اس معنی کی کئی ایک ہیں۔

شیخ ابوالحسن علی بن اسماعیل اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے یہی مذہب اہل سنت والجماعت کا نقل فرمایا ہے اور اسی کی تائید امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاعتقاد میں کی ہے۔ اور بھی بہت سے محققین علماء اور پرکھ والے حافظوں نے یہی فرمایا ہے۔ شیخ ابو عمر بن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ صغریٰ نے امتحان کی بعض روایتیں بیان کر کے لکھا ہے اس بارے کی حدیثیں تو یہی نہیں ہیں اور ان سے حجت ثابت نہیں ہوتی اور اہل علم ان کا انکار کرتے ہیں اس لئے کہ آخرت دار جزا ہے دار عمل نہیں ہے اور نہ دار امتحان ہے۔ اور جہنم میں جانے کا حکم بھی تو انسانی طاقت سے باہر کا حکم ہے اور اللہ کی یہ عادت نہیں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا جواب بھی سن لیجئے اس بارے جو حدیثیں ہیں ان میں سے بعض تو بالکل صحیح ہیں۔ جیسے کہ ائمہ علماء نے تصریح کی ہے۔ بعض حسن ہیں اور بعض ضعیف بھی ہیں لیکن وہ بوجہ صحیح اور حسن حدیثوں کے قوی ہو جاتی ہیں۔ اور جب یہ ہے تو ظاہر ہے کہ یہ حدیثیں حجت و دلیل کے قابل ہو گئیں۔ اب رہا امام صاحب کا یہ فرمان کہ آخرت دار عمل اور دار امتحان نہیں وہ دار جزا ہے یہ بے شک صحیح ہے لیکن اس سے اس کی نفی کیسے ہوگی کہ قیامت کے مختلف میدانوں کی پیشیوں میں جنت دوزخ میں داخلے سے پہلے کوئی حکم انکام دیئے جائیں گے۔ شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے تو مذہب اہلسنت والجماعت کے عقائد میں بچوں کے امتحان کو داخل کیا ہے۔ مزید براں آیت قرآن یَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ اس کی کھلی دلیل ہے کہ منافق و مومن کی تیز کے لئے پنڈلی کھول دی جائے گی اور سجدے کا حکم ہوگا۔ صحاح کی حدیثوں میں ہے کہ مومن تو سجدہ کر لیں گے اور منافق اٹھنے سے پیچھے کے بل گر پڑیں گے۔ صحیحین میں اس شخص کا قصہ بھی ہے جو سب سے آخر میں جہنم سے نکلے گا کہ وہ اللہ سے وعدے و وعید کرے گا سو اس سوال کے اور کوئی سوال نہ کرے گا۔ اس کے پورا ہونے کے بعد وہ اپنے قول قرار سے پھر جائے گا اور ایک اور سوال کر بیٹھے گا وغیرہ۔ آخر میں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ابن آدم تو بڑا ہی عہد شکن ہے۔ اچھا جا جنت میں چلا جا۔

پھر امام صاحب کا یہ فرمانا کہ انہیں ان کی طاقت سے خارج بات کا یعنی جہنم میں کود پڑنے کا حکم کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ یہ بھی صحت حدیث میں کوئی روک پیدا نہیں کر سکتا۔ خود امام صاحب اور تمام مسلمان مانتے ہیں کہ پل صراط پر سے گزرنے کا حکم سب کو ہوگا جو جہنم کی پینچ پر ہوگا اور تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ پار یک ہوگا۔ مومن اس پر سے اپنی نیکیوں کے اندازے سے گزر جائیں گے۔ بعض مثل بجلی کے، بعض مثل ہوا کے، بعض مثل گھوڑوں کے، بعض مثل اونٹوں کے، بعض مثل بھائے والوں کے، بعض مثل پیدل چلنے والوں کے، بعض گھٹنوں کے بل سرک سرک کر، بعض کٹ کٹ کر جہنم میں پڑیں گے۔ پس جب یہ چیز وہاں ہے تو انہیں جہنم میں کود پڑنے کا حکم تو اس سے کوئی بڑا نہیں بلکہ یہ اس سے بڑا اور بہت بھاری نہ ہے۔ اور سنئے حدیث میں ہے کہ دجال کے ساتھ آگ اور باغ ہوگا۔ شارع علیہ السلام نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ جسے آگ دیکھ رہے ہیں اس میں سے جینیں وہ ان کے لئے ٹھنڈک اور

سلامتی کی چیز ہے۔ پس یہ اس واقعہ کی صاف نظر ہے۔ اور لیجئے بنو اسرائیل نے جب گوسالہ پرستی کی اس کی سزا میں اللہ نے حکم دیا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کریں ایک ایر نے آکر انہیں ڈھانپ لیا اب جو کوار چلی توج ہی صبح ابرہہ سے پہلے ان میں سے ستر ہزار آدمی قتل ہو چکے تھے۔ بیٹے نے باپ کو اور باپ نے بیٹے کو قتل کیا کیا یہ حکم اس حکم سے کم تھا؟ کیا اس کا عمل نفس پر گراں نہیں؟ پھر تو اس کی نسبت بھی کہہ دینا چاہئے تھے کہ اللہ کسی نفس کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

ان تمام بحثوں کے صاف ہونے کے بعد اب سنئے۔ مشرکین کے بچپن میں مرے ہوئے بچوں کی بابت بھی بہت سے اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ یہ سب جنتی ہیں ان کی دلیل وہی معراج میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مشرکوں اور مسلمانوں کے بچوں کو آنحضرت ﷺ کا دیکھنا ہے اور دلیل ان کی مسند کی وہ روایت ہے جو پہلے گزر چکی کہ آپؐ نے فرمایا: بچے جنت میں ہیں۔ ہاں امتحان ہونے کی جو حدیشیں گزریں وہ ان میں سے مخصوص ہیں۔ پس جن کی نسبت رب العالمین کو معلوم ہے کہ وہ مطہج اور فرمانبردار ہیں ان کی رو میں عالم برزخ میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پاس ہیں اور مسلمانوں کے بچوں کی رو میں بھی اور جن کی نسبت اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ قبول کرنے والی نہیں ان کا امر اللہ کے پردہ پہ وہ قیامت کے دن جنہی ہوں گے۔ جیسے کہ احادیث امتحان سے ظاہر ہے۔ امام اشعری نے اسے اہل سنت سے نقل کیا ہے اب کوئی تو کہتا ہے کہ یہ مستقل طور پر جنتی ہیں کوئی کہتا ہے یہ اہل جنت کے خادم ہیں۔ گویا حدیث داؤد علیہ السلام میں ہے لیکن اس کی سند ضعیف ہے واللہ اعلم۔

دوسرا قول یہ ہے کہ مشرکوں کے بچے بھی اپنے باپ دادوں کے ساتھ جہنم میں جائیں گے جیسے کہ مسند وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ وہ اپنے باپ دادوں کے تابعدار ہیں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا بھی کہ باوجود بے عمل ہونے کے؟ آپؐ نے فرمایا وہ کیا عمل کرنے والے تھے اسے اللہ تعالیٰ بخوبی جانتا ہے۔ ابوداؤد میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کی اولاد کی بابت سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا وہ اپنے باپ دادوں کے ساتھ ہیں۔ میں نے کہا مشرکوں کی اولاد؟ آپؐ نے فرمایا وہ اپنے باپ دادوں کے ساتھ ہیں۔ میں نے کہا بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی عمل کیا ہو؟ آپؐ نے فرمایا وہ کیا کرتے؟ اللہ کے علم میں ہے۔

مسند کی حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں ان کا روٹا پیٹنا اور چیخنا چلا نا بھی تجھے سنا دوں۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے روایت لائے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول خدا ﷺ سے اپنے ان دو بچوں کی نسبت سوال کیا جو جاہلیت کے زمانے میں فوت ہوئے تھے آپؐ نے فرمایا وہ دونوں دوزخ میں ہیں جب آپؐ نے دیکھا کہ یہ بات انہیں بہت بھاری پڑی ہے تو آپؐ نے فرمایا اگر تم ان کی جگہ دیکھ لیتیں تو تم خود ان سے بے زار ہو جاتیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا اچھا جو بچہ آپؐ سے ہوا تھا؟ آپؐ نے فرمایا سنو مومن اور ان کی اولاد جنتی ہیں اور مشرک اور ان کی اولاد جہنمی۔ پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ جولوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ان کی اتباع ایمان کے ساتھ کی ہم ان کی اولاد انہی کے ساتھ ملا دیں گے۔ یہ حدیث غریب ہے اس کی اسناد میں محمد بن عثمان راوی مجہول الحال ہیں اور ان کے شیخ زاذان نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہیں پایا واللہ اعلم۔

ابوداؤد میں حدیث ہے زندہ درگور کرنے والی اور زندہ درگور کردہ شدہ دوزخی ہیں۔ ابوداؤد میں یہ سند حسن مروی ہے حضرت سلمہ بن قیس اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے بھائی کو لئے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضور ﷺ ہماری ماں جاہلیت کے زمانے میں مر گئی ہیں وہ صلہ رحمی کرنے والی اور مہمان نواز تھیں ہماری ایک نابالغ بہن انہوں نے زندہ دفن کر دی تھی۔ آپؐ نے

فرمایا ایسا کرنے والی اور جس کے ساتھ ایسا کیا گیا ہے دونوں دوزخی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اسلام کو پالے اور اسے قبول کر لے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے بارے میں توقف کرنا چاہئے۔ کوئی فیصلہ کن بات یکطرفہ نہ کہنی چاہئے ان کا اعتقاد آپؐ کے اس فرمان پر ہے کہ ان کے اعمال کا صحیح اور پورا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ بخاری میں ہے کہ مشرکوں کی اولاد کے بارے میں جب آپؐ سے سوال ہوا تو آپؐ نے انہی انھوں میں جواب دیا تھا۔ بعض بزرگ کہتے ہیں کہ یہ اعراف میں رکھے جائیں گے۔ اس قول کا بھی نتیجہ یہی ہے کہ یہ جنتی ہیں اس لئے کہ اعراف کوئی رہنے سہنے کی جگہ نہیں۔ یہاں والے بالآخر جنت میں ہی جائیں گے۔ جیسے کہ سورہ اعراف کی تفسیر میں ہم اس کی تفسیر کر آئے ہیں واللہ اعلم۔ یہ تو تھا اختلاف مشرکوں کی اولاد کے بارے میں لیکن مومنوں کی نالیاں اولاد کے بارے میں تو علما کا بلا اختلاف یہی قول ہے کہ وہ جنتی ہیں۔ جیسے کہ حضرت امام احمد کا قول ہے اور یہی لوگوں میں مشہور بھی ہے اور ان شاء اللہ عزوجل ہمیں بھی یہی امید ہے۔ لیکن بعض علماء سے منقول ہے کہ وہ ان کے بارے میں توقف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب بچے اللہ کی مرضی اور اس کی چاہت کے ماتحت ہیں۔ اہل فقہ اور اہل حدیث کی ایک جماعت اس طرف بھی گئی ہے۔ مؤطا مالک کی ابواب القدر کی حدیثوں میں بھی کچھ اسی جیسا ہے گو امام مالک کا کوئی فیصلہ اس میں نہیں۔ لیکن بعض متاخرین کا قول ہے کہ مسلمان بچے تو جنتی ہیں اور مشرکوں کے بچے مشیت الہی کے ماتحت ہیں۔ ابن عبدالبر نے اس بات کو اسی وضاحت سے بیان کیا ہے لیکن یہ قول غریب ہے۔ کتاب الذکرہ میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا ہے واللہ اعلم۔ اس بارے میں ان بزرگوں نے ایک حدیث سے بھی وارد کی ہے کہ انصاریوں کے ایک بچے کے جنازے میں حضور ﷺ کو بلا گیا تو اس نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اس بچے کو مرہو ہو۔ یہ تو جنت کی چیز ہے نہ برائی کا کوئی کام کیونکہ اس زمانے کو پہنچا تو آپؐ نے فرمایا اس کے سوا کچھ اور بھی اے عائشہ؟ سنو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جنت اور جنتیوں کو مقرر کر دیا ہے حالانکہ وہ اپنے باپ کی پیٹھ میں تھے۔ اسی طرح اس نے جہنم کو پیدا کیا ہے اور اس میں جلنے والے پیدا کئے ہیں حالانکہ وہ ابھی اپنے باپ کی پیٹھ میں ہیں۔ مسلم اور سنن کی یہ حدیث ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ صحیح دلیل بغیر ثابت نہیں ہو سکتا اور لوگ اپنی بے علمی کے باعث بغیر ثبوت شارع کے اس میں کلام کرنے لگے ہیں اس لئے علماء کی ایک جماعت نے اس میں کلام کرنا ہی ناپسند رکھا ہے۔ ابن عباسؓ کا سنن محمد بن ابی بکر صدیق اور محمد بن حنفیہ وغیرہ کا مذہب یہی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو منبر پر خطبے میں فرمایا تھا کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اس امت کا کام ٹھیک تھا کہ رہے گا جب تک کہ یہ بچوں کے بارے میں اور تقدیر کے بارے میں کچھ کلام نہ کریں گے (ابن حبان) امام ابن حبان کہتے ہیں مراد اس سے مشرکوں کے بچوں کے بارے میں کلام نہ کرنا ہے۔ اور کتابوں میں یہ روایت حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اپنے قول سے موقوفاً مروی ہے۔

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَرْنَاهَا تَدْمِيرًا ﴿٥٥﴾

جب ہم کسی ہستی کی ہلاکت کا ارادہ کر لیتے ہیں تو وہاں کے خوش حال لوگوں کو کوئی حکم دیتے ہیں وہ اس ہستی میں کھلی نافرمانی کرنے لگتے ہیں تو ان پر بات ثابت ہو جاتی ہے پھر ہم اسے تہہ بالا کر دیتے ہیں ○

تقدیر اور ہمارے اعمال: ☆ ☆ (آیت ۱۶) مشہور قرأت تو اَمَرْنَا ہے۔ اس امر سے مراد تقدیری امر ہے جیسے اور آیت میں ہے اَنفُهَا اَمَرْنَا یعنی وہاں ہمارا مقرر کردہ امر آ جاتا ہے رات کو یا دن کو۔ یاد رہے کہ اللہ برائیوں کا حکم نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ فحش کاریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس وجہ سے مستحق عذاب ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی معنی کئے گئے ہیں کہ ہم انہیں اپنی اطاعت کے احکام کرتے ہیں وہ

برائیوں میں لگ جاتے ہیں۔ پھر ہمارا سزا کا قول ان پر راست آ جاتا ہے۔ جن کی قرأت اُفّرنا ہے وہ کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہاں کے سردار ہم بدکاروں کو بنا دیتے ہیں۔ وہ وہاں اللہ کی نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ عذاب الہی انہیں اس بستی سمیت ختم نہیں کر دیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرًا مُّجْرِمِينَ اَللّٰهُمَّ نے ہر بستی میں بڑے بڑے مجرم رکھے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یعنی ہم ان کے دشمن بڑھادیے ہیں وہاں سرکشوں کی زیادتی کر دیتے ہیں۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے بہتر مال جانور ہے جو زیادہ بچے دینے والا ہو یا راستہ ہے جو گھوڑے کے درختوں سے گھرا ہوا ہو۔ بعض کہتے ہیں یہ تناسب ہے جیسے کہ آپ کا قول ہے گناہ والیاں نہ کہ اجر پانے والیاں۔

وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ مِنْ بَعْدِ نُوحٍ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ
بِذُنُوبٍ عِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝ مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ
فِيهَا مَا أَشَاءَ لِمَنْ تُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا
مَذْهُورًا ۝ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ
فَأُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۝

ہم نے نوح کے بعد بھی بہت سی قومیں ہلاک کر دیں تیرا رب اپنے بندوں سے گناہوں سے کافی خبردار اور خوب دیکھنے بھاننے والا ہے ۝ جس کا ارادہ صرف اس جلدی والی دنیا یا کماؤ سے ہم میں کسی قدر جس کے لئے چاہیں سر دست دیتے ہیں بلا خراس کے لئے ہم جہنم مقرر کر دیتے ہیں جہاں وہ بڑے حالوں دھکا رہا ہوا داخل ہوگا ۝ اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور جیسی کوشش اس کے لئے ہوتی چاہئے وہ کرتا بھی ہو اور بھی وہ ایمان پس بھی لوگ ہیں جن کی کوشش کی اللہ کے ہاں پوری قدر دانی کی جائے گی ۝

آل قریش سے خطاب: ☆ (آیت: ۱۷) اے قریشیو! ہوش سنبھالو۔ میرے اس بزرگ رسول کی تکذیب کر کے بے خوف نہ ہو جاؤ۔ تم سے پہلے نوح علیہ السلام کے بعد کے لوگوں کو دیکھو کہ رسولوں کی تکذیب نے ان کا نام و نشان مٹا دیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نوح سے پہلے کے حضرات آدم علیہ السلام تک کے لوگ دین اسلام پر تھے۔ پس تم اے قریشیو! کچھ ان سے زیادہ ساز و سامان اور گنتی اور طاقت والے نہیں ہو یا جو وہ اس کے تم اشرف الرسل خاتم الانبیاء کو جھٹلا رہے ہو۔ پس تم عذاب اور سزا کے زیادہ لائق ہو۔ اللہ تعالیٰ پر اپنے کسی بندے کا کوئی عمل پوشیدہ نہیں۔ خیر و شر سب اس پر ظاہر ہے کھلا چھپا ہوا بد جانتا ہے ہر عمل کو خود دیکھ رہا ہے۔

طالب دنیا کی چاہت: ☆ (آیت: ۱۸-۱۹) کچھ ضروری نہیں کہ طالب دنیا کی ہر ایک چاہت پوری ہی ہو جس کا جوارادہ اللہ پورا کرتا چاہے کر دے لیکن ہاں ایسے لوگ آخرت میں خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ یہ تو وہاں جہنم کے گڑھے میں گھرے ہوئے ہوں گے نہایت برے حال میں ذلت و خواری میں ہوں گے۔ کیونکہ یہاں انہوں نے یہی کیا تھا کافی کو باقی پر دنیا کو آخرت پر ترجیح دی تھی اس لئے وہاں رحمت الہی سے دور ہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں دنیا اس کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہ ہو یہ اس کا مال ہے جس کا آخرت میں مال نہ ہو اسے وہی جمع کرتا رہتا ہے جس کے پاس اپنی گھر کی عقل بالکل نہ ہو۔ ہاں جو صحیح طریقے سے طالب دار آخرت ہو جائے اور آخرت میں کام آنے والی نیکیاں سنت کے مطابق کرتا رہے اور اس کے دل میں بھی ایمان تصدیق اور یقین ہو عذاب و ثواب کے وعدے صحیح جانتا ہو اللہ رسول کو ماننا ہو ان کی کوشش قدر دانی سے دیکھی جائے گی نیک بدلہ ملے گا۔

كَلَّا نُمِدُّ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ مِنْ عَطَا رَبِّكَ وَمَا كَانَ
عَطَا رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى
بَعْضٍ وَلِلْآخِرَةِ اَكْبَرُ دَرَجَتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيلًا ۝ لَا تَجْعَلْ مَعَ
اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخْذُومًا ۝

ہر ایک کو ہم بہم پہنچاتے جاتے ہیں انہیں بھی اور انہیں بھی تیرے پروردگار کے انعامات میں سے۔ تیرے پروردگار کی بخشش رکی ہوئی نہیں ہے ○ دیکھ لے کہ ان میں ایک کو ایک پر ہم نے کس طرح فضیلت دے رکھی ہے اور آخرت تو درجوں کی تیز میں اور بھی بڑھ کر ہے اور فضیلت کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے ○ اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ ٹھہرا کہ آخرت تو بڑے حالوں ہے کس کو کچھ نہ رہے ○

حق دار کو حق دیا جاتا ہے: ☆ ☆ (آیت: ۲۰-۲۱) یعنی ان دونوں قسم کے لوگوں کو ایک وہ جن کا مطلب صرف دنیا ہے۔ دوسرے وہ جو طالب آخرت ہیں دونوں قسم کے لوگوں کو ہم بڑھا رہے ہیں جس میں بھی وہ ہیں یہ تیرے رب کی عطا ہے وہ ایسا متصرف اور حاکم ہے جو کبھی ظلم نہیں کرتا۔ مستحق سعادت کو سعادت اور مستحق شقاوت کو شقاوت دے دیتا ہے۔ اس کے احکام کوئی رو نہیں کر سکتا اس کے رو کئے ہوئے کو کوئی دے نہیں سکتا اس کے ارادوں کو کوئی نال نہیں سکتا۔ تیرے رب کی نعمتیں عام ہیں نہ کسی کے رو کے کہیں نہ کسی کے ہٹائے نہیں وہ نہ کم ہوتی ہیں نہ بگھتی ہیں۔ دیکھ لو کہ دنیا میں ہم نے انسانوں کے کیسے مختلف درجے رکھے ہیں ان میں امیر بھی ہیں فقیر بھی ہیں درمیانہ حالت میں بھی ہیں اچھے بھی ہیں برے بھی ہیں اور درمیانہ درجے کے بھی۔ کوئی بچپن میں مرتا ہے کوئی بوڑھا بڑا ہو کر کوئی اس کے درمیان۔ آخرت درجوں کے اعتبار سے دینا سے بھی بڑھی ہوئی ہے کچھ تو طوق و زنجیر پہنے ہوئے جہنم کے گڑھوں میں ہوں گے کچھ جنت کے درجوں میں ہوں گے بلند و بالا بالا خانوں میں نعمت و راحت سرور و خوشی میں پھر خود جنیتوں میں بھی درجوں کا تفاوت ہوگا ایک ایک درجے میں زمین و آسمان کا سا تفاوت ہوگا۔ جنت میں ایسے ایک سو درجے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ بلند درجوں والے اہل علیین کو اس طرح دیکھیں گے جیسے تم کسی چمکتے ستارے کو آسمان کی اونچائی پر دیکھتے ہو۔ پس آخرت درجوں اور فضیلتوں کے اعتبار سے بہت بڑی ہے۔ طہرانی میں ہے جو بندہ دنیا میں جو درجہ چڑھنا چاہے گا اور اپنی خواہش میں کامیاب ہو جائے گا وہ آخرت کا درجہ گھٹا دے گا جو اس سے بہت بڑا ہے پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔

فاقہ اور انسان: ☆ ☆ (آیت: ۲۲) یہ خطاب ہر ایک مکلف سے ہے۔ آپ کی تمام امت کو حق تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو۔ اگر ایسا کرو گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اللہ کی مدد نہ جائے گی۔ جس کی عبادت کرو گے اسی کے سپرد کر دیے جاؤ گے اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ کے سوا کوئی نفع نقصان کا مالک نہیں وہ واحد لا شریک ہے۔ مسند احمد میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جسے فاقہ پہنچے اور وہ لوگوں سے اسے بند کرانا چاہے اس کا فاقہ بند نہ ہو گا اور جو اللہ سے اس کی بابت دعا کرے اللہ اس کے پاس کو تو مگر بھیج دے گا یا تو جلدی یاد دیر سے۔ یہ حدیث ابو داؤد و ترمذی میں ہے۔ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح غریب بتلاتے ہیں۔

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۝ اِمَّا يَنْبَغُ عَنْكَ الْكِبَرُ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا

أَفْبَلَّغْنَاكَ اللَّهُمَّ وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۝۱۷ وَاخْفِضْ
لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِيلِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا
رَبَّيْنِي صَغِيرًا ۝۱۸

پروش کی ہے ○

تیسرا پروردگار صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرنا اگر تیری موجودگی میں ان میں سے ایک یا یہ دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کے آگے اف تک نہ کہنا نہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کرنا بلکہ ان کے ساتھ ادب واحترام سے بات چیت کرنا ○ اور عاجزی اور محبت کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھے رہنا اور دعا کرتے رہنا کہ اسے میرے پروردگار ان پر ایسا ہی رحم کر جیسا انہوں نے میرے بچپن میں میری پرورش کی ہے ○

اُل فیلے، محکم حکم ☆ ☆ (آیت: ۲۳-۲۴) یہاں قضی معنی میں حکم فرمانے کے ہے۔ تاکیدی حکم الہی جو کبھی ملنے والا نہیں یہی ہے کہ عبادت اللہ ہی کی ہو اور والدین کی اطاعت میں سرمو فرق نہ آئے۔ ابی ابن کعب ابن مسعود اور شحاک بن مزاحم کی قرات میں قضی کے بدلے وصی ہے۔ یہ دونوں حکم ایک ساتھ بھی یہاں ہیں ایسے ہی اور بھی بہت سی آیتوں میں ہیں۔ جیسے فرمان ہے اَنْ اَشْكُرْ لِي وَلِيْلَ الذِّكْرِ مِثْرَا شُكْرًا اور اپنے ماں باپ کا بھی احسان مند رہ۔ خصوصاً ان کے بڑھاپے کے زمانے میں ان کا پروردادب کرنا کوئی بری بات زبان سے نہ نکالنا یہاں تک کہ ان کے سامنے اف بھی نہ کرنا نہ کوئی ایسا کام کرنا جو انہیں برا معلوم ہو اپنا ہاتھ ان کی طرف بے ادبی سے نہ بڑھانا بلکہ ادب عزت اور احترام کے ساتھ ان سے بات چیت کرنا نرمی اور تہذیب سے گفتگو کرنا ان کی رضا مندی کے کام کرنا دکھ نہ دینا ستانا نہیں ان کے سامنے تواضع عاجزی اور فروتنی اور خاکساری سے رہنا ان کے لئے ان کے بڑھاپے میں ان کے انتقال کے بعد دعائیں کرتے رہنا خصوصاً یہ دعا کہ الہی ان پر رحم کر جیسے رحم سے انہوں نے میرے بچپن کے زمانے میں میری پرورش کی۔ ہاں ایمانداروں کو کافروں کے لئے دعا کرنا منع ہوگئی ہے گو وہ باپ ہی کیوں نہ ہوں؟

ماں باپ سے سلوک واحسان کے احکام کی حدیثیں بہت سی ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین دفعہ آمین کہی جب آپ سے وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے فرمایا میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا اے نبی اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس تیرا ذکر ہو اور اس نے تجھ پر درود بھی نہ پڑھا ہو۔ کہنے آمین چنانچہ میں نے آمین کہی۔ پھر فرمایا اس شخص کی ناک بھی اللہ تعالیٰ خاک آلود کرے جس کی زندگی میں ماہ رمضان آیا اور چلا بھی گیا اور اس کی بخشش نہ ہوئی۔ آمین کہنے چنانچہ میں نے اس پر بھی آمین کہی۔ پھر فرمایا اللہ اسے بھی برباد کرے جس نے اپنے ماں باپ کو یا ان میں سے ایک کو پالیا اور پھر بھی ان کی خدمت کر کے جنت میں نہ پہنچ سکا۔ کہنے آمین میں نے کہا آمین۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے جس نے کسی مسلمان ماں باپ کے جیم بچہ کو پالا اور کھلایا پلایا یہاں تک کہ وہ بے نیاز ہو گیا اس کے لئے یقیناً جنت واجب ہے اور جس نے کسی مسلمان غلام کو آزاد کیا اللہ اسے جہنم سے آزاد کرے گا اس کے ایک ایک عضو کے بدلے اس کا ایک ایک عضو جہنم سے آزاد ہوگا۔ اس حدیث کی ایک سند میں ہے جس نے اپنے ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو پالیا پھر بھی دوزخ میں گیا اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کرے۔ مسند احمد کی ایک روایت میں یہ تینوں چیزیں ایک ساتھ بیان ہوئی ہیں یعنی گردن آزاد کرنا خدمت والدین اور پرورش جیم۔ ایک روایت میں ماں باپ کی نسبت یہ بھی ہے کہ اللہ اسے دور کرے اور اسے برباد کرے الخ۔

ایک روایت میں تین مرتبہ اس کے لئے یہ بددعا ہے۔ ایک روایت میں حضور ﷺ کا نام سن کر درود نہ پڑھنے والے اور ماہ رمضان میں بخشش اللہ سے محروم رہ جانے والے اور ماں باپ کی خدمت اور رضامندی سے جنت میں نہ پہنچنے والے کے لئے خود حضور ﷺ کا یہ بددعا کا منقول ہے۔ ایک انصاری نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ میرے ماں باپ کے انتقال کے بعد بھی ان کے ساتھ میں کوئی سلوک کر سکتا ہوں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں چار سلوک۔

(۱) ان کے جنازے کی نماز۔

(۲) ان کے لئے دعا و استغفار۔

(۳) ان کے وعدوں کو پورا کرنا۔

(۴) ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور وہ صلہ رحمی جو صرف ان کی وجہ سے ہوئی ہے وہ سلوک جو ان کی موت کے بعد بھی تو ان کے ساتھ کر سکتا ہے (ابوداؤد ابن ماجہ) ایک شخص نے آپؐ کو حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں جہاد کے ارادے سے آپؐ کی خدمت میں خوشخبری لے کر آیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا ہاں فرمایا! اجاسی کی خدمت میں لگا رہ جنت اسی کے پیروں کے پاس ہے۔ دو پارہ سہ پارہ اس نے مختلف مواقع پر اپنی یہی بات دہرائی اور یہی جواب حضور ﷺ نے بھی دہرایا (نسائی ابن ماجہ وغیرہ) فرماتے ہیں اللہ تمہیں تمہارے باپوں کی نسبت وصیت فرماتا ہے اللہ تمہیں تمہاری ماؤں کی نسبت وصیت فرماتا ہے۔ پچھلے جملے کو تین بار بیان فرما کر فرمایا اللہ تمہیں تمہارے قرابت داروں کی بابت وصیت کرتا ہے سب سے زیادہ نزدیک والا پھر اس کے پاس والا (ابن ماجہ مسند احمد) فرماتے ہیں دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے اپنی ماں سے سلوک کر اور اپنے باپ سے اور اپنی بہن سے اور اپنے بھائی سے پھر جو اس کے بعد ہو اسی طرح درجہ بدرجہ (مسند احمد) بزار کی مسند میں ضعیف سند سے مروی ہے کہ ایک صاحب اپنی ماں کو اٹھائے ہوئے طواف کر رہے تھے حضور ﷺ سے دریافت کرنے لگے کہ اب تو میں نے اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا؟ آپؐ نے فرمایا ایک شہر بھی نہیں اس کی مسند میں حسن بن ابی جعفر ضعیف ہے واللہ اعلم۔

رَبِّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِنَّ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ
لِالْأَوَّابِينَ غَفُورًا ۝ وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ
السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا
إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِمْ كَفُورًا ۝
وَأِمَّا تَعْرِضْنَ عَنْهُمْ أَبْتَغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُلْ
لَهُمْ قَوْلًا مَّيْسُورًا ۝

جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے تمہارا رب بخوبی جانتا ہے اگر تم نیک ہو تو وہ توجہ کرنے والوں کو بخشے والا ہے ○ رشتے داروں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور بے جا خرچ سے بچو ○ بے جا اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔ اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا انہی ناشکر ہے ○ اور اگر تم تجھے ان سے منہ پھیر لینا پڑے اپنے رب کی اس رحمت کی جستجو میں جس کی تو امید رکھتا ہے تو بھی تجھے چاہئے کہ عہد کی اور زری سے انہیں سمجھا دے ○

گناہ اور استغفار: ☆ ☆ (آیت: ۲۵) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے جلدی میں اپنے ماں باپ کے ساتھ کوئی ایسی بات ہو جاتی ہے جسے وہ اپنے نزدیک عیب کی اور گناہ کی بات نہیں سمجھتے چونکہ ان کی نیت بخیر ہوتی ہے اس لئے اللہ ان پر رحمت کرتا ہے جو ماں باپ کا فرما ہر دار نمازی ہو اس کی خطائیں اللہ کے ہاں معاف ہیں کہتے ہیں کہ اَوَّابِينَ وہ لوگ ہیں جو مغرب وعشا کے درمیان نوافل پڑھیں۔ بعض کہتے ہیں جوئی کی نماز ادا کرتے رہیں جو ہر گناہ کے بعد توبہ کر لیا کریں۔ جو جلدی سے بھلائی کی طرف لوٹ آیا کریں۔ تنہائی میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے خلوص دل سے استغفار کر لیا کریں۔ عید کہتے ہیں جو برابر ہر مجلس سے اٹھتے ہوئے یہ دعا پڑھ لیا کریں۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا اَصِيْتُ فِيْ مَجْلِسِيْ هَذَا ابن جریر فرماتے ہیں اولی قول یہ ہے کہ جو گناہ سے توبہ کر لیا کریں۔ معصیت سے طاعت کی طرف آ جایا کریں۔ اللہ کی ناپسندیدگی کے کاموں کو ترک کر کے اس کی رضامندی اور پسندیدگی کے کام کرنے لگیں۔ یہی قول بہت ٹھیک ہے کیونکہ لفظ ادب مشتق ہے ادب سے اور اس کے معنی رجوع کرنے کے ہیں جیسے عرب کہتے ہیں اب فلان اور جیسے قرآن میں ہے اِنَّ الْيَنَّا اِيَابَهُمْ ان کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ جب سفر سے لوٹتے تو فرماتے اَبُوْنَ تَابُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ لوٹنے والے توبہ کرنے والے عبادتیں کرنے والے اپنے رب کی ہی تعریفیں کرنے والے۔

ماں باپ سے حسن سلوک کی تاکید: ☆ ☆ (آیت: ۲۶-۲۸) ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کا حکم دے کر اب قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ حدیث میں ہے: اپنی ماں سے سلوک کر اور اپنے باپ سے پھر جو زیادہ قریب ہو اور جو زیادہ قریب ہو اور حدیث میں ہے جو اپنے رزق کی اور اپنی عمر کی ترقی چاہتا ہو اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔ بزار میں ہے اس آیت کے اترتے ہی رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو بلا کر فدک عطا فرمایا۔ اس حدیث کی سند صحیح نہیں۔ اور واقعہ بھی کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا اس لئے کہ یہ آیت مکہ ہے اور اس وقت تک باغ فدک حضور ﷺ کے قبضے میں نہ تھا۔ ۶۶ میں خبر فتح ہوا تب باغ فدک آپ کے قبضے میں آیا۔ پس یہ قصہ اس پر پورا نہیں اترتا۔ مساکین اور مسافرین کی پوری تفسیر سورہ برات میں گزر چکی ہے یہاں دہرانے کی چنداں ضرورت نہیں۔ خرچ کا حکم کر کے پھر اسراف سے منع فرماتا ہے۔ نہ تو انسان کو خلیل ہونا چاہئے نہ صرف بلکہ درمیانہ درجہ رکھے۔ جیسے اور آیت میں ہے وَالَّذِينَ اِذَا اَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا اَلْحٰی یعنی ایماندار اپنے خرچ میں نہ تو حد سے گزرتے ہیں نہ بالکل ہاتھ روک لیتے ہیں۔ پھر اسراف کی برائی بیان فرماتا ہے کہ ایسے لوگ شیطان جیسے ہیں۔ تہذیر کہتے ہیں غیر حق میں خرچ کرنے کو۔ اپنا کل مال بھی اگر اللہ دے دے تو یہ تجزیر و اسراف نہیں اور غیر حق میں تموز اسامی دے تو مبذر ہے۔ بتیم کے ایک شخص نے حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں مالدار آدمی ہوں اور اہل وعیال کنبے قبیلے والا ہوں تو مجھے بتائیے کہ میں کیا روش اختیار کروں؟ آپ نے فرمایا اپنے مال کی زکوٰۃ لگ کر اس سے تو پاک صاف ہو جائے گا۔ اپنے رشتے داروں سے سلوک کر مسائل کا حق پہنچا تاہر اور پڑوسی اور مسکین کا بھی۔ اس نے کہا حضور ﷺ اور تمھوڑے الفاظ میں پوری بات سمجھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: قرابت داروں، مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کر اور بے جا خرچ نہ کر۔ اس نے کہا حسبی اللہ اچھا حضور ﷺ جب میں آپ کے قاصد کو زکوٰۃ ادا کروں تو اللہ و رسول کے نزدیک میں بری ہو گیا؟ آپ نے فرمایا ہاں جب تو نے میرے قاصد کو دے دیا تو تو بری ہو گیا اور تیرے لئے جو اجر ثابت ہو گیا اب جو اسے بدل ڈالے اس کا گناہ اس کے ذمے ہے۔ یہاں فرمان ہے کہ اسراف اور بیوقوفی اور اللہ کی اطاعت کے ترک اور نافرمانی کے ارتکاب کی وجہ سے صرف لوگ شیطان کے بھائی بن جاتے ہیں۔ شیطان میں یہی بد خصلت ہے کہ وہ رب کی نعمتوں کا ناشکر اس کی اطاعت کا تارک اسی کی نافرمانی اور مخالفت کا عامل ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ان قرابت داروں، مسکینوں

مسافروں میں سے کوئی بھی تجھ سے کچھ سوال کر بیٹھے اور اس وقت تیرے ہاتھ تلے کچھ نہ ہو اور اس وجہ سے تجھے ان سے منہ پھیر لینا پڑے تو بھی جواب نرم دے کہ بھائی جب اللہ ہمیں دے گا ان شاء اللہ ہم آپ کے حق نہ بھولیں گے وغیرہ۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ
الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن
يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝

اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دیا کر کہ بھر ملامت کیا ہو اور پچھتا تا ہو یا بیٹھ جائے ۝ یقیناً تیرا رب جس کے لئے چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور تنگ بھی یقیناً وہ اپنے بندوں سے باخبر اور خوب دیکھنے والا ہے ۝

میانہ روی کی تعلیم: ☆ ☆ (آیت: ۲۹-۳۰) حکم ہو رہا ہے کہ اپنی زندگی میں اپنی میانہ روش رکھو نہ بخیل بنو نہ مسرف - ہاتھ گردن سے نہ باندھ لو یعنی بخیل نہ بنو کہ کسی کو نہ دو - یہودیوں نے بھی اسی محاورے کو استعمال کیا ہے اور کہا ہے کہ اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں - ان پر اللہ کی لعنتیں نازل ہوں کہ یہ اللہ کو بخیلی کی طرف منسوب کرتے تھے - جس سے اللہ تعالیٰ کریم و دو باب پاک اور بہت دور ہے - پس بخل سے منع کر کے پھر اسراف سے روکتا ہے کہ اتنا کھل نہ کھیلو کہ اپنی طاقت سے زیادہ دے ڈالو - پھر ان دونوں حکموں کا سبب بیان فرماتا ہے کہ بخیلی سے تو ملاحتی بن جاؤ گے ہر ایک کی انگلی اٹھی گئی کہ یہ بڑا بخیل ہے ہر ایک دور ہو جائے گا کہ یہ شخص فیض الٰہی آدمی ہے - جیسے زہر نے اپنے معلقہ میں کہا ہے وَمَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَيَسْأَلُ بِمَالِهِ عَلٰی قَوْمٍ مِّمَّ يَسْتَعْنُ عَنْهُمْ وَيَذْنَمُهُمْ لِعَمٰی جَوَالِدٍ اَوْ كَرْمٍ لِّبَنِي اِسْرَافٍ لِّمَنْ يَّزِيحُ اسراف سے بے نیاز ہو کر اس کی برائی کرتے ہیں - پس بخیلی کی وجہ سے انسان برا بن جاتا ہے اور لوگوں کی نظروں سے گر جاتا ہے ہر ایک اسے ملامت کرنے لگتا ہے اور جو حد سے زیادہ خرچ کر گزرتا ہے وہ تھک کر بیٹھ جاتا ہے اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہتا - ضعیف اور عاجز ہو جاتا ہے جیسے کوئی جانور جو چلتے چلتے تھک جائے - اور راستے میں اڑ جائے لفظ حسیب سورہ تبارک میں بھی آیا ہے - پس یہ بطور لف و نشر کے ہے -

صحیحین کی حدیث میں ہے، بخیل اور بخی کی مثال ان دو شخصوں جیسی ہے جن پر دو لوہے کے جے ہوں سینے سے لگے تنک نخی تو جوں جوں خرچ کرتا ہے اس کی کڑیاں ڈھیلی ہوتی جاتی ہیں اور اس کے ہاتھ کھلتے جاتے ہیں اور وہ جب بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی پوریوں تک پہنچ جاتا ہے اور اس کے اثر کو مٹاتا ہے اور بخیل جب کبھی خرچ کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے جے کی کڑیاں اور سٹ جاتی ہیں - وہ ہر چند اسے وسیع کرنا چاہتا ہے لیکن اس میں کوئی گنجائش نہیں نکلتی - صحیحین میں ہے کہ آپ نے حضرت اسامہ بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا اللہ کی راہ میں خرچ کرتی رہو جمع نہ رکھا کرو نہ اللہ بھی روک لے گا بند باندھ کر روک نہ لیا کرو نہ پھر اللہ بھی رزق کا منہ بند کر لے گا - ایک اور روایت میں ہے شمار کر کے نہ رکھا کرو نہ اللہ تعالیٰ بھی گنتی کر کے روک لے گا - صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تو راہ اللہ میں خرچ کیا کر اللہ تعالیٰ تجھے دیتا رہے گا - صحیحین میں ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں ہر حج و ہر شے آسمان سے اترے ہیں ایک دعا کرتا ہے کہ الٰہی تجھی کو بدلہ دے اور دوسرا دعا کرتا ہے کہ بخیل کا مال تلف کر - مسلم شریف میں ہے صدقہ خیرات سے کسی کا مال نہیں گھٹتا اور ہر سخاوت کرنے والے کو اللہ ذی عزت کر دیتا ہے اور جو شخص اللہ کے حکم کی وجہ سے دوسروں سے عاجز نہ رہتا وہ اللہ سے عاجز نہیں ہوتا بلکہ وہ جے کا کر دیتا ہے - ایک اور حدیث میں ہے طمع سے بچو ای نے تم سے اگلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے طمع کا پہلا حکم یہ ہوتا ہے کہ بخیلی کرو انہوں نے بخیلی کی پھر اس نے انہیں صلہ رحمی توڑنے کو کہا انہوں نے یہ بھی کیا پھر فسق و فجور کا حکم دیا یہ اس پر بھی کاربند

ہوئے۔ بتیغی میں ہے جب انسان خیرات کرتا ہے ستر شیطانوں کے جبر سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ مسند کی حدیث میں ہے درمیانہ خرچ رکھنے والا کبھی فقیر نہیں ہوتا۔ پھر فرماتا ہے کہ رزق دینے والا کشادگی کرنے والا تنگی میں ڈالنے والا اپنی مخلوق میں اپنی حسبِ منشا ہیر پھیر کرنے والا جسے چاہے غمی اور جسے چاہے فقیر کرنے والا اللہ ہی ہے۔ ہر بات میں اس کی حکمت ہے وہی اپنی حکمتوں کا علیم ہے وہ خوب جانتا ہے اور دیکھتا ہے کہ سخت امارت کون ہے اور سخت فقری کون ہے؟ حدیث قدسی میں ہے میرے بعض بندے ایسے بھی ہیں جو امیری کے لائق ہیں اگر میں انہیں فقیر بنا دوں تو ان کا دین بگڑ جائے۔ ہاں یہ یاد رہے کہ بعض لوگوں کے حق میں امیری اللہ کی طرف سے ڈھیل کے طور پر ہوتی ہے اور بعضوں کے لئے فقری بطور عذاب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دونوں سے بچائے۔

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ
وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيراً ۝
الَّذِينَ إِنَّهُمْ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ۝

علی کے خوف سے اپنی اولادوں کو نہ مار ڈالا کرو ان کو اور تم کو ہم ہی روزیاں دیتے ہیں یقیناً ان کا قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے ۝ خردوارِ ناکہ قریب بھی نہ چھٹنا کیونکہ وہ بڑی بے حیائی ہے اور بہت ہی بری راہ ہے ۝

قتل اولاد کی مذمت: ☆ ☆ (آیت ۳۱) دیکھو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہ نسبت ان کے ماں باپ کے بھی زیادہ مہربان ہے۔ ایک طرف ماں باپ کو حکم دیتا ہے کہ اپنا مال اپنے بچوں کو بطور ورثے کے دو اور دوسری جانب فرماتا ہے کہ انہیں مار نہ ڈالا کرو۔ جاہلیت کے لوگ نہ تو لڑکیوں کو رش دیتے تھے نہ ان کا زعمہ رکھنا پسند کرتے تھے بلکہ دختر کشی ان کی قوم کا ایک عام رواج تھا۔ قرآن اس نافر جام رواج کی تردید کرتا ہے کہ یہ خیال کس قدر بوجہ ہے کہ انہیں کھلائیں گے کہاں سے؟ کسی کی روزی کسی کے ذمہ نہیں۔ سب کا روزی رسالہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ سورہ انعام میں فرمایا: لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ فَقِيرٍ اور بھگدتی کے خوف سے اپنی اولاد کی جان نہ لیا کرو۔ جنہیں اور انہیں روزیاں دینے والے ہم ہیں۔ ان کا قتل جرمِ عظیم اور گناہ کبیرہ ہے۔ خطا کی دوسری قرات خطا ہے دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔ صحیحین میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ کہ تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالے کہ وہ تیرے ساتھ کھائیں گے۔ میں نے کہا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تو اپنی پڑوسن سے زنا کاری کرے۔

کبیرہ گناہوں سے ممانعت: ☆ ☆ (آیت ۳۲) زنا کاری اور اس کے ارد گرد کی تمام سیاہ کاریوں سے قرآن روک رہا ہے زنا کو شریعت نے کبیرہ اور بہت سخت گناہ بتایا ہے وہ بدترین طریقہ اور نہایت بری راہ ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک نو جوان نے زنا کاری کی اجازت آپؐ سے چاہی لوگ اس پر جھک پڑے کہ چپ رہ کیا کر رہا ہے کیا کہہ رہا ہے۔ آپؐ نے اسے اپنے قریب بلا کر فرمایا بیٹھ جا جب وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا کیا تو اس کام کو اپنی ماں کے لئے پسند کرتا ہے؟ اس نے کہا نہیں اللہ کی قسم نہیں یا رسول اللہ ﷺ مجھے آپؐ پر اللہ فدا کرے ہرگز نہیں۔ آپؐ نے فرمایا پھر سوچ لے کہ کوئی اور کیسے پسند کرے گا؟ آپؐ نے فرمایا اچھا تو اسے اپنی بیٹی کے لئے پسند کرتا ہے؟ اس نے اسی طرح تاکید سے انکار کیا۔ آپؐ نے فرمایا ٹھیک اسی طرح کوئی بھی اسے اپنی بیٹیوں کے لئے پسند نہیں کرتا اچھا اپنی بہن کے لئے اسے تو پسند

کرے گا؟ اس نے اسی طرح انکار کیا، آپؐ نے فرمایا اسی طرح دوسرے بھی اپنی بہنوں کے لئے اسے مکروہ سمجھتے ہیں۔ بتا کیا تو چاہے گا کہ کوئی تیری چھوٹی سے ایسا کرے؟ اس نے اسی سختی سے انکار کیا۔ آپؐ نے فرمایا اسی طرح کوئی اور بھی اسے اپنی چھوٹی کے لئے نہ چاہے گا، اچھا اپنی خالدہ کے لئے؟ اس نے کہا ہرگز نہیں، فرمایا اسی طرح اور سب لوگ بھی۔ پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ کر دعا کی کہ الہی اس کے گناہ بخش، اس کے دل کو پاک کر، اسے عصمت والا بنا۔ پھر تو یہ حالت تھی کہ یہ یو جوان کسی کی طرف نظر بھی نہ اٹھاتا۔ ابن ابی الدنیا میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، شرک کے بعد کوئی گناہ زنا کا رسی سے بڑھ کر نہیں کہ آدی اپنا نطفہ کسی ایسے رحم میں ڈالے جو اس کیلئے حلال نہیں۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قَتَلَ
مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيهِ سُلْطٰنًا فَلَا يَسْرِفُ فِي الْقَتْلِ
إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا ۝

اور کسی جان کو جس کا مارنا اللہ نے حرام کر دیا ہے ہرگز ناحق قتل نہ کرنا اور جو شخص مظلوم ہونے کی صورت میں مار ڈالا جائے، ہم نے اس کے وارثوں کو غلبہ اور طاقت دے رکھی ہے۔ پس اسے چاہئے کہ مار ڈالنے میں زیادتی نہ کرے، جبکہ وہ مدد کیا گیا ہے ۝

ناحق قتل: ☆ ☆ (آیت: ۳۳) بغیر حق شرعی کے کسی کو قتل کرنا حرام ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے جو مسلمان اللہ کے واحد ہونے کی اور محمد ﷺ کے رسول ہونے کی شہادت دیتا ہو، اس کا قتل تین باتوں کے سوا حلال نہیں۔ یا تو اس نے کسی کو قتل کیا ہو یا شادی شدہ ہو اور پھر زنا کیا ہو یا دین کو چھوڑ کر جماعت کو چھوڑ دیا ہو۔ سنن میں ہے ساری دنیا کا فتنہ ہو جانا اللہ کے نزدیک ایک مومن کے قتل سے زیادہ آسان ہے۔ اگر کوئی شخص ناحق دوسرے کے ہاتھوں قتل کیا گیا ہے تو اس کے وارثوں کو اللہ تعالیٰ نے قتل پر غائب کر دیا ہے۔ اسے قصاص لینے اور دیت لینے اور بالکل معاف کر دینے میں سے ایک کا اختیار ہے۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس آیت کے زیر کے عموم سے حضرت معاویہ کی سلطنت پر استدلال کیا ہے کہ وہ بادشاہ بن جائیں گے اس لئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ولی آپ ہی تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی مظلومی کے ساتھ شہید کئے گئے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تعلق حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طلب کرتے تھے کہ ان سے قصاص لیں اس لئے کہ یہ بھی اموی تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اموی تھے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں ذرا ڈھیل کر رہے تھے۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطالبہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ تھا کہ ملک شام ان کے سپرد کر دیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں تا وقتیکہ آپ کا سلطان عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ دیں میں ملک شام کو آپ کی زیر حکومت نہ کروں گا چنانچہ آپ نے مع کل اہل شام کے بیعت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انکار کر دیا۔ اس جھگڑے نے طول پکڑا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کے حکمران بن گئے۔

مجم طبرانی میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رات کی گفتگو میں ایک دفعہ فرمایا کہ آج میں تمہیں ایک بات سنا تا ہوں نہ تو وہ ایسی پوشیدہ ہے نہ ایسی علانیہ۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جو کچھ کیا گیا اس وقت میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ آپ کیسوی اختیار کر لیں واللہ اگر آپ کسی پتھر میں بھی جیسے ہوئے ہوں گے تو نکال لئے جائیں گے لیکن انہوں نے میری نہ مانی۔ اب ایک اور سنو اللہ کی قسم معاویہ تم پر بادشاہ ہو جائیں گے اس لئے کہ اللہ کا فرمان ہے جو مظلوم مار ڈالا جائے، ہم اس کے وارثوں کو غلبہ اور طاقت دیتے ہیں۔ پھر انہیں قتل کے بدلے میں قتل میں حد سے نہ گزرنا چاہئے الخ، سنو یہ قریشی تو تمہیں فارس و روم کے

طریقوں پر آمادہ کر دیں گے اور سونتم پر نصاریٰ اور یہود اور مجوسی کھڑے ہو جائیں گے اس وقت جس نے معروف کو تمام لیا اٹھنے نے نجات پا لی اور جس نے چھوڑ دیا اور افسوس کہ تم چھوڑنے والوں میں سے ہی ہو تو مثل ایک زمانے والوں کے ہو گئے کہ وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہو گئے۔ اب فرمایا ولی قتل کے بدلے میں حد سے نہ گزر جانا چاہئے کہ وہ قتل کے ساتھ مشلہ کرے۔ کان ناک کاٹنے یا قاتل کے سوا اور سے بدلہ لے۔ ولی مقتول شریعت ظلمے اور قدرت کے لحاظ سے ہر طرح مدد کیا گیا ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ
وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۝ وَآَوْفُوا
الْكَيْلَ إِذَا كَلَّمْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذَٰلِكَ
خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝

یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ بجز اس طریقے کے جو بہت ہی بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی بلوغت تک پہنچ جائے اور وعدے پورے کیا کر دو کیونکہ قول و قرار کی باز پرس ہونے والی ہے ۝ اور جب ناپے لگو تو پھر پورے پیمانے سے ناپو اور سیدھی ترازو سے تولاد کر دو یہی بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی بہت اچھا ہے ۝

یتیم کا مال: ☆ ☆ (آیت: ۳۳-۳۵) یتیم کے مال میں بدعتی سے ہیر پھیر نہ کرو ان کے مال ان کی بلوغت سے پہلے صاف کر ڈالنے کے ناپاک ارادوں سے بچو۔ جس کی پرورش میں یہ یتیم بیٹے ہوں اگر وہ خود مالدار ہے تب تو اسے ان یتیموں کے مال سے بالکل الگ رہنا چاہئے اور اگر وہ فقیر محتاج ہے تو خیر بقدر معروف کھالے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے حضور ﷺ نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں تو تجھے بہت کمزور دیکھ رہا ہوں اور تیرے لئے وہی پسند فرماتا ہوں جو خود اپنے لئے چاہتا ہوں۔ خبردار کبھی دو شخصوں کا والی نہ بننا اور نہ کبھی یتیم کے مال کا متولی بننا۔ پھر فرماتا ہے وعدہ وفا کی کیا کر دو جو وعدے وعید جو لین دین ہو جائے اس کی پاسپائی کر دو اس کی بابت قیامت کے دن جواب دہی ہوگی۔ ناپ پیمانہ پورا پورا بھر کر دیا کرو۔ لوگوں کو ان کی چیز گننا کر کم نہ دو۔ قسطاس کی دوسری قرات قسطاس بھی ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے بغیر پاسنگ کی صحیح وزن تانے والی سیدھی ترازو سے بغیر ڈنڈی مارے تولاد کر دو دونوں جہان میں تم سب کے لئے یہی بہتری ہے دنیا میں بھی یہ تمہارے لین دین کی رونق ہے اور آخرت میں بھی یہ تمہارے چھٹکارے کی دلیل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اے تاجرو تمہیں ان دو چیزوں کو سونپا گیا ہے جن کی وجہ سے تم سے پہلے کے لوگ برباد ہو گئے یعنی ناپ تولی نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی حرام پر قدرت رکھتے ہوئے صرف خوف الہی سے اسے چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اسی دنیا میں اسے اس سے بہتر چیز عطا فرمائے گا۔

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ
وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝ وَلَا تَمْشِ فِي
الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ
طُولًا ۝ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ۝

جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑ کیونکہ کان اور آنکھ اور دل ان میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے ۝ زمین میں اکر کر نہ چلا کر نہ دو

تو زمین کو بچاؤ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو بچاؤ سکتا ہے ○ ان سب کاموں کی برائی تیرے رب کے نزدیک سخت پاپ ہے ○

بلاتحقیق فیصلہ نہ کرو: ☆ ☆ (آیت: ۳۶) یعنی جس بات کا علم نہ ہو اس میں زبان نہ بلاؤ۔ بغیر علم کے کسی کی عیب جوئی اور بہتان بازی نہ کرو۔ جھوٹی شہادتیں نہ دیتے پھرو۔ بن دیکھنے نہ کہہ دیا کرو کہ میں نے دیکھا نہ بے سنا سنا بیان کرو نہ بے علمی پر اپنا جاننا بیان کرو۔ کیونکہ ان تمام باتوں کی جواب دہی اللہ کے ہاں ہوگی۔ غرض وہم و خیال اور گمان کے طور پر کچھ کہنا منع ہو رہا ہے۔ جیسے فرمان قرآن ہے اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ کہ زیادہ گمان سے بچو۔ بعض گمان گناہ ہیں۔ حدیث میں ہے گمان سے بچو گمان بدترین جھوٹی بات ہے۔ ابو داؤد کی حدیث میں ہے انسان کا یہ ٹکلیہ کام بہت ہی برا ہے کہ لوگ خیال کرتے ہیں۔ اور حدیث میں ہے بدترین بہتان یہ ہے کہ انسان جھوٹ موٹ کوئی خواب گھڑے اور صحیح حدیث میں ہے جو شخص ایسا خواب از خود گھڑے قیامت کے دن اسے یہ تکلیف دی جائے گی کہ وہ وہ جو کے درمیان گرہ لگائے اور یہ اس سے ہرگز نہیں ہوتا۔ قیامت کے دن آکھ کان دل سب سے باز پرس ہوگی سب کو جواب دہی کرنی ہو گی۔ یہاں تِلْكَ کی جگہ اُولَئِكَ کا استعمال ہے۔ عرب میں یہ استعمال برابر جاری ہے یہاں تک کہ شاعروں کے شعروں میں بھی۔

تکبر کے ساتھ چلنے کی ممانعت: ☆ ☆ (آیت: ۳۷-۳۸) اکڑ اکڑ کر تکبر کے ساتھ چلنے سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو منع فرماتا ہے۔ یہ عادت سرکش اور مغرور لوگوں کی ہے۔ پھر اسے نیچا دکھانے کے لئے فرماتا ہے کہ گو کہتے ہی بلند سر ہو کر چلو لیکن پہاڑ کی بلندی سے پست ہی رہو گے اور گو کہتے ہی کھٹ پٹ کرتے ہوئے پاؤں مار مار کر چلو لیکن زمین کو بچاؤ نہ سہے رہے۔ بلکہ ایسے لوگوں کا حال برعکس ہوتا ہے جیسے کہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص چادر جوڑے میں اترا ہوا چلا جا رہا تھا جو ہیں زمین میں دھنسا دیا گیا جو آج تک دھنسا ہوا چلا جا رہا ہے۔ قرآن میں قارون کا قصہ موجود ہے کہ وہ مع اپنے خلات کے زمین دوز کر دیا گیا۔ ہاں تو واضح 'نری' فردنی اور عاجزی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے اور لوگ اسے طویل القدر سمجھتے ہیں اور تکبر کرنے والا اپنے تئیں بڑا آدمی سمجھتا ہے اور لوگوں کی نگاہوں میں وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے کتوں اور سوروں سے بھی زیادہ حقیر جانتے ہیں۔ امام ابو بکر بن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الحمول والتواضع میں لائے ہیں کہ ابن الایم در بار منصور میں جا رہا تھا ریشمی جبہ پہنے ہوئے تھا اور پنڈلیوں کے اوپر سے اسے دو ہر اسلوا یا تھا کہ نیچے سے قبا بھی دکھائی دیتی رہے اور اکڑتا ایڈتا جا رہا تھا۔

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اس حالت میں دیکھ کر فرمایا افوہ تک چڑھا بل کھایا رخساروں پھولا اپنے ڈنڈ بازو دیکھا اپنے تئیں تو اتنا ستوں کے ذکر و شکر کو بھولا رب کے احکام کو چھوڑے ہوئے حق اللہ کو توڑا دیوانوں کی چال چلتا عضو عضو کسی کی دی ہوئی نعمت رکھتا شیطان کی لعنت کا مارا ہوا دیکھو جا رہا ہے۔ ابن الایم نے سن لیا اور اسی وقت لوٹ آیا اور عذر بہانہ کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے معذرت کیا کرتا ہے اللہ تعالیٰ سے توبہ کر اور اسے ترک کر۔ کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا ولا تَمْسُ فِی الْأَرْضِ مَرَحًا الخ۔ عابد بختری رحمۃ اللہ علیہ نے آل علی میں سے ایک شخص کو اکڑتے ہوئے چلا دیکھ کر فرمایا اے شخص جس نے تجھے یہ اکرام دیا ہے اس کی روش ایسی تھی۔ اس نے اسی وقت توبہ کر لی۔ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسے شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ شیطان کے بکی بھائی ہوتے ہیں۔ حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں لوگو اکڑ اکڑ کر چلنا چھوڑو اس لئے کہ انسان۔۔۔۔۔ (اصل عربی میں کچھ عبارت غائب ہے) اس کا ہاتھ اس کے باقی جسم سے (ابن ابی الدنیا)۔ ابن ابی الدنیا میں حدیث ہے کہ جب میری امت غرور اور تکبر کی چال چلنے لگے گی اور فارسیوں اور رومیوں کو اپنی خدمت میں لگائے گی تو اللہ تعالیٰ ایک کو ایک پر مسلط کر دے گا۔ سَبِّتُہُ کی دوسری

قرات سبقتے ہے تو معنی یہ ہوئے کہ جن جن کاموں سے ہم نے تمہیں روکا ہے یہ سب کام نہایت برے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ ہیں۔ یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو سے لے کر اکثر نہ چلو تک کے تمام کام۔ اور سبقتے قرات پر مطلب یہ ہے کہ وہ قضی ربک سے یہاں تک جو حکم احکام اور جو ممانعت اور روک بیان ہوئی اس میں جن برے کاموں کا ذکر ہے وہ سب اللہ کے نزدیک مکروہ کام ہیں۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہی توجیہ بیان فرمائی ہے۔

ذٰلِكَ مِمَّا اَوْحٰى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ وَلَا تَجْعَلْ
مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتُلْقٰى فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا ﴿٥٥﴾
اَفَاَصْفٰكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا
اِنَّكُمْ لَتَقُولُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿٥٦﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا
الْقُرْاٰنِ لِيَذْكُرُوْا وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نِفُوْرًا ﴿٥٧﴾

یہ بھی بیان جملہ اس وحی کے ہے جو تیری جانب رب نے حکمت سے اتاری ہے تو اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنانا کہ ملامت خوردہ اور راندہ درگاہ ہو کر
دوئل میں ڈال دیا جائے ○ کیا بیٹوں کے لئے تو اللہ نے تمہیں چھانڈ لیا اور خود اپنے لئے فرشتوں کو لڑکیاں بنالیں؟ بے شک تم بہت بڑا بول بول
رہے ہو ○ ہم نے تو اس قرآن میں ہر طرح بیان فرمادیا کہ لوگ سمجھ جائیں لیکن اس پر بھی انہیں تو نفرت ہی بڑھتی رہتی ہے ○

ذلیل کن عادتیں ☆ ☆ (آیت ۳۹) یہ احکام ہم نے دیے ہیں۔ سب بہترین اوصاف ہیں اور جن باتوں سے ہم نے روکا ہے وہ
بڑی ذلیل خصلتیں ہیں۔ ہم یہ سب باتیں تیری طرف بذریعہ وحی کے نازل فرما رہے ہیں کہ تو لوگوں کو حکم دے اور منع کرے۔ دیکھ
میرے ساتھ کسی کو معبود ٹھہرانا اور نہ وہ وقت آنے کا کہ خود اپنے تئیں ملامت کرنے لگے گا اور اللہ کی طرف سے بھی ملامت ہوگی بلکہ تمام
اور مخلوق کی طرف سے بھی اور تو ہر بھلائی سے دور کر دیا جائے گا۔ اس آیت میں بواسطہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت سے
خطاب ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم ہیں۔

مجرمانہ سوچ پر تبصرہ: ☆ ☆ (آیت ۴۰) ملعون شرکوں کی تردید ہو رہی ہے کہ یہ تم نے خوب تقسیم کی ہے کہ بیٹے تمہارے اور بیٹیاں اللہ
کی۔ جو تمہیں ناپسند جن سے تم جلو کرلو بلکہ زندہ درگور کر دو انہیں اللہ کے لئے ثابت کرو۔ اور آجوں میں بھی ان کا یہ کہینہ پن بیان ہوا ہے کہ
یہ کہتے ہیں اللہ رحمان کی اولاد ہے حقیقتاً ان کا یہ قول نہایت ہی برا ہے بہت ممکن ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائے زمین شق ہو جائے پہاڑ
چورا چورا ہو جائیں کہ یہ اللہ رحمان کی اولاد ٹھہرا رہے ہیں حالانکہ اللہ کو یہ کسی طرح لائق ہی نہیں۔ زمین و آسمان کی کل مخلوق اس کی غلام ہے۔
سب اس کے شمار میں ہیں اور گنتی میں اور ایک ایک اس کے سامنے قیامت کے دن تہا پیش ہونے والا ہے۔

دلائل کے ساتھ ہدایت: ☆ ☆ (آیت ۴۱) اس پاک کتاب میں ہم نے تمام مثالیں کھول کھول کر بیان فرمادی ہیں۔ وعدے و وعید
صاف طور پر مذکور ہیں تاکہ لوگ برائیوں سے اور اللہ کی نافرمانیوں سے بچیں۔ لیکن تاہم ظالم لوگ تو حق سے نفرت رکھتے اور اس سے دور
بھاگنے میں ہی بڑھ رہے ہیں۔

قُلْ لَوْ كَانَ مَعَهُ الْإِلَهُ كَمَا يَقُولُونَ إِذَا لَا بُتْغُوا
إِلَىٰ ذِي الْعَرْشِ سَبِيلًا ۖ سُبْحَنَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يَقُولُونَ
عُلُوهَا كَبِيرًا ۖ تَسْبِيحُ لَهُ السَّمَوَاتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَنْ
فِيهِنَّ وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ
تَسْبِيحَهُمْ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۖ

کہہ دے کہ اگر اللہ کے ساتھ اور معبود بھی ہوتے جیسے کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو ضرور وہ اب تک تو ایک عرش کی جانب راہ ڈھونڈ نکالتے ○ جو کچھ یہ کہتے ہیں اس سے وہ پاک اور بالاتر بہت دور اور بہت بلند ہے ○ ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہے سب اسی کی تسبیح کر رہے ہیں ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے پاکیزگی اور تشریف کے ساتھ یاد نہ کرتی ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے وہ بڑا بڑا بار بار دہنٹے والا ہے ○

لوگو عقل کے ناخن لو: ☆ ☆ (آیت: ۲۳-۲۴) جو شرک اللہ کے ساتھ اوروں کی بھی عبادت کرتے ہیں اور انہیں شریک الہ مانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ انہی کی وجہ سے ہم قرب الہی حاصل کر سکتے ہیں ان سے کہو کہ اگر تمہارا یہ گمان فاسد کچھ بھی جان رکھتا ہوتا اور اللہ کے ساتھ واقعی کوئی ایسے معبود ہوتے کہ وہ جسے چاہیں قرب الہی دلا دیں اور جس کی جو چاہیں سفارش کر دیں تو خود وہ معبود ہی اس کی عبادت کرتے۔ اس کا قرب ڈھونڈتے۔ پس تمہیں صرف اسی کی عبادت کرنی چاہیے نہ اس کے سوا دوسرے کی عبادت نہ دوسرے معبود کی کوئی ضرورت کہ اللہ میں اور تم میں وہ واسطہ بنے۔ اللہ کو یہ واسطے سخت نا پسند اور مکروہ معلوم ہوتے ہیں اور ان سے وہ انکار کرتا ہے۔ اپنے تمام نبیوں رسولوں کی زبان سے اس سے منع فرماتا ہے۔ اس کی ذات ظالموں کے بیان کردہ اس وصف سے بالکل پاک ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ان آلودگیوں سے ہمارا مولانا پاک ہے وہ اعداد اور صمد ہے وہ ماں باپ اور اولاد سے پاک ہے اس کی جنس کا کوئی نہیں۔

سبحان العلی الاعلیٰ: ☆ ☆ (آیت: ۲۴) ساتوں آسمان و زمین اور ان میں بسنے والی کل مخلوق اس کی قدوسیت، تسبیح، تعزیر، تعظیم، جلالت، بزرگی، بڑائی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے اور شرکین جو ٹکے اور باطل اوصاف ذات الہی کے لئے مانتے ہیں ان سے یہ تمام مخلوق برات کا اظہار کرتی ہے اور اس کی الوہیت اور ربوبیت میں اسے واحد اور لا شریک مانتی ہے۔ ہر ہستی اللہ کی توحید کی زندہ شہادت ہے۔ ان حالات کی لوگوں کے اقوال سے مخلوق تکلیف میں ہے۔ قریب ہے کہ آسمان پھٹ جائے زمین جھٹس جائے پہاڑ ٹوٹ جائیں۔

طبرانی میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو مقام ابراہیم اور مزمع کے درمیان سے جبرائیل و میکائیل مسجد اقصیٰ تک شب معراج میں لے گئے۔ جبرائیل آپ کے دائیں تھے اور میکائیل بائیں۔ آپ کو ساتوں آسمان تک اڑا لے گئے۔ وہاں سے آپ کوئے آپ کو کراتے ہیں کہ میں نے بلند آسمانوں میں بہت سی تسبیحوں کے ساتھ یہ تسبیح سنی کہ سُبْحَانَ السَّمَوَاتِ الْعُلَىٰ مِنْ ذِي الْمَهَابَةِ مُشْفِقَاتِ الَّذِي الْعُلُوُّ بِمَا عَلَا سُبْحَانَ الْعَلِيِّ الْأَعْلَىٰ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ مَخْلُوقٍ مِنْ سَبْعِ جِزْرِ اس کی پاکیزگی اور تعریف بیان کرتی ہے۔ لیکن اے لوگو! تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے اس لئے کہ وہ تمہاری زبان میں نہیں۔ حیوانات نباتات جمادات سب اس کی تسبیح خواں ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں ثابت ہے کہ کھانا کھاتے میں کھانے کی تسبیح ہم سنتے رہتے تھے۔ ابو ذر والی حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی مٹھی میں چند ٹکڑیاں لیں میں نے خود سنا کہ وہ شہد کی مکھوں کی جھمکنات کی طرح اللہ کی تسبیح کر رہی تھیں۔ اسی طرح

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں بھی۔ یہ حدیث صحیح میں اور مسندوں میں مشہور ہے۔ کچھ لوگوں کو حضور ﷺ نے اپنی اونٹنیوں اور جانوروں پر سوار کھڑے ہونے دیکھ کر فرمایا کہ سواری سلامتی کے ساتھ لو اور پھر اچھائی سے چھوڑ دیا کرڈ راستوں اور بازاروں میں اپنی ساریوں کو لوگوں سے باتیں کرنے کی کریاں نہ بنالیا کرو۔ سنو بہت سی سواریاں اپنے سواروں سے بھی زیادہ ذکر اللہ کرنے والی اور ان سے بھی بہتر افضل ہوتی ہیں۔ (مسند احمد) سنن نسائی میں ہے کہ حضور ﷺ نے مینڈک کے مارڈالنے کو منع فرمایا اور فرمایا اس کا بولنا اللہ کی تسبیح ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ لا الہ الا اللہ کا کلمہ اخلاص کہنے کے بعد ہی کسی کی نیکی قابل قبول ہوتی ہے۔ الحمد للہ کلمہ شکر ہے اس کا نہ کہنے والا ناشکرا ہے۔ اللہ اکبر زمین و آسمان کی فضا بھر دیتا ہے۔ سبحان اللہ کا کلمہ مخلوق کی تسبیح ہے۔ اللہ نے کسی مخلوق کو تسبیح اور نماز کے اقرار سے باقی نہیں چھوڑا۔ جب کوئی لا حول و لا قوۃ الا باللہ پڑھتا ہے تو اللہ فرماتا ہے میرا بندہ مطیع ہوا اور مجھے سونپا۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک اعرابی غلامی کی جبہ پہنے ہوئے جس میں ریشمی کف اور ریشمی گھنڈیاں تھیں آنحضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اس شخص کا ارادہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ چراہوں کے لڑکوں کو انچا کرے اور سرداروں کے لڑکوں کو ذلیل کرے۔ آپ کو غصہ آ گیا اور اس کا دامن گھینٹے ہوئے فرمایا کہ تجھے میں جانوروں کا لباس پہنے ہوئے تو نہیں دیکھتا؟ پھر حضور ﷺ واپس چلے آئے اور بیٹھ کر فرمانے لگے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت اپنے بچوں کو بلا کر فرمایا کہ میں تمہیں بطور وصیت کے دو حکم دیتا ہوں اور دو ممانعت۔ ایک تو میں تمہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے منع کرتا ہوں۔ دوسرے تکبر سے روکتا ہوں اور پہلے حکم تو تمہیں یہ کہتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ کہتے رہو اس لئے کہ اگر آسمان اور زمین اور ان میں کی تمام چیزیں ترازو کے پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے میں صرف یہی کلمہ ہو تو بھی یہی کلمہ وزنی رہے گا۔ سوا اگر تمام آسمان و زمین ایک حلقہ بنادیںے جائیں اور ان پر اس کو رکھ دیا جائے تو وہ انہیں پش پاش کر دے دوسرا حکم یہ اسبْحَانَ اللّٰہ و بَحْمْدُہ پڑھنے کا ہے کہ یہ ہر چیز کی نماز ہے اور اسی کی وجہ سے ہر ایک کو رزق دیا جاتا ہے۔ ابن جریر میں ہے کہ آپ نے فرمایا آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے لڑکے کو کیا حکم دیا۔ فرمایا کہ پیارے بچے میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ سبحان اللہ کہا کرو۔ یہ کل مخلوق کی تسبیح ہے اور اسی سے مخلوق کو روزی دی جاتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہر چیز اس کی تسبیح حمد بیان کرتی ہے اس کی اسناد بوجہ اودی راوی کے ضعیف ہے۔ مگر مہر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ستون درخت دروازوں کی چولیس ان کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز پانی کی کھڑکھڑاہٹ یہ سب اللہ کی تسبیح ہے اللہ فرماتا ہے کہ ہر چیز حمد و ثناء کے بیان میں مشغول ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں طعام بھی تسبیح خوانی کرتا ہے سورہ حج کی آیت بھی اس کی شہادت دیتی ہے۔ اور مفسرین کہتے ہیں کہ ہر فی روح چیز تسبیح خواں ہے جیسے حیوانات اور نباتات۔

ایک مرتبہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کے پاس خوان آیا تو ابو یزید قاشی نے کہا کہ اے ابوسعید کیا یہ بھی تسبیح گو ہے آپ نے فرمایا ہاں تھا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک ترکوزی کی صورت میں تھا، تسبیح گو تھا جب کٹ کر سوکھ گیا تسبیح جاتی رہی۔ اس قول کی تائید میں اس حدیث سے بھی مدد لی جاسکتی ہے کہ حضور ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرتے ہیں فرماتے ہیں انہیں عذاب کیا جا رہا ہے اور کسی بڑی چیز میں نہیں ایک تو یہ شباب کے وقت پر پردے کا خیال نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔ پھر آپ نے ایک ترشہنی لے کر اس کے دو ٹکڑے کر کے دو قبروں پر گاڑ دیئے اور فرمایا کہ شاید جب تک یہ خشک نہ ہوں ان کے عذاب میں تخفیف رہے (بخاری و مسلم) اس سے بعض علماء نے کہا ہے کہ جب تک یہ تر رہیں گی تسبیح پڑھتی رہیں گی جب خشک ہو جائیں گی تسبیح بند ہو جائے گی واللہ اعلم۔ اللہ تعالیٰ علیم وغفور ہے اپنے گنہگاروں کو سزا کرنے میں جلدی نہیں کرتا تاخیر کرتا ہے ڈھیل دیتا ہے پھر بھی اگر کفر و فسق پر اڑا رہے تو اچانک عذاب مسلط کر دیتا ہے۔ صحیحین میں ہے اللہ

اس جزیرے کے حالات تمہارے سامنے ہیں کہ یہاں سے وہاں تک یہ پاک کلمہ پھیل گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد شیطانوں کا بھاگنا ہے گو بات یہ ٹھیک ہے اللہ کے ذکر سے اذان سے تلاوت قرآن سے شیطان بھاگتا ہے لیکن اس آیت کی یہ تفسیر کرنا غرابت سے خالی نہیں۔

مَنْ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ
نَجْوَىٰ إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِنَّا تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا
مَّسْحُورًا ۖ أَنْظِرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا
يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ۝

اسے سننے کے وقت ان کی تینوں سے ہم خوب آگاہ ہیں۔ جب یہ تیری طرف کان لگائے ہوئے ہوتے ہیں جب بھی اور جب یہ مشورہ کرتے ہیں تب بھی جب کہ یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم تو اس کی تابعداری میں لگے ہوئے ہو جس پر جادو کر دیا گیا ہے ○ دیکھو تو کسی کی تیری کیا کیا مثالیں بیان کرتے پھرتے ہیں اور بہک رہے ہیں۔ اب تو راہ بانا ان کے بس میں نہیں رہا ○

سرداران کفر کا المیہ ☆ ☆ (آیت: ۴۷-۴۸) سرداران کفر جو آپس میں باتیں بناتے تھے وہ آنحضرت ﷺ کو پہنچاتی جا رہی ہیں کہ آپ تو تلاوت میں مشغول ہوتے ہیں یہ چپکے چپکے کہا کرتے ہیں کہ اس پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ مطلب ہو کہ یہ تو ایک انسان ہے جو کھانے پینے کا محتاج ہے۔ گو یہ لفظ اسی معنی میں شعر میں بھی ہے اور امام ابن جریر نے اسی کو ٹھیک بھی بتلایا ہے لیکن یہ یہ غور طلب۔ ان کا ارادہ اس موقع پر اس کہنے سے یہ تھا کہ خود یہ جادو میں مبتلا ہے کوئی ہے جو اسے اس موقع پر کچھ پڑھا جاتا ہے۔ کافر لوگ طرح طرح کے وہم آپ کی نسبت ظاہر کرتے تھے کوئی کہتا آپ شاعر ہیں، کوئی کہتا کاہن ہیں، کوئی جنوں بتلاتا، کوئی جادو گر وغیرہ۔ اس لئے فرماتا ہے کہ دیکھو یہ کیسے بہک رہے ہیں کہ حق کی جانب آ ہی نہیں سکتے۔ سیرۃ محمد بن اسحاق میں ہے کہ ابوسفیان بن حرب، ابو جہل بن ہشام، افض بن شریق رات کے وقت اپنے اپنے گھروں سے کلام اللہ شریف حضور ﷺ کی زبانی سننے کے لئے لکے۔ آپ اپنے گھر میں رات کو نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ لوگ آ کر چپ چاپ چھپ کر ادھر ادھر بیٹھ گئے۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی رات کو سننے رہے فجر ہوئے وقت یہاں سے چلے افتات راستے میں سب کی آپس میں ملاقات ہو گئی ایک دوسرے کو ملا مت کرنے لگے اور کہنے لگے اب سے یہ حرکت نہ کرنا ورنہ اور لوگ تو بالکل اسی کے ہو جائیں گے۔ لیکن رات کو پھر یہ تینوں آ گئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر قرآن سننے میں رات گزاری۔ صبح واپس چلے راستے میں مل گئے پھر سے کل کی باتیں دوہرائیں اور آج پختہ ارادہ کیا کہ اب سے ایسا کام ہرگز کوئی نہ کرے گا۔ تیسری رات پھر یہی ہوا اب کے انہوں نے کہا آؤ عہد کر لیں کہ اب نہیں آئیں گے چنانچہ قول و قرار کر کے جدا ہوئے۔

صبح کو افض اپنی لامٹی سنبالے ابوسفیان کے گھر پہنچا اور کہنے لگا ابو حظلہ مجھے بتاؤ تمہاری اپنی رائے آنحضرت ﷺ کی بابت کیا ہے؟ اس نے کہا ابو حظلہ جو آیتیں قرآن کی میں نے سنی ہیں ان میں سے بہت سی آیتوں کا تو مطلب میں جان گیا لیکن بہت سی آیتوں کی مراد مجھے معلوم نہیں ہوئی۔ افض نے کہا واللہ میرا بھی یہی حال ہے۔ یہاں سے ہو کر افض ابو جہل کے پاس پہنچا۔ اس سے بھی یہی سوال کیا اس نے کہا سنئے۔ شرافت و سرداری کے بارے میں ہمارا ابو عبد مناف سے مدت کا جھگڑا چلا آتا ہے انہوں نے کھلایا تو ہم نے بھی کھلا تا شروع کر دیا۔ انہوں نے سواریاں دیں تو ہم نے بھی انہیں سواریوں کے جانور دیئے۔ انہوں نے لوگوں کے ساتھ سلوک کئے اور ان انعامات میں ہم نے بھی ان سے پیچھے رہنا پسند نہ کیا۔ اب جب کہ تمام باتوں میں وہ اور ہم برابر رہے اس دوڑ میں جب وہ بازی لے جانے سکے تو جھٹ سے

انہوں نے کہہ دیا کہ ہم میں نبوت ہے، ہم میں ایک شخص ہے جس کے پاس آسانی دہی آتی ہے اب بتاؤ اس کو ہم کیسے مان لیں؟ واللہ نہ اس پر ہم ایمان لائیں گے نہ کبھی اسے سچا کہیں گے۔ اسی وقت انھیں اسے چھوڑ کر چل دیا۔

وَقَالُوا إِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا إِنْآ لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ۝
قُلْ كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا ۝ أَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي
صُدُورِكُمْ ۚ فَسَيَقُولُونَ مَنْ يُعِيدُنَا ۚ قُلِ الَّذِي فَطَرَكُمْ
أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ مَتَى هُوَ
قُلْ عَلَىٰ أَنْ يَكُونَ قَرِيبًا ۝ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ فَتَسْتَجِيبُونَ
بِحَمْدِهِمْ وَتَقْنُتُونَ إِنْ لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ۝

کہنے لگے کہ کیا جب کہ ہم ہڈیاں اور مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم ہی پیدا کر دے گا؟ جواب دے کہ تم پتھر بن جاؤ یا لوہا یا کوئی اور ایسی خلقت جو تمہارے دلوں میں بہت ہی سخت معلوم ہو ۝ اب یہ پوچھیں گے کہ کون ہے جو دوبارہ ہماری زندگی لوٹائے؟ تو جواب دے کہ وہی اللہ جس نے تمہیں اول بار پیدا کیا اس پر وہ اپنے سر ہلا ہلا کر تھکے سے دریافت کریں گے کہ اچھا یہ ہے کب؟ تو جواب دے کہ کیا عجیب کہ وہ قریب ہی آگئی ہو؟ ۝ جس دن وہ تمہیں بلائے گا تم اس کی تعریف کرتے ہوئے قیام ارشاد کرو گے اور گمان کرنے لگو گے کہ تمہارا ہمارا بہت ہی قہور اہوا ۝

سب دوبارہ پیدا ہوں گے: ☆ ☆ (آیت: ۴۹-۵۲) کافر جو قیامت کے قائل نہ تھے اور مرنے کے بعد کے جینے کو محال جانتے تھے وہ بطور انکار پوچھا کرتے تھے کہ کیا ہم جب ہڈی اور مٹی ہو جائیں گے، غبار بن جائیں گے، کچھ نہ رہیں گے، بالکل مٹ جائیں گے پھر بھی نئی پیداؤں سے پیدا ہوں گے؟ سورہ نازعات میں ان منکروں کا قول بیان ہوا ہے کہ کیا ہم مرنے کے بعد اگلے پاؤں زندگی میں لوٹائے جائیں گے؟ اور وہ بھی ایسی حالت میں کہ ہماری ہڈیاں بھی گل سڑ گئی ہوں؟ یعنی تو بڑے ہی خسارے کی بات ہے۔ سورہ یٰسین میں ہے کہ یہ ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے بیٹھ گیا اور اپنی پیداؤں کو فراموش کر گیا۔ الخ۔ پس انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ ہڈیاں تو کیا تم خواہ پتھر بن جاؤ خواہ لوہا بن جاؤ۔ خواہ اس سے بھی زیادہ سخت چیز بن جاؤ مثلاً پہاڑ یا زمین یا آسمان بلکہ تم خود موت ہی کیوں نہ بن جاؤ اللہ پر تمہارا جلا نامشکل نہیں جو چاہو ہو جو چاہو دوبارہ اٹھو ضرور۔ حدیث میں ہے کہ بھڑکے کی صورت میں موت کو قیامت کے دن جنت و دوزخ کے درمیان لایا جاتا ہے اور دونوں سے کہا جائے گا کہ اسے پہچانتے ہو؟ سب کہیں گے ہاں پھر اسے وہیں ذبح کر دیا جائے گا اور منادی ہو جائے گی کہ اسے جنتیواب دوام ہے موت نہیں اور اسے جہنمیواب ہمیشہ قیام ہے موت نہیں۔

یہاں فرمان ہے کہ یہ پوچھتے ہیں کہ اچھا جب ہم ہڈیاں اور چور ہو جائیں یا پتھر اور لوہا ہو جائیں گے یا جو ہم چاہیں اور جو بڑی سے بڑی سخت چیز ہو وہی ہم ہو جائیں تو یہ تو بتلاؤ کہ کس کے اختیار میں ہے کہ اب ہمیں پھر سے اس زندگی کی طرف لوٹا دے؟ ان کے اس سوال اور بے جا اعتراض کے جواب میں تو انہیں سمجھا کہ تمہیں لوٹانے والا تمہارا سچا خالق اللہ تعالیٰ ہے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے جب کہ تم کچھ نہ تھے پھر اس پر دوسری بار کی پیداؤں کیا گراں ہے بلکہ بہت آسان ہے تم خواہ کچھ بھی بن جاؤ۔ یہ جواب چونکہ لا جواب ہے، بھونچکے تو ہو جائیں گے لیکن پھر بھی اپنی شرارت سے باز نہ آئیں گے، بد عقیدگی نہ چھوڑیں گے اور بطور مذاق سر ہلاتے ہوئے کہیں گے کہ اچھا یہ ہو گا کب؟

سچے ہو تو وقت کا تعین کر دو۔ بے ایمانوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ جلدی چاتے رہتے ہیں۔ ہاں ہے تو وہ وقت قریب ہی، تم اس کے لئے انتظار کر لو، غفلت نہ برتو اس کے آنے میں کوئی شک نہیں، آنے والی چیز کو آئی ہوئی سمجھا کر۔ اللہ کی ایک آواز کے ساتھ ہی تم زمین سے نکل کھڑے ہو گے۔ ایک آنکھ چمکانے کی دیر بھی تو نہ لگے گی۔ اللہ کے فرمان کے ساتھ ہی تم سے میدان محشر پر ہو جائے گا۔ قبروں سے اٹھ کر اللہ کی تعریفیں کرتے ہوئے اس کے احکام کی بجا آوری میں کھڑے ہو جاؤ گے۔ حمد کے لائق وہی ہے، تم اس کے حکم سے اور ارادے سے باہر نہیں ہو۔ حدیث میں ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنے والوں پر ان کی قبر میں کوئی وحشت نہیں ہوگی گویا کہ میں انہیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ قبروں سے اٹھ رہے ہیں اپنے سر سے مٹی جھاڑتے ہوئے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ کہیں گے کہ اللہ کی حمد ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا۔ سورہ فاطر کی تفسیر میں یہ بیان آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ

اس وقت تمہارا یقین ہوگا کہ تم بہت ہی کم مدت دنیا میں رہے گویا صبح یا شام کوئی کبے گا دس دن کوئی کبے گا ایک دن کوئی سمجھ گا ایک ساعت ہی۔ سوال پر یہی کہیں گے کہ ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ہی اور اس پر قسمیں کھائیں گے۔ اسی طرح دنیا میں بھی اپنے جھوٹ پر قسمیں کھاتے رہے تھے۔

وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ
يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا
رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ إِنَّ يَئِشًا يَرْحَمَكُمُ أَوْ إِنْ يَشَأْ
يُعَذِّبَكُمْ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا
وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّنَ عَلَى بَعْضٍ
وَاتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا

میرے بندوں سے کہہ دو کہ وہ بہت ہی اچھی بات منہ سے نکالا کریں کیونکہ شیطان آپس میں فساد ڈالتا رہتا ہے، بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے ○ تمہارا رب تم سے بہت نسبت تمہارا ہے بھی بہت زیادہ جانے والا ہے وہ اگر چاہے تو تم پر دم کروے چاہے تمہیں مزا دے۔ ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار ٹھہرا کر نہیں بھیجا ○ آسمان و زمین میں جو بھی ہیں تیرا رب سب کو بخوبی جانتا ہے ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر بہتری اور برتری دے رکھی ہے۔ داؤد کو زبور ہم نے ہی عطا فرمائی ہے ○

مسلمانو ایک دوسرے کا احترام کرو: ☆☆ (آیت: ۵۳) اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ آپ مومن بندوں سے فرمادیں کہ وہ اچھے لفظوں اور بہتر نعروں اور تہذیب سے کلام کرتے رہیں ورنہ شیطان ان کے آپس میں سر پھنول اور برائی ڈلوا دے گا۔ لڑائی جھگڑے شروع ہو جائیں گے۔ وہ انسان کا دشمن ہے۔ گھات میں لگا رہتا ہے اسی لئے حدیث میں مسلمان بھائی کی طرف کسی ہتھیار سے اشارہ کرنا بھی حرام ہے کہ کہیں شیطان اسے لگا نہ دے اور یہ جہنمی نہ بن جائے۔ ملاحظہ ہو مسند احمد۔ حضور ﷺ نے لوگوں کے ایک ٹمچے میں فرمایا کہ سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، کوئی کسی کو ظلم و ستم نہ کرے، کوئی کسی کو بے عزت نہ کرے پھر آپ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تقویٰ یہاں ہے۔ جو وہ شخص آپس میں دینی دوست ہوں پھر ان میں جدائی ہو جائے اسے ان میں سے جو بیان کرے وہ بیان کرنے والا برا ہے۔ وہ بدتر ہے۔ وہ نہایت شریر ہے (مسند)

افضل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام: ☆ ☆ (آیت: ۵۴-۵۵) تمہارا رب تم سے بخوبی واقف ہے وہ ہدایت کے مستحق لوگوں کو بخوبی جانتا ہے۔ وہ جس پر چاہتا ہے رحم کرتا ہے اپنی اطاعت کی توفیق دیتا ہے اور اپنی جانب جھکا لیتا ہے۔ اسی طرح جسے چاہے بد اعمالی پر پکڑ لیتا ہے اور سزا دیتا ہے۔ ہم نے تجھے ان کا ذمہ دار نہیں بنایا تیرا کام صرف ہوشیار کر دینا ہے تیری مانتے والے یعنی ہوں گے اور نہ مانتے والے دونوں میں نہیں گے۔ زمین و آسمان کے تمام انسان جنات فرشتوں کا اسے علم ہے۔ ہر ایک کے مراتب کا اسے علم ہے ایک کو ایک پر فضیلت ہے۔ نبیوں میں بھی درجے ہیں کوئی کلیم اللہ ہے کوئی بلند درجہ ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبیوں میں فضیلتیں قائم نہ کیا کرو اس سے مطلب صرف تعصب اور نفیس پرستی سے اپنے طور پر فضیلت قائم کرنا ہے نہ یہ کہ قرآن وحدیث سے ثابت شدہ فضیلت سے بھی انکار جو فضیلت جس نبی کی از روئے دلیل ثابت ہو جائے گی اس کا ماننا واجب ہے۔

مانی ہوئی بات ہے کہ تمام انبیاء سے رسول افضل ہیں اور رسولوں میں پانچ اولوالعزم رسول سب سے افضل ہیں جن کا نام سورۃ احزاب کی آیت میں ہے یعنی محمدؐ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین۔ سورہ شوریٰ کی آیت شرع لکم الخ میں بھی ان پانچوں کے نام موجود ہیں۔ جس طرح یہ سب چیزیں ساری امت مانتی ہے اسی طرح بغیر اختلاف کے یہ بھی ثابت ہے کہ ان میں بھی سب سے افضل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا کہ مشہور ہے ہم نے اس کے دلائل اور تفصیل سے بیان کئے ہیں واللہ الموفق۔ پھر فرماتا ہے ہم نے داؤدؑ وغیرہ علیہ السلام کو زبور دی۔ یہ بھی ان کی فضیلت اور شرف کی دلیل ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں حضرت داؤد علیہ السلام پر قرآن اتنا آسان کر دیا گیا تھا کہ جانور پر زین کسی جائے اتنی سی دیر میں آپ قرآن پڑھ لیا کرتے تھے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفِ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ۝ اُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۝

کہہ دے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھو ہے ہوا نہیں پکا اور نہ لجن نہ توہم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں ○ جنہیں یہ لوگ پکارتے رہتے ہیں خود وہ اپنے رب کی نزدیکی کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے وہ خود اس کی رحمت کی امید واری میں لگے رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف زدہ ہو رہے ہیں بات بھی یہی ہے کہ تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہی ہے ○

وسیلہ یا قرب الہی: ☆ ☆ (آیت: ۵۶-۵۷) اللہ کے سوا اوروں کی عبادت کرنے والوں سے کہئے کہ تم انہیں خوب پکار کر دیکھ لو کہ آیا وہ تمہارے کچھ بھی کام آسکتے ہیں؟ نہ ان کے بس کی یہ بات ہے کہ مشکل کشائی کریں نہ یہ بات کہ اسے کسی اور پر نال دیں وہ محض بے بس ہیں قادر اور طاقت والا صرف اللہ واحد ہی ہے مخلوق کا خالق اور سب کا حاکم ان وہی ہے۔ یہ مشرک کہا کرتے تھے کہ ہم فرشتوں کی سبج اور عزیر کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کے معبود تو خود اللہ کی نزدیکی کی جستجو میں ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جن جنات کی یہ مشرکین پرستش کرتے تھے وہ خود مسلمان ہو گئے تھے۔ لیکن یہ اب تک اپنے کفر پر جتے ہوئے ہیں۔ اس لئے انہیں خبردار کیا گیا کہ تمہارے معبود خود اللہ کی طرف جھک گئے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں یہ جن فرشتوں کی ایک قسم سے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہ

السلام حضرت عزیر علیہ السلام سورج چاند فرشتے سب قرب اللہ کی تلاش میں ہیں۔ ابن جریر فرماتے ہیں ٹھیک مطلب یہ ہے کہ جن جنوں کو یہ پوجتے تھے آیت میں وہی مراد ہیں کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام وغیرہ کا زمانہ تو گزر چکا تھا اور فرشتے پہلے ہی سے عابد اللہ تھے تو مراد یہاں بھی جنات ہیں۔ وسیلہ کے معنی قربت و نزدیکی کے ہیں جیسے کہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ یہ سب بزرگ اسی دھن میں ہیں کہ کون اللہ سے زیادہ نزدیکی حاصل کر لے؟ وہ اللہ کی رحمت کے خواہاں اور اس کے عذاب سے ترساں ہیں۔ حقیقت میں بغیر ان دونوں باتوں کے عبادت نامکمل ہے۔ خوف گناہوں سے روکتا ہے اور امید اطاعت پر آمادہ کرتی ہے۔ درحقیقت اس کے عذاب ڈرنے کے لائق ہیں۔ اللہ ہمیں بچائے۔

وَأَنَّ مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَمَةِ
أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا كَانَ ذَلِكَ فِي الْكِتَابِ
مَسْطُورًا ۝ وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا
الْأَوَّلُونَ ۝ وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا ۝ وَمَا
نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ۝

جتنی بھی بستیوں ہیں ہم قیامت کے دن سے پہلے پہلے یا تو انہیں ہلاک کر دیے والے ہیں یا سخت ترسزا دیے والے ہیں۔ یہ تو کتاب میں لکھا جا چکا ہے ○ ہمیں نشانات کے نازل کرنے سے روک صرف اسی کی ہے کہ اگلے لوگ انہیں جھٹلا چکے ہیں۔ ہم نے خود یوں کبھی طور نشان کے اونٹنی دی لیکن انہوں نے اس پر ظلم کیا ہم تو لوگوں کو صرف دھمکانے کے لئے ہی نشانات بھیجتے ہیں ○

(آیت: ۵۸) وہ فوشہ جولوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے وہ حکم جو جاری کر دیا گیا ہے اس کا بیان اس آیت میں ہے کہ گنہگاروں کی بستیاں یقیناً ویران کر دی جائیں گی یا ان کے گناہوں کی وجہ سے تباہی کے قریب ہو جائیں گی اس میں ہماری جانب سے کوئی ظلم نہ ہوگا بلکہ ان کے اپنے کتوت کا خمیازہ ہوگا ان کے اعمال کا وبال ہوگا رب کی آیتوں اور اس کے رسولوں سے سرکشی کرنے کا پھل ہوگا۔

عجیب و غریب مانگ: ☆ ☆ (آیت: ۵۹) حضور ﷺ کے زمانے کے کافروں نے آپ سے کہا کہ حضرت آپ کے پہلے کے انبیاء میں سے بعض کے تابع ہوتے، بعض مردوں کا زندہ کر دیا کرتے تھے وغیرہ۔ اب اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم بھی آپ پر ایمان لائیں تو آپ اس صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیجئے۔ ہم آپ کی سچائی کے قائل ہو جائیں گے۔ آپ پر وحی آئی کہ اگر آپ کی بھی یہی خواہش ہو تو میں اس پہاڑ کو ابھی سونے کا بنا دیتا ہوں لیکن یہ خیال رہے کہ اگر پھر بھی یہ ایمان نہ لائے تو اب انہیں مہلت نہ ملے گی۔ فی الغور عذاب آجائے گا اور تباہ کر دیئے جائیں گے۔ اور اگر آپ کو انہیں تاخیر دیئے اور سوچنے کا موقع دینا منظور ہے تو میں ایسا کروں۔ آپ نے فرمایا: اللہ میں انہیں باقی رکھنے میں ہی خوش ہوں۔ مسند میں اتنا اور بھی ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ باقی کی اور پہاڑیاں یہاں سے کھسک جائیں تاکہ ہم یہاں کھیتی باڑی کر سکیں۔ ان اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اور روایت میں ہے کہ آپ نے دعا مانگی جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر آپ چاہیں تو صبح کو ہی یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے گا لیکن اگر پھر بھی ان میں سے کوئی ایمان نہ لایا تو اسے وہ سزا ہوگی جو اس سے پہلے کسی کو نہ

ہوئی ہو اور اگر آپ کا ارادہ ہو تو میں ان پر توبہ اور رحمت کے دروازے کھلے چھوڑ دوں۔ آپ نے دوسری شق اختیار کی۔ مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ آیت وَانذِرْ عَشِيرَتَكَ اَنْج جب اتری تو قبیل ارشاد کے لئے جبل ابی قیس پر چڑھ گئے اور فرمانے لگے اے بنی عبد مناف میں تمہیں ڈرانے والا ہوں۔ قریش یہ آواز سنتے ہی جمع ہو گئے پھر کہنے لگے سنئے آپ نبوت کے مدعی ہیں۔ سلیمان بنی علیہ السلام کے تابع ہوا تھی موسیٰ بنی علیہ السلام کے تابع دریا ہو گیا تھا، عیسیٰ بنی علیہ السلام مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔ تو بھی نبی ہے اللہ سے کہہ کہ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹوا کر زمین قابل زراعت بنادے تاکہ ہم کھیتی باڑی کریں۔ یہ نہیں تو ہمارے مردوں کی زندگی کی دعا اللہ سے کہہ کہ ہم اور وہ مل کر نبیوں اور ان سے باتیں کریں۔ یہ بھی نہیں تو اس پہاڑ کو سونے کا بنوادے کہ ہم جاڑے اور گرمیوں کے سفر سے نجات پائیں اسی وقت آپؐ پر وحی اترنی شروع ہو گئی اس کے خاتمے پر آپؐ نے فرمایا! اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم نے جو کچھ مجھ سے طلب کیا تھا مجھے اس کے ہو جانے میں اور اس بات میں کہ دروازہ رحمت میں چلے جاؤ اختیار دیا گیا کہ ایمان اسلام کے بعد تم جنت الہی سمیت لو یا تم یہ نشانات دیکھ لو لیکن پھر نہ مانو تو گمراہ ہو جاؤ اور رحمت کے دروازے تم پر بند ہو جائیں تو میں تو ڈر گیا اور میں نے در رحمت کا کھلا ہونا ہی پسند کیا۔ کیونکہ دوسری صورت میں تمہارے ایمان نہ لانا ہے تم پر وہ عذاب اترے جو تم سے پہلے کسی پر نہ اترے ہوں۔ اس پر یہ آیتیں اتریں اور آیت وَلَوْ اَنْزَلْنَا سِجِّيرَتٍ نَّازِلٍ ہوئی۔ یعنی آتوں کے پیچھے اور منہ مانگے مجروحوں کے دکھانے سے ہم عاجز تو نہیں بلکہ یہ ہم پر بہت آسان ہے جو تیری قوم چاہتی ہے ہم انہیں دکھا دیتے لیکن اس صورت میں ان کے نہ ماننے پر پھر ہمارے عذاب نہ رکے۔ اگلوں کو دیکھ لو کہ اسی میں برباد ہوئے۔ چنانچہ سورہ مائدہ میں ہے کہ میں تم پر دسترخوان اتار رہا ہوں لیکن اس کے بعد جو کھر کرے گا اسے ایسی سزا دی جائے گی جو اس سے پہلے کسی کو نہ ہوئی ہو۔ شہودیوں کو دیکھو کہ انہوں نے ایک خاص پتھر میں سے اونٹنی کا ٹکٹا طلب کیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کی دعا پر وہ نکل لیکن وہ نہ مانے بلکہ اس اونٹنی کی کوئیں کاٹ دیں رسول کو چٹلاتے رہے جس پر انہیں تین دن کی مہلت ملی اور آخر عمارت کر دیئے گئے۔ ان کی یہ اونٹنی بھی الہیکی وحدانیت کی ایک نشانی تھی اور اس کے رسول کی صداقت کی علامت تھی لیکن ان لوگوں نے پھر بھی کفر کیا، اس کا پانی بند کیا، بلا خراسے قتل کر دیا، جس کی پاداش میں اول سے لے کر آخر تک سب مار ڈالے گئے اور اللہ غالب کی پکڑ میں آ گئے۔ آیتیں صرف دھمکانے کے لئے ہوتی ہیں کہ وہ عبرت و نصیحت حاصل کر لیں۔

مردی ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں کوفے میں زلزلہ آیا تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اس کی جانب جھکو تمہیں فوراً اس کی طرف متوجہ ہو جانا چاہئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں مدینہ شریف میں کئی بار جھکے محسوس ہوئے تو آپؐ نے فرمایا واللہ تم نے ضرور کوئی نئی بات کی ہے دیکھو اگر اب ایسا ہوا تو میں تمہیں سخت سزائیں کروں گا۔ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا! سورج چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں ان میں کسی کی موت و حیات سے گریز نہیں لگتا بلکہ اللہ تعالیٰ ان سے اپنے بندوں کو خوفزدہ کر دیتا ہے جب تم یہ دیکھو تو ذکر اللہ دعا اور استغفار کی طرف جھک پڑو۔ اے امت محمد! واللہ اللہ سے زیادہ غیرت والا کوئی نہیں کہ اس کے کوٹری غلام زنا کاری کریں۔ اے امت محمد! واللہ جو میں جانتا ہوں اگر تم جانتے تو بہت کم ہتے اور بہت زیادہ روتے۔

وَ اذْقُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ وَمَا جَعَلْنَا الرِّيَّا
الَّتِي اَرَيْنَكَ اِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ
فِي الْقُرْآنِ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمَا يَزِيدُهُمْ اِلَّا طَعْيَانًا كَبِيرًا

یاد رکھجئے ہم نے تجھ سے فرمایا کہ تیرے رب بنے لوگوں کو گھیر لیا ہے جو نائش ہم نے تجھے دکھائی تھی وہ لوگوں کیلئے صاف آزمائش ہی تھی اور اسی طرح وہ درخت بھی جس سے قرآن میں اظہارِ نفرت کیا گیا ہے ہم انہیں ڈرا رہے ہیں لیکن یہ انہیں اور بڑی سرکشی میں بڑھا رہا ہے ○

مقصود معراج: ☆ ☆ (آیت: ۶۰) اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے رسول علیہ السلام کو تبلیغِ دین کی رغبت دلارہا ہے اور آپ کے بچاؤ کی ذمہ داری لے رہا ہے کہ سب لوگ اسی کی قدرت تلے ہیں وہ سب پر غالب ہے سب اس کے ماتحت ہیں وہ ان سب سے تجھے بچاتا رہے گا۔ جو ہم نے تجھے دکھایا وہ لوگوں کی ایک صریح آزمائش ہے۔ یہ دکھانا معراج والی رات تھا جو آپ کی آنکھوں نے دیکھا۔ ملعون (نفرتی) درخت سے مراد زقوم کا درخت ہے۔ بہت سے تابعین اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ دکھانا آنکھ کا دکھانا تھا مشاہدہ جو شب معراج میں دکھایا گیا تھا۔ معراج کی حدیثیں پوری تفصیل کے ساتھ اس سورت کے شروع میں بیان ہو چکی ہیں۔ یہ بھی گزر چکا ہے کہ معراج کے واقعہ کو سن کے بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے اور حق سے پھر گئے کیونکہ ان کی عقل میں یہ نہ آیا تو اپنی جہالت سے اسے جھوٹا جانا اور دین کو چھوڑ بیٹھے۔ ان کے برخلاف کامل ایمان والے اپنے یقین میں اور بڑھ گئے اور ان کے ایمان اور مضبوط ہو گئے۔ ثابت قدمی اور استقلال میں زیادہ ہو گئے۔ پس اس واقعہ کو لوگوں کی آزمائش اور ان کے امتحان کا ذریعہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کر دیا۔

حضور ﷺ نے جب خبر دی اور قرآن میں آیت اتری کہ دو زنجیوں کو زقوم کا درخت کھلایا جائے گا اور آپ نے اسے دیکھا بھی تو کافروں نے اسے سچ نہ مانا اور ابو جہل ملعون مذاق اڑاتے ہوئے کہنے لگا لاؤ کھجور اور کھن لاؤ اور اس کا زقوم کرو یعنی دونوں کو ملا دو اور خوب شوق سے کھاؤ بس یہی زقوم ہے پھر اس خوراک سے گھبرانے کے کیا معنی؟ ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے مراد بنو امیہ ہیں لیکن یہ قول بالکل ضعیف اور غریب ہے۔ پہلے قول کے قائل وہ تمام مفسر ہیں جو اس آیت کو معراج کے بارے میں مانتے ہیں۔ جیسے ابن عباسؓ 'سردق' ابو مالک 'حسن بصری وغیرہ۔ سہل بن سعید کہتے ہیں حضور ﷺ نے فلاں قبیلے والوں کو اپنے منبر پر بندر کی طرح ٹاپتے ہوئے دیکھا اور آپ کو اس سے بہت رنج ہوا۔ پھر انتقال تک آپ پوری ہنسی سے ہنستے ہوئے نہیں دکھائی دیئے۔ اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ (ابن جریر) لیکن یہ سند بالکل ضعیف ہے۔ محمد بن حسن بن زبالہ متروک ہے اور ان کے استاد بھی بالکل ضعیف ہیں۔ خود امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے کہ مراد اس سے شب معراج ہے اور شجرۃ الزقوم ہے کیونکہ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے۔ ہم کافروں کو اپنے عذابوں وغیرہ سے ڈرا رہے ہیں لیکن وہ اپنی ضد تکبر ہٹ دھری اور بے ایمانی میں اور بڑھ رہے ہیں۔

وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ
قَالَ أَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ۖ قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي
كَرَّمْت عَلَىٰ لَيْنٍ آخِرَتِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَمَةِ لِأَحْتَنِكَنَّ
ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ۖ قَالَ أَذْهَبَ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ
جَهَنَّمَ جَزَاءُكُمْ جَزَاءً مَّوْفُورًا ۖ وَاسْتَغْفِرْ مَنْ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ
بَصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَبْرِكَ وَرَجِّلْ فِي الْأَمْوَالِ
وَالْأَوْلَادِ وَعَدَّهُمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۖ

جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو نجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے کیا وہ کہنے لگا کہ کیا میں اسے نجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟ ○ اجماع دیکھ لے اے تو نے مجھ پر بڑی تودی ہے لیکن اگر مجھے بھی قیامت تک تو نے ذلیل دی تو میں اس کی اولاد کو بجز بہت تھوڑے لوگوں کے اپنے بس میں کر لوں گا ○ ارشاد ہوا کہ جان میں سے جو بھی تیرا تابعدار ہو جائے گا تو تم سب کی سزا جہنم ہے جو پورا بدلہ ہے ○ ان میں سے جسے بھی تو اپنی آواز سے بہکا سکے بہکا لے اور ان پر اپنے سوار اور پیادے چڑھالا اور ان کے مال اور اولاد میں ان سے اپنا بھی سا جھانکا اور انہیں دل بہلا دے یا کراں سے شیطان کے جتنے بھی وعدے ہوتے ہیں سب کے سب سراسر فریب دھوکا ہے ○

ابلیس کی قدیمی دشمنی ☆ ☆ (آیت: ۶۱-۶۲) ابلیس کی قدیمی عداوت سے انسان کو آگاہ کیا جا رہا ہے کہ وہ تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کا کھلا دشمن تھا۔ اس کی اولاد برابر اسی طرح تمہاری دشمن ہے سجدے کا حکم سن کر سب فرشتوں نے تو سر جھکا دیا لیکن اس نے تکبر بنایا اسے حقیر سمجھا اور صاف انکار کر دیا کہ ناممکن ہے کہ میرا سر کی مٹی سے بنے ہوئے کے سامنے جھکے میں اس سے کہیں افضل ہوں میں آگ ہوں۔ یہ خاک ہے۔ پھر اس کی دشمنائی دیکھنے کے لئے اللہ جل وعلیٰ کے دربار میں گستاخانہ لہجے سے کہتا ہے کہ اچھا اے اگر تو نے مجھ پر فضیلت دی تو کیا ہوا میں بھی اس کی اولاد کو برابر یاد کر کے ہی چھوڑوں گا سب کو اپنا تابعدار بنالوں گا اور بہکا دوں گا بس تھوڑے سے میرے پھندے سے چھوٹ جائیں گے باقی سب کو غارت کر دوں گا۔

شیطانی آواز کا بہکاؤ: ☆ ☆ (آیت: ۶۳-۶۴) ابلیس نے اللہ سے مہلت چاہی اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی اور ارشاد ہوا کہ وقت معلوم تک مہلت ہے تیری اور تیرے تابعداروں کی برائیوں کے بدلہ جہنم ہے جو پوری سزا ہے۔ اپنی آواز سے جسے تو بہکا سکے بہکا لے یعنی گانے اور تماشوں سے انہیں بہکا تا پھر۔ جو بھی اللہ کی نافرمانی کی طرف بلائے والی صدا ہو وہ شیطانی آواز ہے۔ اسی طرح تو اپنے پیادے اور سوار لے کر جس پر تجھ سے حملہ ہو سکے حملہ کر لے۔ رمل جمع ہے راجل کی جیسے رجب جمع ہے راکب کی اور صحب جمع ہے صاحب کی۔ مطلب یہ ہے کہ جس قدر تجھ سے ہو سکے ان پر اپنا تسلط اور اقتدار جما۔ یہ امر قدری ہے نہ کہ حکم۔ شیطانوں کی یہی خصلت ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو بھڑکاتے اور بہکاتے رہتے ہیں انہیں گناہوں پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ کی معصیت میں جو سواری پر ہو اور پیدل ہو وہ شیطانی لشکر میں ہے ایسے جن بھی ہیں اور انسان بھی ہیں جو اس کے مطیع ہیں جب کسی پر آوازیں اٹھائی جائیں تو عرب کہتے ہیں اَحْلَبَ فَلَانٌ عَلٰی فَلَانٍ آپ کا یہ فرمان کہ گھوڑ دوڑ میں جلب نہیں وہ بھی اسی سے ماخوذ ہے آپ کا یہ فرمان کہ گھوڑ دوڑ میں جلب نہیں وہ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔ جلد کا اشتقاق بھی اسی سے ہے یعنی آوازوں کا بلند ہونا۔ ان کے مال اور اولاد میں بھی تو شریک رہے یعنی اللہ کی نافرمانیوں میں ان کا مال خرچ کرنا سود خوری ان سے کراہی سے مال جمع کریں اور حرام کاربائوں میں خرچ کریں حلال جانوروں کو اپنی خواہش سے حرام قرار دیں وغیرہ۔ اولاد میں شرکت یہ ہے مثلاً زنا کاری جس سے اولاد ہو جولا د بچپن میں بوجہ بے وقوفی ان کے ماں باپ نے زندہ درگور کر دی ہو یا مارا ڈالی ہو یا اسے یہودی نصرانی جودی وغیرہ بنا دیا ہو۔ اولادوں کے نام عبد الحارث، عبد شمس اور عبد فلاں رکھا ہو۔ غرض کسی صورت میں بھی شیطان کو اس میں داخل کیا ہو یا اس کو ساتھ کیا ہو یہی شیطان کی شرکت ہے۔ صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ اللہ عز و جل فرماتا ہے میں نے اپنے بندوں کو ایک طرف موحد پیدا کیا پھر شیطان نے آکر انہیں بہکا دیا اور حلال چیزیں حرام کر دیں۔

حیمنین میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو اپنی بیوی کے پاس جانے کا ارادہ کرنے پر پڑھ لے اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْنَا۔ یعنی یا اللہ تو ہمیں شیطان سے بچا اور اسے بھی جو تو ہمیں عطا فرمائے۔ تو اگر اس میں کوئی بچا اللہ کی طرف سے ٹھہر جائے گا تو اسے ہرگز ہرگز کبھی بھی شیطان کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ پھر فرماتا ہے کہ جانتا ہوں کہ تم نے دھوکے کے جھوٹے وعدے دیا کہ چنانچہ قیامت کے دن یہ خود کہے گا کہ اللہ کے وعدے تو سب سچے تھے اور میرے وعدے سب غلط تھے۔

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ وَكِيلًا
رَّبُّكُمْ الَّذِي يُزْجِي لَكُمْ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ
فَضْلِهِ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا

میرے سچے بندوں پر تیرا کوئی قابو اور بس نہیں تیرا رب کار سازی کرنے والا کافی ہے ○ تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو گے نہ شک وہ تمہارے اوپر بہت ہی مہربان ہے ○

(آیت: ۶۵) پھر فرماتا ہے کہ میرے مومن بندے میری حفاظت میں ہیں میں انہیں شیطان رحیم سے بچاتا رہوں گا۔ اللہ کی وکالت اس کی حفاظت اس کی نصرت اس کی تائید بندوں کو کافی ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مومن اپنے شیطان پر اس طرح قابو پالیتا ہے جیسے وہ شخص جو کسی جانور کو لگام چڑھائے ہوئے ہو۔

آسانیاں ہی آسانیاں ☆ ☆ (آیت: ۶۶) اللہ تعالیٰ اپنا احسان بتاتا ہے کہ اس نے اپنے بندوں کی آسانی اور سہولت کے لئے اور ان کی تجارت و سفر کے لئے دریاؤں میں کشتیاں چلا دی ہیں اس کے فضل و کرم لطف و رحم کا ایک نشان یہ بھی ہے کہ تم دور دراز ملکوں میں جا آ سکتے ہو اور خاص فضل یعنی اپنی روزیاں حاصل کر سکتے ہو۔

وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُونَ إِلَّا إِلَٰهًا
فَلَمَّا تَجَدَّكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُورًا
أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يُخْصِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ
حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ وَكِيلًا

سمندر میں مصیبت پہنچے ہی جنہیں پکارتے تھے سب کو گم کر جاتے ہیں۔ صرف وہی اللہ باقی رہ جاتا ہے پھر جب وہ جنہیں خشکی کی طرف پھلاتا ہے تو تم منہ پھیر لیتے ہو انسان بڑا ہی ناشکر ہے ○ تو کیا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ جنہیں خشکی کے کسی کنارے میں دھنسا دے یا تم پر طغراؤ کی آندھی بھیج دے۔ پھر تم اپنے لئے کسی نگہبان کو نہ پا سکو ○

مصیبت ختم ہوتے ہی شرک: ☆ ☆ (آیت: ۶۷) اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ بندے مصیبت کے وقت تو خلوص کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف جھکتے ہیں اور اس سے دلی دعائیں کرنے لگتے ہیں اور جہاں وہ مصیبت اللہ تعالیٰ نے نال دی یہ آنکھیں پھیر لیتے ہیں۔ فتح مکہ کے وقت جب کہ ابو جہل کا لڑاکا سر مدح و شہ جہانے کے ارادے سے بھاگا اور کشتی میں بیٹھ کر چلا اٹھا قاتل کشتی طوفان میں پھنس گئی باد مخالف کے جھوکے اسے پتے کی طرح ہلانے لگے اس وقت کشتی میں جتنے کفار تھے سب ایک دوسرے سے کہنے لگے اس وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی کچھ کام نہیں آنے کا اسی کو پکارو۔ عکرمہ کے دل میں اسی وقت خیال آیا کہ جب تری میں صرف وہی کام کر سکتا ہے تو ظاہر ہے کہ خشکی میں بھی وہی کام آ سکتا ہے۔ الہی میں نذر مانتا ہوں کہ اگر تو نے مجھے اس آفت سے بچالیا تو میں سیدہ حاجا کریم محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا اور یقیناً وہ مجھ پر مہربانی اور رحم و کرم فرمائیں گے صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ مسند سے پار ہوتے ہی وہ سیدہ رسول کریم ﷺ

کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا پھر تو اسلام کے پہلوان ثابت ہوئے رضی اللہ عنہ وارضاه۔ پس فرماتا ہے کہ سمندر کی اس مصیبت کے وقت تو اللہ کے سوا سب کو بھول جاتے ہو لیکن پھر اس کے بٹنے ہی اللہ کی توحید ہٹا دیتے ہو اور دوسروں سے التجائیں کرنے لگتے ہو۔ انسان ہے ہی ایسا ناشکر کہ نعمتوں کو بھلا بیٹھتا ہے بلکہ منکر ہو جاتا ہے ہاں جسے اللہ بچالے اور توفیق بخیر دے۔

اظہار قدرت و اختیار ☆ ☆ (آیت: ۶۸) رب العالمین لوگوں کو ڈرا رہا ہے کہ جو تری میں تمہیں ڈبو سکتا تھا وہ خشکی میں دھنسانے کی قدرت بھی رکھتا ہے پھر وہاں تو صرف اسی کو پکارنا اور یہاں اس کے ساتھ اوروں کو شریک کرنا یہ کس قدر نا انصافی ہے؟ وہ تو تم پر پھروں کی بارش بھی برسا کر ہلاک کر سکتا ہے جیسے لوطیوں پر ہوئی تھی۔ جس کا بیان خود قرآن میں کئی جگہ ہے۔ سورہ تبارک میں فرمایا کہ کیا تمہیں اس اللہ ڈرنے جو آسمانوں میں ہے کہ کہیں وہ تمہیں زمین میں نہ دھنسا دے کہ یکا یک زمین جنبش کرنے لگے۔ کیا تمہیں آسمانوں والے اللہ کا خوف نہیں کہ کہیں وہ تم پر پھر نہ برسا دے؟ پھر جان لو کہ ڈرانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اس وقت تم نہ اپنا مددگار پاؤ گے نہ دیکھیز نہ دیکھیں نہ کار ساز نہ تمہارا نہ پاساں۔

أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُعِيدَكُمْ فِيهِ تَارَةً أُخْرَىٰ فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ
قَاصِفًا مِّنَ الرِّيحِ فَيَغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوا لَكُمْ
عَلَيْنَاهُ تَبِيعًا ۖ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ
خَلَقْنَا تَفْضِيلًا ۝

کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں پھر دوبارہ دیر یا کے سفر میں لے آئے اور تم پر تیز دھند ہواؤں کے جموٹے بھیج دے اور تمہارے کفر کے باعث تمہیں ڈبو دے پھر تم اپنے لئے ہم پر اس کا دعویٰ کرنے والا کیسے پائو گے ○ یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی ○

سمندر ہو یا صحرا ہر جگہ اسی کا اقتدار ہے ☆ ☆ (آیت: ۶۹) ارشاد ہو رہا ہے کہ اے منکر و سمندر میں تم میری توحید کے قائل ہوئے باہر آ کر پھر انکار کر گئے تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ پھر تم دوبارہ دریائی سفر کرو اور باد تندہ کے چپڑے سے تمہاری کشتی کو ڈرگا دیں اور آخر ڈوب دیں اور تمہیں تمہارے کفر کا مزہ آ جائے پھر تو کوئی مددگار کھڑا نہ ہو نہ کوئی ایصال سکے کہ ہم سے تمہارا بدلہ لے۔ ہمارا چچا کوئی نہیں کر سکتا، کس کی مجال کہ ہمارے فعل پر انگلی اٹھائے۔

انسان پر اللہ کے انعامات ☆ ☆ (آیت: ۷۰) سب سے اچھی پیدائش انسان کی ہے جیسے فرمان ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ہم نے انسان کو بہترین صفت پر پیدا کیا ہے۔ وہ اپنے پیروں پر سیدھا کھڑا ہو کر صحیح چال چلتا ہے اپنے ہاتھوں سے تیز کے ساتھ اپنی غذا کھاتا ہے اور حیوانات ہاتھ پاؤں سے چلتے ہیں منہ سے چارہ جھٹکتے ہیں۔ پھر اسے سمجھ بوجھ دی ہے جس سے نفع نقصان بھلائی برائی سوچتا ہے۔ دینی دنیاوی فائدہ معلوم کر لیتا ہے۔ اس کی سواری کے لئے خشکی میں جانور چوپائے، گھوڑے، خیراؤنٹ وغیرہ اور تری کے سفر کے لئے اسے کشتیاں بنانی سکھا دیں۔ اسے بہترین خوشگوار اور خوش ذائقہ کھانے پینے کی چیزیں دیں کھیتیاں ہیں، پھل ہیں، گوشت ہے

دودھ ہیں اور بہترین بہت سی ذائقے دار لذیذ مزیدار چیزیں۔ پھر عمدہ مکانات رہنے کو اچھے خوشنالیاس پہننے کو قسم قسم کے رنگ رنگ کے۔ یہاں کی چیزیں وہاں اور وہاں کی چیزیں یہاں لے جانے لے آنے کے اسباب اس کے لئے مہیا کر دیئے اور مخلوق میں سے عموماً ہر ایک پر اسے برتری بخشی۔

اس آیت کریمہ سے اس امر پر استدلال کیا گیا ہے کہ انسان فرشتوں سے افضل ہے۔ حضرت زید بن اسلم کہتے ہیں کہ فرشتوں نے کہا اَللّٰہی تو نے اولاد آدم کو دنیا دے رکھی ہے کہ وہ کھاتے پیتے ہیں اور موج حرے کر رہے ہیں تو تو اس کے بدلے ہمیں آخرت میں ہی عطا فرما کیونکہ ہم اس دنیا سے محروم ہیں۔ اس کے جواب میں اعلیٰ جمل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی عزت اور اپنے جلال کی قسم اس کی نیک اولاد کو جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اس کے برابر میں ہرگز نہ کروں گا جسے میں نے مکہ کن سے پیدا کیا ہے۔ یہ روایت مرسل ہے۔ لیکن اور سند سے متصل بھی مروی ہے۔ ابن عساکر میں ہے کہ فرشتوں نے کہا اے ہمارے پروردگار! ہمیں بھی تو نے پیدا کیا اور بنو آدم کا خالق بھی تو ہی ہے انہیں تو کھانا پانی دے رہا ہے کپڑے لے رہا ہے وہ پہنتے ہیں نکاح شادیاں وہ کرتے ہیں سواریاں ان کے لئے ہیں راحت آرام انہیں حاصل ہے ان میں سے کسی چیز کے حصے دار ہم نہیں۔ خیر یہ اگر دنیا میں ان کے لئے ہے تو یہ چیزیں آخرت میں تو ہمارے لئے کر دے۔ اس کے جواب میں جناب باری نے فرمایا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور اپنی روح جس میں میں نے پھونکی ہے اسے میں اس جیسا نہ کروں گا جسے میں نے کہہ دیا کہ ہو جاؤ وہ ہو گیا۔ طبرانی میں ہے قیامت کے دن ابن آدم سے زیادہ بزرگ اللہ کے ہاں کوئی نہ ہوگا۔ پوچھا گیا کہ فرشتے بھی نہیں؟ فرمایا فرشتے بھی نہیں وہ تو مجبور ہیں جیسے سورج چاند۔ یہ روایت بہت ہی غریب ہے۔

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاۤسٍ بِاِمَامِهِمْ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ
فَاُولٰٓئِكَ يَفْرٰوْنَ كِشْبَتَهُمْ وَلَا يَظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۵
فِيْ هٰذِهِۦ اَعْمٰی قَهْوٰی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ۝۶

جس دن ہم ہر جماعت کو اس کے پیشوا سمیت بلائیں گے پھر جن کا بھی عمل نامہ دائیں ہاتھ میں دے دیا گیا وہ تو شوق سے اپنا نامہ اعمال پڑھنے لگیں گے اور ایک دھماکے کے برابر بھی غم نہ کرے گا جس کے ○ اور جو کوئی اس جہان میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا اور راستے سے بہت ہی بھٹکا ہوا رہے گا ○

الکتاب ہی ہدایت و امام ہے: ﴿آیت ۵۴-۵۳﴾ امام سے مراد یہاں نبی ہیں۔ ہر امت قیامت کے دن اپنے نبی کے ساتھ بلائی جائے گی جیسے اس آیت میں ہے وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا حُۡرِی رَسُوْلُهُمْ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ اِنَّ ہر امت کا رسول ہے پھر جب ان کے رسول آئیں گے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ حساب کیا جائے گا۔ بعض سلف کا قول ہے کہ اس میں اہل حدیث کی بہت بڑی بزرگی ہے اس لئے کہ ان کے امام آنحضرت محمد مصطفی ﷺ ہیں۔ ابن زید کہتے ہیں مراد یہاں امام سے کتاب اللہ ہے جو ان کی شریعت کے بارے میں اتاری تھی۔ ابن جریر اس تفسیر کو بہت پسند فرماتے ہیں اور اسی کو مختار کہتے ہیں۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مراد اس سے ان کی کتابیں ہیں۔ ممکن ہے کتاب سے مراد یا تو احکام کی کتاب اللہ ہو یا نامہ اعمال۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے مراد عمل نامہ لیتے ہیں۔ ابو العالیہ حسن ضحاک بھی یہی کہتے ہیں اور یہی زیادہ ترجیح والا قول ہے جیسے فرمان اللہ ہے وَكُلُّ شَیْءٍ اَخَصِيْنٰہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ہر چیز کا ہم نے ظاہر کتاب میں احاطہ کر لیا ہے اور آیت میں ہے وَوَضَعَ الْکِتٰبَ اِلٰی کِتٰب یعنی نامہ اعمال درمیان میں رکھ دیا جائے گا اس وقت تو دیکھے گا کہ گنہگار لوگ اس کی تحریر سے خوفزدہ ہو رہے ہوں گے۔ اَلْحُ اور آیت میں ہے ہر امت کو تو گنہگوں کے بل گری ہوئی دیکھے گا۔

ہر امت اپنے نامہ اعمال کی جانب بلائی جا رہی ہوگی آج تمہیں تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ یہ ہے ہماری کتاب جو تم پر حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گی جو کچھ تم کرتے رہے ہم برابر لکھتے رہتے تھے۔

یہ یاد رہے کہ یہ تفسیر پہلی تفسیر کے خلاف نہیں ایک طرف نامہ اعمال ہاتھ میں ہوگا دوسری جانب خود نبی سامنے موجود ہوگا۔ جیسے فرمان ہے وَ أَشْرَقَتْ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتَابُ وَ جَاءَتْ بِالْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ زَمِينَ اپنے رب کے نور سے چمکنے لگے گی نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا اور نبیوں اور گواہوں کو موجود کر دیا جائے گا اور آیت میں ہے فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ امَّةٍ بِشَهِيدٍ وَ جِئْنَاكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا یعنی کیا کیفیت ہوگی اس وقت جب کہ ہر امت کا ہم گواہ لائیں گے اور تجھے ان تمام پر گواہ کر کے لائیں گے۔ لیکن مراد یہاں امام سے نامہ اعمال ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ جن کے دائیں ہاتھ میں دے دیا گیا وہ تو اپنی نیکیاں فرحت و سرور خوشی اور راحت سے پڑھنے لگیں گے بلکہ دوسروں کو دکھاتے اور پڑھواتے پھریں گے۔ اسی کا مزید بیان سورہ الحاقہ میں ہے۔ فقیل سے مراد لہذا تاگاہے جو کجگوری کھٹکی کے بیچ میں ہوتا ہے۔ ہزار میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو بلوا کر اس کا عمل نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اس کا جسم بڑھ جائے گا چہرہ چمکنے لگے گا سر پر چمکتے ہوئے ہیروں کا تاج رکھ دیا جائے گا یہ اپنے گروہ کی طرف بڑھے گا اسے اس حال میں آتا دیکھ کر وہ سب آرزو کرنے لگیں گے کہ الہی ہمیں بھی یہ عطا فرما اور ہمیں اس میں برکت دے وہ آتے ہی کہے گا کہ خوش ہو جاؤ تم میں سے ہر ایک کو یہی ملنا ہے۔ لیکن کافر کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔ اس کا جسم بڑھ جائے گا اسے دیکھ کر اس کے ساتھی کہتے لگیں گے اس سے اللہ کی پناہ یا اس کی برائی سے پناہ۔ اللہ سے ہمارے پاس نہ لا۔ وہیں وہ آ جائے گا یہ کہیں گے اللہ اسے رسوا کرے جواب دے گا اللہ تمہیں عارت کرے تم میں سے ہر شخص کے لئے یہی الہی مارے۔ اس دنیا میں جس نے اللہ کی آیتوں سے اس کی کتاب سے اس کی راہ ہدایت سے چشم پوشی کی وہ آخرت میں کج رجسوا ہوگا اور دنیا سے بھی زیادہ راہ بھولا ہوا ہوگا۔ (عَبَادًا بِاللَّهِ)

وَإِنْ كَادُوا لَيَفْتِنُونَكَ عَنِ الَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهُ وَإِذَا لَا تَخَذُوكَ خَلِيلًا وَلَوْلَا أَنْ تَبْتَئَكَ لَقَدْ كِدْتَ تَرْكُنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا إِذَا لَذَقْنَاكَ ضِعْفَ الْحَيَاةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا

یہ لوگ تو تجھے اس دلی سے جہنم نے تجھ پر اتاری ہے بہکا دینا چاہ رہے تھے کہ تو اس کے سوا کچھ اور ہی ہمارے نام سے گھڑ گھڑالے۔ تب تو تجھے یہ لوگ اپنا دلی دوست بنا لیں ۱۰ اگر ہم خود تجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو بہت ممکن تھا کہ تو ان کی طرف قدرے قلیل بائیں ہوئی جاتا ۱۱ پھر تو ہم بھی تجھے دوہرا عذاب تو دنیا کا کرتے اور دوا ہر ا عی موت کا بھی۔ پھر تو اپنے لئے ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار بھی نہ پاتا ۱۲

(آیت: ۷۵-۷۳) مکار و فاجر کی چالاکیوں سے اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے رسول کو بچاتا رہا آپ کو معصوم اور ثابت قدم ہی رکھا خود ہی آپ کا دلی و ناصر رہا اپنی ہی حفاظت اور میناقت میں ہمیشہ آپ کو رکھا آپ کی تائید اور نصرت برابر کرتا رہا آپ کے دین کو دنیا کے تمام دینوں پر غالب کر دیا آپ کے مخالفین کے بلند بانگ ارادوں کو پست کر دیا مشرق سے مغرب تک آپ کا کلمہ پھیلا دیا۔ اسی کا بیان ان دونوں آیتوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر قیامت تک بے شمار درد و سلام بھیجتا رہے آمین۔

وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّوكَ مِنَ الْأَرْضِ لَيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذَا
لَا يَلْبَثُونَ خَلْقَكَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ
مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا ۝

یہ تو میرے قدم اس سرزمین سے اکھاڑنے ہی لگے تھے کہ تجھے اس سے نکال دیں۔ پھر تو یہ بھی تیرے بعد بہت ہی کم بغیر بنا پاتے O جیسا دستور ان کا جو تجھ سے پہلے رسول ہم نے بھیجے۔ تو ہمارے دستور میں کمی درود بدل نہ پائے گا O

وہی عصیت اور یہودی: ☆ ☆ (آیت: ۷۶-۷۷) کہتے ہیں کہ یہودیوں نے حضور ﷺ سے کہا تھا کہ آپ کو ملک شام چلا جانا چاہئے وہی نبیوں کا وطن ہے اس شہر مدینہ کو چھوڑ دینا چاہئے اس پر یہ آیت اتری۔ لیکن یہ قول ضعیف ہے اس لئے کہ یہ آیت کی ہے اور مدینے میں آپ کی رہائش اس کے بعد ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ تبوک کے بارے میں یہ آیت اتری ہے یہودیوں کے کہنے سے کہ شام جو نبیوں کی اور محشر کی زمین ہے آپ کو وہاں رہنا چاہئے اگر آپ سچے پیغمبر ہیں تو وہاں چلے جائیں آپ نے انہیں ایک حد تک سچا سمجھا۔ غزوہ تبوک سے آپ کی نیت یہی تھی۔ لیکن تبوک پہنچتے ہی سورہ بنی اسرائیل کی آیتیں اتریں اس کے بعد کہ سورت ختم کر دی گئی تھی وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّوكَ مِنَ الْأَرْضِ لَيُخْرِجُوكَ مِنْهَا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینے کی واپسی کا حکم دیا اور فرمایا O وہیں آپ کی موت و زبیت اور وہیں سے دوبارہ اٹھ کر کھڑا ہونا ہے۔

لیکن اس کی سند بھی غور طلب ہے اور صاف ظاہر ہے کہ یہ واقعہ بھی ٹھیک نہیں اور تبوک کا غزوہ یہود کے کہنے سے نہ تھا بلکہ اللہ کا فرمان موجود ہے قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ كُفَّارَتُهُمْ أَنْ يَرُدَّكُمُوهَا أَوْ يَذُفُّوا أَسْوَاقَكُمْ أُولَٰئِكَ يَكْفُرُونَ اور آیت میں ہے کہ جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے اللہ رسول کے حرام کردہ کو حرام نہیں سمجھتے ہیں اور حق کو قبول نہیں کرتے ایسے اہل کتاب سے راہ اللہ میں جہاد کرو یہاں تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دینا منظور کر لیں۔ اور اس غزوے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کے جو اصحاب جنگ موتہ میں شہید کر دیئے گئے تھے ان کا بدلہ لیا جائے واللہ اعلم۔ اور اگر مندرجہ بالا واقعہ صحیح ہو جائے تو اسی پر وہ حدیث محمول کی جائے گی جس میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں مکہ مدینہ اور شام میں قرآن نازل ہوا ہے۔ ولید تو اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ شام سے مراد بیت المقدس ہے لیکن شام سے مراد تبوک کیوں نہ لیا جائے جو بالکل صاف اور بہت درست ہے واللہ اعلم۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد کافروں کا وہ ارادہ ہے جو انہوں نے مکہ سے جلا وطن کرنے کے بارے میں کیا تھا چنانچہ یہی ہوا بھی کہ جب انہوں نے آپ کو نکالا پھر یہ بھی وہاں زیادہ مدت نہ گزار سکے اللہ تعالیٰ نے فوراً ہی آپ کو غالب کیا۔ ڈیڑھ سال ہی گزارا تھا کہ بدر کی لڑائی بغیر کسی تیاری اور اطلاع کے اچانک ہو گئی اور وہیں کافروں کا اور کفر کا دھڑلہ مٹ گیا ان کے شریف و نبیس تہ تیغ ہوئے ان کی شان و شوکت خاک میں مل گئی ان کے سردار قید میں آ گئے۔ پس فرمایا کہ یہی عادت پہلے سے جاری ہے سابقہ رسولوں کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ کفار نے جب انہیں شک کیا اور دیس نکالا دیا پھر وہ بھی بچ نہ سکے عذاب اللہ نے انہیں عارت اور بے نشان کر دیا۔ ہاں چونکہ ہمارے پیغمبر رسول رحمت تھے اس لئے کوئی آسمانی عام عذاب ان کافروں پر نہ آیا۔ جیسے فرمان ہے وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ یعنی تیری موجودگی میں اللہ انہیں عذاب نہ کرے گا۔

اقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ
إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ
بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَلَيْنَا أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝

نماز کو قائم رکھو آفتاب کے ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک اور فجر کا قرآن پڑھنا بھی یقیناً فجر کے وقت کا قرآن پڑھنا حاضر کیا گیا ہوا ہے۔ رات کے کچھ حصہ میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت کر۔ یہ زیادتی تیرے لئے ہے۔ مغرب تیرا رب تجھے مقام محمود میں کھڑا کرے گا۔

اوقات صلوٰۃ کی نشاندہی: ☆☆☆ (آیت: ۷۸-۷۹) نمازوں کو وقتوں کی پابندی کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔ دلوک سے مراد غروب ہے یا زوال ہے۔ امام ابن جریر زوال کے قول کو پسند فرماتے ہیں اور اکثر مفسرین کا قول بھی یہی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی اور آپ کے ساتھ ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جنہیں آپ نے چاہا دعوت کی، کھانا کھا کر سورج ڈھل جانے کے بعد آپ میرے ہاں سے چلے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا چلو یہی وقت دلوک ٹپکس کا ہے۔ پس پانچوں نمازوں کا وقت اس آیت میں بیان ہو گیا۔ غسق سے مراد اندھیرا ہے جو کہتے ہیں کہ دلوک سے مراد غروب ہے، ان کے نزدیک ظہر عصر مغرب عشا کا بیان تو اس میں ہے اور فجر کا بیان و قُرْآنَ الْفَجْرِ میں ہے۔ حدیث سے یہ تواتر اقوال و افعال آنحضرت ﷺ سے پانچوں نمازوں کے اوقات ثابت ہیں اور مسلمان محمد اللہ اب تک اس پر ہیں ہر پچھلے زمانے کے لوگ اگلے زمانے والوں سے برابر لیتے چلے آتے ہیں۔ جیسے کہ ان مسائل کے بیان کی جگہ اس کی تفصیل موجود ہے والحمد للہ۔

صبح کی تلاوت قرآن پر دن اور رات کے فرشتے آتے ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ تنہا شخص کی نماز پر جماعت کی نماز بھی پس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ صبح کی نماز کے وقت دن اور رات کے فرشتے اکٹھے ہوتے ہیں۔ اسے بیان فرما کر راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم قرآن کی اس آیت کو پڑھ لو قُرْآنَ الْفَجْرِ الخ۔ صحیحین میں ہے کہ رات کے اور دن کے فرشتے تم میں برابر پے در پے آتے رہتے ہیں صبح کی اور عصر کی نماز کے وقت ان کا اجتماع ہو جاتا ہے تم میں جن فرشتوں نے رات گزاری وہ جب چڑھ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے دریافت فرماتا ہے باوجودیکہ وہ ان سے زیادہ جاننے والا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم ان کے پاس پہنچے تو انہیں نماز میں پایا اور واپس آئے تو نماز میں چھوڑ کر آئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ چوکیدار فرشتے صبح کی نماز میں جمع ہوتے ہیں پھر یہ چڑھ جاتے ہیں اور وہ ٹھہر جاتے ہیں۔ ابن جریر کی ایک حدیث میں اللہ تعالیٰ کے نزول فرمانے اور اس ارشاد فرمانے کا ذکر کیا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے استغفار کرے اور میں اسے بخشوں کوئی ہے کہ مجھ سے سوال کرے اور میں اسے دوں کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں یہاں تک کہ صبح طلوع ہو جاتی ہے پس اس وقت پر اللہ تعالیٰ موجود ہوتا ہے اور رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے جمع ہوتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر ﷺ کو تہجد کی نماز کا حکم فرماتا ہے فرضوں کا تو حکم ہے ہی۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ فرض نماز کے بعد کون سی نماز افضل ہے؟ آپ نے فرمایا! رات کی نماز۔ تہجد کہتے ہیں نیند کے بعد کی نماز کو۔ لغت میں مفسرین کی تفسیروں میں اور حدیث میں یہ موجود ہے آپ کی عادت بھی یہی تھی کہ سو کر اٹھتے پھر تہجد پڑھتے۔ جیسے کہ انی جگہ بیان موجود ہے۔ ہاں حسن بصری کا قول ہے کہ جو نماز عشا کے بعد ہو ممکن ہے کہ اس سے بھی مراد سو جانے کے بعد ہو۔ پھر فرمایا یہ زیادتی تیرے لئے ہے۔ بعض تو کہتے

ہیں تہجد کی نماز اور دوں کے برخلاف صرف حضور ﷺ پر فرض تھی۔ بعض کہتے ہیں یہ خصوصیت اس وجہ سے ہے کہ آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف تھے اور امتوں کی اس نماز کی وجہ سے ان کے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔ ہمارے اس حکم کی بجا آوری پر ہم تجھے اس جگہ کھڑا کریں گے کہ جہاں کھڑا ہونے پر تمام مخلوق آپ کی تعریفیں کرے گی اور خود خالق اکبر بھی۔ کہتے ہیں کہ مقام محمود پر قیامت کے دن آپ اپنی امت کی شفاعت کے لئے جائیں گے تاکہ اس دن کی گھبراہٹ سے آپ انہیں راحت دیں۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لوگ ایک ہی میدان میں جمع کئے جائیں گے پکارنے والا اپنی آواز انہیں سنائے گا آنکھیں کھل جائیں گی کنگے پاؤں کنگے بدن ہوں گے جیسے کہ پیدا کئے گئے تھے سب کھڑے ہوں گے کوئی بھی بغیر اجازت الہی بات نہ کر سکے گا۔ آواز آئے گی اے محمد ﷺ! آپ کہیں گے لَبَّيْكَ وَ سَعْدَيْكَ۔ اے اللہ تمام بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے برائی تیری جانب سے نہیں راہ یافتہ وہی ہے جسے توحیدیت بخشے تیرے اعلام تیرے سامنے موجود ہے وہ تیری ہی مدد سے قائم ہے وہ تیری ہی جانب جھکے والا ہے۔ تیری پکڑ سے سوائے تیرے دربار کے اور کوئی جائے پناہ نہیں تو برکتوں اور بلند یوں والا ہے۔ اے رب البیت تو پاک ہے۔ یہ ہے مقام محمود جس کا ذکر اللہ عزوجل نے اس آیت میں کیا ہے۔

مقام محمود کا تعارف: ☆☆☆ پس یہ مقام مقام شفاعت ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے آپ باہر آئیں گے۔ اور سب سے پہلے شفاعت آپ ہی کریں گے۔ اہل علم کہتے ہیں کہ یہی مقام محمود ہے جس کا وعدہ اللہ کریم نے اپنے رسول مقبول سے کیا ہے (ﷺ) بے شک حضور ﷺ کو بہت سی بزرگیاں ایسی ملیں گی جن میں کوئی آپ کی برابری کا نہیں۔ سب سے پہلے آپ ہی کی قبر کی زمین شق ہوگی اور آپ سواری پر سوار محشر کی طرف جائیں گے آپ کا ایک جھنڈا ہوگا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سب کے سب اس کے نیچے ہوں گے آپ کو خوش کوثر ملے گا جس پر سب سے زیادہ لوگ وارد ہوں گے۔ بہت بڑی شفاعت آپ کی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے فیصلوں کے لئے آئے اور یہ اس کے بعد ہوگی کہ لوگ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس ہوں گے اور سب انکار کر دیں۔ پھر آپ کے پاس آئیں گے اور آپ اس کے لئے تیار ہوں گے جیسے کہ اس کی حدیثیں مفصل آ رہی ہیں ان شاء اللہ۔

آپ ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جن کی بابت حکم ہو چکا ہوگا کہ انہیں جہنم کی طرف لے جائیں پھر وہ آپ کی شفاعت سے واپس لوٹا دیئے جائیں گے۔ سب سے پہلے آپ ہی کی امت کے فیصلے کئے جائیں گے۔ آپ ہی اپنی امت سمیت سب سے پہلے بل صراط سے پار ہوں گے آپ ہی جنت میں لے جانے کے پہلے سفارشی ہوں گے۔ جیسے کہ صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے۔ صورت حدیث میں ہے کہ تمام مومن آپ ہی کی شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔ سب سے پہلے آپ جنت میں جائیں گے اور آپ کی امت اور امتوں سے پہلے جائے گی۔ آپ کی شفاعت سے کم درجے کے جنتی اعلیٰ اور بلند درجے جائیں گے۔ آپ ہی صاحب وسیلہ ہیں جو جنت کی سب سے اعلیٰ منزل ہے جو آپ کے سوا کسی اور کو نہیں ملنے کی۔ یہ صحیح ہے کہ بحکم الہی گنہگاروں کی شفاعت فرشتے بھی کریں گے نبی بھی کریں گے مومن بھی کریں گے لیکن حضور ﷺ کی شفاعت جس قدر لوگوں کے بارے میں ہوگی ان کی گنتی کا سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو علم نہیں اس میں کوئی آپ کے مثل اور برابر نہیں۔ کتاب السیرت کے آخر میں باب الخصائص میں میں نے اسے خوب تفصیل سے بیان کیا ہے والحمد للہ۔

اب مقام محمود کے بارے کی حدیثیں سنئے۔ اللہ ہماری مدد کرے۔ بخاری میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لوگ

قیامت کے دن گھنٹوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے ہر امت اپنے نبی کے پیچھے ہوگی کہ اے فلاں ہماری شفاعت کیجئے! اے فلاں ہماری شفاعت کیجئے یہاں تک کہ شفاعت کی انتہا محمد ﷺ کی طرف ہوگی۔ پس یہی وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔ ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں سورج بہت نزدیک ہوگا یہاں تک کہ پسینہ آدھے کانوں تک پہنچ جائے گا اسی حالت میں لوگ حضرت آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے وہ صاف انکار کر دیں گے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہیں گے آپ یہی جواب دیں گے کہ میں اس قابل نہیں پھر حضرت محمد ﷺ سے کہیں گے آپ مخلوق کی شفاعت کے لئے چلیں گے یہاں تک کہ جنت کے دروازے کا کذا اتھام لیں گے پس اس دن اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر پہنچائے گا۔

بخاری کی اس روایت کے آخر میں یہ بھی ہے کہ اہل محشر سب کے سب اس وقت آپ کی تعریفیں کریں گے۔ بخاری میں ہے جو شخص اذان سن کر اَللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةُ التَّامَّةُ اَلْخُذْهَا لِيْ اِسْ کے لئے قیامت کے دن میری شفاعت حلال ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں قیامت کے دن میں نبیوں کا امام اور ان کا خطیب اور ان کا سفارش کار ہوں گا۔ میں یہ کچھ بطور فخر کے نہیں کہتا۔ اسے ترمذی بھی لائے ہیں اور حسن صحیح کہا ہے۔ ابن ماجہ میں بھی یہ ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ حدیث گزر چکی ہے جس میں قرآن کو سات قراتوں پر پڑھنے کا بیان ہے اس کے آخر میں ہے کہ میں نے کہا اے ابی میری امت کو بخش! الہی میری امت کو بخش! تیسری دعائیں نے اس دن کے لئے اٹھا رکھی ہے جس دن تمام مخلوق میری طرف رغبت کرے گی یہاں تک کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔

مسند احمد میں ہے کہ مومن قیامت کے دن جمع ہوں گے پھر ان کے دل میں خیال ڈالا جائے گا کہ ہم کسی سے کہیں کہ وہ ہماری سفارش کرے ہمیں اس جگہ سے آرام دے! پس سب کے سب حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے آدم آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا! آپ کے لئے اپنے فرشتوں سے سجدہ کرایا! آپ کو تمام چیزوں کے نام بتائے! آپ اپنے رب کے پاس ہماری سفارش لے جائے تاکہ ہمیں اس جگہ سے راحت ملے! حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے کہ میں اس قابل نہیں ہوں آپ کو اپنا گناہ یاد آ جائے گا اور اللہ تعالیٰ سے شرمائے لگیں گے۔ فرمایا میں تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ کے پہلے رسول ہیں جنہیں زمین والوں کی طرف اللہ پاک نے بھیجا! یہ آئیں گے یہاں سے بھی یہی جواب پائیں گے کہ میں اس کے لائق نہیں ہوں آپ کو بھی اپنی خطا یاد آئے گی کہ اللہ سے وہ سوال کیا تھا جس کا آپ کو علم نہ تھا۔ پس اپنے پروردگار سے شرمایا میں گئے اور فرمائیں گے تم ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ آپ کے پاس آئیں گے! آپ فرمائیں گے میں اس قابل نہیں ہوں! تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ! ان سے اللہ نے کلام کیا ہے اور انہیں تورات دی ہے لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے لیکن وہ کہیں گے مجھ میں اتنی قابلیت کہاں؟ پھر آپ اس قتل کا ذکر کریں گے جو بغیر کسی مقول کے معاوضے کے آپ نے کر دیا تھا۔ پس بوجہ اس کے اللہ سے شرمائے لگیں گے اور کہیں گے تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ جو اللہ کے بندے! اس کا کلمہ اور اس کی روح ہے۔ وہ یہاں آئیں گے لیکن آپ فرمائیں گے میں اس جگہ کے قابل نہیں ہوں! تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ جن کے اول آخر تمام گناہ بخش دیئے گئے ہیں۔

پس وہ سب میرے پاس آئیں گے! میں کھڑا ہوں گا۔ اپنے رب سے اجازت چاہوں گا! جب اسے دیکھوں گا تو سجدے میں گر پڑوں گا۔ جب تک اللہ کو منظور ہوگا میں سجدے میں ہی رہوں گا پھر فرمایا جائے گا! اے محمد سر اٹھائے! کہنے! سنا جائے گا! شفاعت کیجئے قبول کی جائے گی! لگتے! دیا جائے گا! پس میں سر اٹھاؤں گا اور اللہ کی وہ تعریفیں کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا۔ پھر میں سفارش پیش کروں گا! میرے

لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی، میں انہیں جنت میں پہنچاؤں گا، پھر دوبارہ جناب باری میں حاضر ہو کر اپنے رب کو کچھ کربدے میں گر پڑوں گا، جب تک وہ چاہے مجھے جہنم میں ہی رہنے دے گا پھر کہا جائے گا کہ اے محمد ﷺ سر اٹھاؤ، کھڑا سنا جائے گا، سوال کر دیا جائے گا، شفاعت کرو قبول ہوگی۔ پس میں سر اٹھا کر اپنے رب کی وہ حمد بیان کروں گا جو وہ مجھے سکھائے گا پھر میں شفاعت کروں گا تو میرے لئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی میں انہیں بھی جنت میں پہنچاؤں گا۔

پھر تیسری مرتبہ لوگوں کا اپنے رب کو کدیتے ہی جہنم میں گر پڑوں گا جب تک وہ چاہے اسی حالت میں پڑا رہوں گا پھر فرمایا جائے گا کہ محمد ﷺ سر اٹھا، بات کر، سنی جائے گی، سوال کرو عطا فرمایا جائے گا، سفارش کرو قبول کی جائے چنانچہ میں سر اٹھا کر وہ حمد بیان کر کے جو مجھے دی سکھائے گا، سفارش کروں گا پھر چوتھی بار واپس آؤں گا اور لوگوں کا باری تعالیٰ اب تو صرف وہی باقی رہ گئے ہیں جنہیں قرآن نے روک لیا ہے۔ فرماتے ہیں، جہنم میں سے وہ بھی محض نکل آئے گا جس نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا اور اس کے دل میں گیسوں کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو پھر وہ لوگ بھی دوزخ سے نکالے جائیں گے جنہوں نے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہا ہو اور ان کے دل میں ایک ذرے جتنا ایمان ہو۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔

مسند احمد میں ہے آپؐ فرماتے ہیں میری امت بل صراط سے گزر رہی ہوگی، میں وہیں کھڑا دیکھ رہا ہوں گا کہ میرے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے اور فرمائیں گے اے محمد ﷺ انبیاء کی جماعت آپ سے کچھ مانگتی ہے۔ وہ سب آپ کے لئے جمع ہیں اور اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ تمام امتوں کو جہاں بھی چاہے الگ الگ کر دے اس وقت وہ سخت غم میں ہیں تمام مخلوق پینوں میں گویا لگام چڑھا دی گئی ہے۔ مومن پر تو وہ مثل زکام کے ہے لیکن کافر پر تو موت کا ڈھانپ لینا ہے۔ آپؐ فرمائیں گے کہ ٹھہرو میں آتا ہوں پس آپؐ جائیں گے عرش تلے کھڑے رہیں گے اور وہ عزت و ابرو ملے گی کہ کسی پر گزیریدہ فرشتے اور کسی بھیجے ہوئے نبی رسول کو نبی و پھر اللہ تعالیٰ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا کہ محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور کہو کہ آپؐ سر اٹھائیے، مانگنے لگے گا سفارش کیجئے، قبول ہوگی پس مجھے اپنی امت کی شفاعت ملے گی کہ ہر نانوسے میں سے ایک نکال لاؤں میں بار بار اپنے رب عزوجل کی طرف آتا جاتا رہوں گا اور ہر بار سفارش کروں گا یہاں تک کہ جناب باری مجھ سے ارشاد فرمائے گا کہ اے محمد (ﷺ) جاؤ مخلوق الہی میں سے جس نے ایک دن بھی خلوص کے ساتھ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی گواہی دی ہو اور اسی پر مرا ہوا ہے، بھی جنت میں پہنچاؤں گا۔

مسند احمد میں ہے حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اس وقت ایک شخص کبہ رہا تھا، انہوں نے بھی کچھ کہنے کی اجازت مانگی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اجازت دی۔ آپؐ کا خیال یہ تھا کہ جو کچھ یہ پہلا شخص کبہ رہا ہے وہی بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کہیں گے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے آپؐ فرماتے ہیں مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ زمین پر جتنے درخت اور کنکر ہیں ان کی گنتی کے برابر لوگوں کی شفاعت میں کروں گا۔ پس اے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو تو اس کی امید ہو اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے ناامید ہوں؟

مسند احمد میں ہے کہ ملک کے دونوں لڑکے رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہماری ماں ہمارے والد کی بڑی بیعت کرتی تھیں، بچوں پر بڑی مہربانی اور شفقت کرتی تھیں، ہم اندازی میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھتی تھیں۔ ہاں انہوں نے جاہلیت کے زمانے میں اپنی زندہ لڑکیاں درگور کر دی تھیں، آپؐ نے فرمایا، پھر وہ جہنم میں پہنچی۔ وہ دونوں طول خاطر ہو کر لوٹے تو آپؐ نے حکم دیا کہ انہیں واپس بلا لاؤ۔ وہ

لوئے اور ان کے چہروں پر خوشی تھی کہ اب حضور ﷺ کوئی اچھی بات سنائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا 'سنو میری ماں اور تمہاری ماں دونوں ایک ساتھ ہی ہیں۔ ایک منافق یہ سن کر کہنے لگا کہ اس سے اس کی ماں کو کیا فائدہ؟ ہم اس کے پیچھے جاتے ہیں۔ ایک انصاری جو حضور ﷺ سے سب سے زیادہ سوالات کرنے کا عادی تھا کہنے لگا 'یا رسول اللہ ﷺ کیا اس کے یا ان دونوں کے بارے میں آپؐ سے اللہ تعالیٰ نے کوئی وعدہ کیا ہے؟ آپؐ سمجھ گئے کہ اس نے کچھ سنا ہے 'فرمانے لگے نہ میرے رب نے چاہا نہ مجھے اس بارے میں کوئی طمع دی۔

سنو میں قیامت کے دن مقام محمود پر پہنچایا جاؤں گا' انصاری نے کہا 'وہ کیا مقام ہے؟ آپؐ نے فرمایا 'یہ اس وقت جب کہ تمہیں ننگے بدن بے ختنہ لایا جائے گا۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا 'میرے خلیل کو کپڑے پہناؤ۔ پس دو چادریں سفید رنگ کی پہنائی جائیں گی اور آپؐ عرش کی طرف منہ کئے بیٹھ جائیں گے پھر میرا لباس لایا جائے گا میں ان کی دائیں طرف اس جگہ کھڑا ہوں گا کہ تمام اگلے پچھلے لوگ رشک کریں گے اور کوڑے لے کر حوض تک ان کے لئے کھول دیا جائے گا منافق کہنے لگے پانی کے جاری ہونے کے لئے تو مٹی اور نگر لازمی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا 'اس کی مٹی مشک ہے اور نگر موتی ہیں۔ اس نے کہا ہم نے تو کبھی ایسا نہیں سنا۔ اچھا پانی کے کنارے درخت بھی ہونے چاہئیں انصاری نے کہا 'یا رسول اللہ ﷺ کیا وہاں درخت بھی ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا 'ہاں سوئے کی شاخوں والے۔ منافق نے کہا 'آج ہمیں بات تو ہم نے کبھی نہیں سنی۔ اچھا درختوں میں پتے اور پھل بھی ہونے چاہئیں۔ انصاری نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ کیا ان درختوں میں پھل بھی ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا 'ہاں قسم قسم کے جواہر اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید ہوگا اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔ ایک گھونٹ بھی جس نے اس میں سے پی لیا وہ کبھی بھی پیسا نہ ہوگا اور جو اس سے محروم رہ گیا وہ پھر کبھی آسودہ نہ ہوگا۔

ابوداؤد طیلیسی میں ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ عز و جل شفاعت کی اجازت دے گا پس روح القدس حضرت جبرئیل علیہ السلام کھڑے ہوں گے پھر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کھڑے ہوں گے پھر حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ علیہما السلام کھڑے ہوں گے پھر چوتھے تمہارے نبی حضرت محمد ﷺ کھڑے ہوں گے آپؐ سے زیادہ کسی کی شفاعت نہ ہوگی یہی مقام محمود ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

مسند احمد میں ہے کہ لوگ قیامت کے دن اٹھائے جائیں گے۔ میں اپنی امت سمیت ایک نیلے پر کھڑا ہوں گا مجھے اللہ تعالیٰ بزرگ کا حلقہ پہنائے گا پھر مجھے اجازت دی جائے گی اور جو کچھ کہنا چاہوں گا کہوں گا یہی مقام محمود ہے مسند احمد میں ہے قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے جہدہ کرنے کی اجازت دی جائے گی اور مجھے ہی سب سے پہلے سر اٹھانے کی اجازت ملے گی میں اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھ کر اپنی امت کو اور امتوں میں پہچان لوں گا کسی نے پوچھا حضور ﷺ اور ساری امتیں جو حضرت نوحؑ کے وقت تک کی ہوں گی ان سب میں سے آپؐ خاص اپنی امت کیسے پہچان لیں گے؟ آپؐ نے فرمایا 'وضو کے اثر سے ان کے ہاتھ پاؤں منہ چمک رہے ہوں گے ان کے سوا اور کوئی ایسا نہ ہوگا اور میں انہیں یوں پہچان لوں گا کہ ان کے نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ملیں گے اور نشان یہ ہے کہ ان کی اولادیں ان کے آگے آگے چل پھر رہی ہوں گی۔ مسند احمد میں ہے حضور علیہ السلام کے پاس گوشت لایا گیا اور شانے کا گوشت چونکہ آپؐ کو زیادہ مرغوب تھا وہی آپؐ کو دیا گیا۔ آپؐ اس میں سے گوشت توڑ توڑ کر کھانے لگے اور فرمایا قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمام اگلوں پچھلوں کو ایک ہی میدان میں جمع کرے گا 'آواز دینے والا انہیں سنائے گا۔ لگائیں اوپر کو چڑھ جائیں گی سورج بالکل نزدیک ہو جائے گا اور لوگ ایسی سختی اور رنج و غم میں مبتلا ہو جائیں گے جو ناقابل برداشت ہے اس وقت وہ آپس میں کہیں گے کہ دیکھو تو سہی! ہم سب کس مصیبت میں مبتلا ہیں چلو کسی سے کہہ کر اسے سفارشی بنا کر اللہ تعالیٰ کے پاس بھیجیں۔ چنانچہ مشورہ سے طے ہوگا اور لوگ حضرت آدم علیہ السلام

کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا ہے آپ میں اپنی روح پھونکی ہے، اپنے فرشتوں کو آپ کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دے کے ان سے سجدہ کرایا ہے آپ کیا ہماری خستہ حالی ملاحظہ نہیں فرما رہے؟ آپ پر دردگار سے شفاعت کیجئے۔ حضرت آدم علیہ السلام جواب دیں گے کہ میرا رب آج اس قدر غضبناک ہو رہا ہے کہ کبھی اس سے پہلے ایسا غضبناک نہیں ہوا اور نہ اس کے بعد کبھی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک درخت سے روکا تھا لیکن مجھ سے نافرمانی ہو گئی۔ آج تو مجھے خود اپنا خیال لگا ہوا ہے نفسا نفسی لگی ہوئی ہے۔ تم کسی اور کے پاس جاؤ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

لوگ وہاں سے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ اے نوح علیہ السلام آپ کو زمین والوں کی طرف سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا۔ آپ کا نام اس نے شکر گزار بندہ رکھا۔ آپ ہمارے لئے اپنے رب کے پاس شفاعت کیجئے، دیکھئے تو ہم کس مصیبت میں مبتلا ہیں؟ حضرت نوح علیہ السلام جواب دیں گے کہ آج تو میرا پروردگار اس قدر غضبناک ہے کہ نہ اس سے پہلے کبھی ایسا غصہ ہوا نہ اس کے بعد کبھی ایسا غصہ ہوگا۔ میرے لئے ایک دعا تھی جو میں نے اپنی قوم کے خلاف مانگ لی مجھے تو آج اپنی پڑی ہے، نفسا نفسی لگ رہی ہے تم کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ نبی اللہ ہیں آپ خلیل اللہ ہیں کیا آپ ہماری یہ پتا نہیں دیکھتے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے کہ آج میرا رب سخت غضبناک ہے کہ نہ تو اس سے پہلے کبھی ایسا ناراض ہوا نہ اس کے بعد کبھی اس سے زیادہ غصہ میں آئے گا پھر آپ اپنے جھوٹ یاد کر کے نفسا نفسی کرنے لگیں گے اور فرمائیں گے میرے سوا کسی اور کے پاس جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔

لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے اے موسیٰ علیہ السلام آپ رسول ہیں! اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسالت اور اپنے کلام سے نوازا ہے آپ ہمارے پروردگار کے پاس ہماری شفاعت لے جائیے دیکھئے تو کسی سخت آفت میں ہیں؟ آپ فرمائیں گے آج تو میرا رب سخت ناراض ہے، ایسا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا ناراض نہیں ہوا اور نہ کبھی اس کے بعد ایسا ناراض ہوگا، میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر ایک انسان کو مار ڈالا تھا، نفسی نفسی تم مجھے چھوڑ دو۔ کسی اور سے کہو تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ۔ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے عیسیٰ علیہ السلام آپ رسول اللہ اور کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں جو مریم علیہ السلام کی طرف بھیجی گئی، بچپن میں گہوارے میں ہی آپ نے بولنا شروع کر دیا تھا، جائیے ہمارے رب سے ہماری شفاعت کیجئے خیال تو فرمائیے کہ ہم کس قدر بے چین ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جواب دیں گے کہ آج جیسا غصہ تو پہلے تھا نہ بعد میں ہوگا، نفسی نفسی آپ اپنے کسی گناہ کا ذکر نہ کریں گے۔ فرمائیں گے تم کسی اور ہی کے پاس جاؤ۔ دیکھو میں بتاؤں تم سب محمد ﷺ کے پاس جاؤ۔ چنانچہ وہ سب حضور ﷺ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے محمد ﷺ آپ رسول اللہ ہیں آپ خاتم الانبیاء ہیں! اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام اگلے پچھلے گناہ، معاف فرما دیئے ہیں۔ آپ ہماری شفاعت کیجئے دیکھئے دیکھئے تو ہم کسی سخت بلاؤں میں گھرے ہوئے ہیں پھر میں کھڑا ہوں گا اور عرش تلے آ کر اپنے رب عزوجل کے سامنے سجدہ میں گر پڑوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی حمد و ثناء کے وہ الفاظ کھولے گا جو مجھ سے پہلے کسی اور پر نہیں کھلے تھے۔ پھر مجھ سے فرمایا جائے گا اے محمد ﷺ اپنا سر اٹھاؤ، مانگو تمہیں ملے گا شفاعت کرو منظور ہوگی۔ میں اپنا سر سجدے سے اٹھاؤں گا اور کہوں گا میرے پروردگار میری امت میرے رب میری امت! انکبیری امت پس مجھ سے فرمایا جائے گا جاؤ اپنی امت میں سے ان لوگوں کو جن پر حساب نہیں! جنت میں لے جاؤ انہیں جنت کے دروازے سے پہنچاؤ لیکن اور تمام دروازوں سے بھی انہیں روک نہیں۔ اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے جنت کی دو چوکنٹوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا مکہ اور مدینہ میں یا مکہ اور بصرہ میں۔ یہ حدیث

صحیحین میں بھی ہے۔ مسلم شریف میں ہے قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار میں ہوں اس دن سب سے پہلے میری قبر کی زمین شق ہوگی، میں ہی پہلا شفیع ہوں اور پہلا شفاعت قبول کیا گیا۔ ابن جریر میں ہے کہ حضور ﷺ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا، یہ شفاعت ہے۔ مسند احمد میں ہے مقام محمودہ مقام ہے جس میں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

عبدالرزاق میں ہے کہ قیامت کے دن کمال کی طرح اللہ تعالیٰ زمین کو کھینچ لے گا یہاں تک کہ ہر شخص کے لئے صرف اپنے دونوں قدم لگانے کی جگہ ہی رہے گی سب سے پہلے مجھے طلب کیا جائے گا حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ الرحمن تبارک و تعالیٰ کے دائیں طرف ہوں گے اللہ کی قسم اس سے پہلے اسے نہیں دیکھا۔ میں کہوں گا کہ باری تعالیٰ اس فرشتے نے مجھ سے کہا تھا کہ اسے تو میری طرف بھیج رہا تھا اللہ تعالیٰ عزوجل فرمائے گا اس نے سچ کہا اب میں یہ کہہ کر شفاعت کروں گا کہ اسے اللہ تیرے بندوں نے زمین کے مختلف حصوں میں تیری عبادت کی ہے آپؐ فرماتے ہیں یہی مقام محمودہ ہے۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

وَقُلْ رَبِّ ادْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۝۱۰۰ وَقُلْ جَاۤءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبٰطِلُ اِنَّ الْبٰطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝۱۰۱

دعا کیا کہ اے میرے پروردگار مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح نکال اور میرے لئے اپنے پاس سے غلبہ اور امداد و قوت فرما دے ○ اعلان کر دے کہ حق آچکا اور باطل نابود ہو گیا یقیناً باطل غلبہ تھا مگر نابود ہونے والا ○

حکم ہجرت: ☆☆ (آیت: ۸۰-۸۱) مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ مکہ شریف میں تھے پھر آپ کو ہجرت کا حکم ہوا اور یہ آیت اتری۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ کفار مکہ نے مشورہ کیا کہ آپ کو قتل کر دیں یا نکال دیں یا قید کر لیں پس اللہ کا بھی ارادہ ہوا کہ اہل مکہ کو ان کی بد اعمالیوں کا مزہ چکھا دے۔ اس نے اپنے پیغمبر ﷺ کو مدینے جانے کا حکم فرمایا۔ یہی اس آیت میں بیان ہو رہا ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں داخل ہونا مدینے میں اور مکہ سے نکلنا یہی قول سب سے زیادہ مشہور ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سچائی کے داخلے سے مراد موت ہے اور سچائی سے نکلنے سے مراد موت کے بعد کی زندگی ہے اور اقوال بھی ہیں لیکن زیادہ صحیح پہلا قول ہی ہے۔ امام ابن جریر بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ پھر حکم ہوا کہ غلبہ اور مدد کی دعا ہم سے کرو۔ اس دعا پر اللہ تعالیٰ نے فاروق اور روم کو ملک اور عزت دینے کا وعدہ فرمایا اتنا تو حضور ﷺ معلوم کر چکے تھے کہ بغیر غلبے کے دین کی اشاعت اور زور ناممکن ہے اس لئے اللہ تعالیٰ سے مدد و غلبہ طلب کیا تاکہ کتاب اللہ اور حدود اللہ فرض شرع اور قیام دین آپ کو سکے۔ یہ غلبہ بھی اللہ کی ایک زبردست رحمت ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ایک دوسرے کو کھاتا جاتا۔ ہر زور آور و کزور کا شکار کر لیتا۔ سلطانانہ نصیر اسے مراد کھلی دلیل بھی ہے لیکن پہلا قول پہلا ہی ہے اس لئے کہ حق کے ساتھ غلبہ اور طاقت بھی ضروری چیز ہے تاکہ مخالفین حق دبر ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے لوہے کے اتارنے کے احسان کو قرآن میں خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ سلطنت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بہت سی ان برائیوں کو روک دیتا ہے جو صرف قرآن سے نہیں رک سکتی تھیں۔ یہ بالکل واقعہ ہے بہت سے لوگ ہیں کہ قرآن کی نصیحتیں اس کے وعدے و وعید ان کو بدکاریوں سے نہیں ہٹا سکتے۔ لیکن اسلامی طاقت سے مرعوب ہو کر بد برائیوں سے رک جاتے ہیں۔ پھر کافروں کی کوشش کی جاتی ہے کہ اللہ کی جانب سے حق آچکا سچائی اتر آئی، جس میں کوئی

نیک و شبہ نہیں، قرآن ایمان نفع دینے والا سچا علم مغنیاب اللہ آگیا، کفر برباد و عارت اور بے نام و نشان ہو گیا، وہ حق کے مقابلہ میں بے دست و پا ثابت ہوا حق نے باطل کا دماغ پاش پاش کر دیا اور وہ نابود اور بے وجود ہو گیا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے میں آئے بیت اللہ کے آس پاس تین سو ساٹھ بت تھے آپ اپنے ہاتھ کی لکڑی سے انہیں کچوکے دے رہے تھے اور یہی آیت پڑھتے تھے اور فرماتے جاتے تھے حق آچکا باطل ندو بارہ آ سکتا ہے نہ لوٹ سکتا ہے۔ ابویعلیٰ میں ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ کے میں آئے بیت اللہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت تھے جن کی کوجاہات کی جاتی تھی آپ نے فوراً حکم دیا کہ ان سب کو اوندھ منہ گرداؤ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

وَنُزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ
الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴿٨٥﴾

یہ قرآن جو ہم نازل فرما رہے ہیں، مومنوں کے لئے تو سر اسر شفا اور رحمت ہے، ہاں ظالموں کو بجز نقصان کے اور کوئی زیادتی نہیں ہوتی۔ ○

قرآن حکیم شفا ہے: ☆☆ (آیت: ۸۲) اللہ تعالیٰ اپنی کتاب کی بابت جس میں باطل کا شائبہ بھی نہیں فرماتا ہے کہ وہ ایمانداروں کے دلوں کی تمام بیماریوں کے لئے شفا ہے۔ شک، نفاق، شرک، ٹیڑھ پن اور باطل کی لگاؤ سب اس سے دور ہو جاتی ہے۔ ایمان، حکمت، بھلائی، رحمت نیکیوں کی رغبت اس سے حاصل ہوتی ہے۔ جو بھی اس پر ایمان و یقین لائے اسے سچ سمجھ کر اس کی تابعداری کرے یہ اسے اللہ کی رحمت کے نیچے لکھڑا کرتا ہے۔ ہاں جو ظالم و جاہل ہو جو اس سے انکار کرے وہ اللہ سے اور دور ہو جاتا ہے۔ قرآن سن کر اس کا کفر اور بڑھ جاتا ہے پس یہ آفت خود کا فری طرف سے اس کے کفر کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ قرآن کی طرف سے وہ تو سر اس رحمت و شفا ہے چنانچہ اور آیت قرآن میں ہے قُلْ هُوَ الَّذِي آمَنُوا هُدًى وَ شِفَاءً لِّمَن كَانَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ کہہ دے کہ یہ ایمانداروں کے لئے ہدایت اور شفا ہے اور بے ایمانوں کے کانوں میں بردے ہیں اور ان کی نگاہوں پر پردہ ہے یہ تو در دراز سے آوازیں دینے جاتے ہیں۔

اور آیت میں ہے وَإِذَا مَا أَنْزَلْنَا سُورَةً أَخْلَجَ مِنْهَا لَوْاعِبٌ أَحَدًا يَرَاهُ يَحْزَنًا وَمَا تَوَّابٌ اور وہ ہشاش بشاش ہو جاتے ہیں ہاں جن کے دلوں میں بیماری ہے ان کی گندگی پر گندگی بڑھ جاتی ہے اور مرتے دم تک کفر پر قائم رہتے ہیں۔ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ الغرض مومن اس پاک کتاب کو نفع اٹھاتا ہے، اسے حفظ کرتا ہے، اسے یاد کرتا ہے، اس کا خیال رکھتا ہے۔ بے انصاف لوگ نہ اس سے نفع حاصل کرتے ہیں نہ اسے حفظ کرتے ہیں نہ اس کی نگہبانی کرتے ہیں اللہ نے اسے شفا و رحمت صرف مومنوں کے لئے بنایا ہے۔

وَإِذَا أَعْمَنَّا عَلَى الْإِنْسَانِ آعْرَضَ وَنَا بْجَانِبِهِ ؕ وَإِذَا مَسَّهُ
الشَّرُّ كَانَ يَؤُوسًا ؕ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ
فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ أَهْدَى سَبِيلًا ؕ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ
قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا ؕ

انسان پر جب بھی ہم اپنی نعمت انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ بدل لیتا ہے اور جب بھی اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ مایوس ہو جاتا ہے ○ کہہ دو کہ ہر شخص اسے اسے طریقے پر عامل ہے جو پوری ہدایت کے راستے پر ہیں انہیں تمہارا رب ہی بخوبی جاننے والا ہے ○ یہ لوگ تمہارے روح کی بابت سوال کرتے

ہیں تو جواب دے کر دوح میرے رب کے علم سے ہے۔ تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ بہت ہی کم ہے ○

انسانی فطرت میں خیر و شر موجود ہے: ☆ ☆ (آیت: ۸۳-۸۴) خیر و شر برائی بھلائی جو انسان کی فطرت میں ہیں قرآن کریم ان کو بیان فرما رہا ہے۔ مال عافیت، فتح، رزق، نصرت، تائید، کشادگی آرام پاتے ہی نظریں پھیر لیتا ہے۔ اللہ سے دور ہو جاتا ہے گویا اسے کبھی برائی پہنچی ہی نہیں۔ اللہ سے کروٹ بدل لیتا ہے گویا کبھی کی جان پہچان ہی نہیں اور جہاں مصیبت، تکلیف دکھ درد آفت حادثہ پہنچا اور یہ تا امید ہوا سمجھ لیتا ہے کہ اب بھلائی عافیت راحت آرام ملنے ہی کا نہیں۔

قرآن کریم اور جگہ اور شاد فرماتا ہے وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَكَافُورٌ وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ نِعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَاءٍ مَّسَّتْهُ لَيَكْفُرَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتِ عَنْهُ إِنَّهُ لَفَرِحٌ فَخُورٌ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ انسان کو راحتیں دے کر جو ہی ہم نے واپس لے لیں تو یہ محض مایوس اور ناشکر بن گیا اور جہاں مصیبتوں کے بعد ہم نے عافیتیں دیں یہ پھول گیا، گھمنڈ میں آ گیا اور ہانک لگانے لگا کہ بس اب برائیاں مجھ سے دور ہو گئیں۔ فرماتا ہے کہ ہر شخص اپنی اپنی طرز پر اپنی طبیعت پر اپنی نیت پر اپنے دین اور طریقے پر عامل ہے تو نگہ رہیں۔ اس کا علم کئی الواقع راہ راست پر کون ہے صرف اللہ ہی کو ہے۔ اس میں شرکین کو تنبیہ ہے کہ وہ اپنے مسلک پر گوکار بندہ ہوں اور اسے اچھا سمجھ رہے ہوں لیکن اللہ کے پاس جا کر کھلے گا کہ جس راہ پر وہ تھے وہ کیسی خطرناک تھی۔ جیسے فرمان ہے کہ بے ایمانوں سے کہہ دو کہ اچھا ہے اپنی جگہ اپنے کام کرتے جاؤ الخ بد کے بالے وقت یہ نہیں قیامت کا دن ہے تنگی بدی کی تیز اس دن ہوگی سب کو بد لے ملیں گے اللہ پر کوئی امر پوشیدہ نہیں۔

(آیت: ۸۵) بخاری وغیرہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ مدینے کے کھیتوں میں جا رہے تھے آپ کے ہاتھ میں لکڑی تھی میں آپ کے ہمراہ تھا۔ یہودیوں کے ایک گردہ نے آپ کو دیکھ کر آپس میں کانا پھوسی شروع کی کہ آؤ ان سے روح کی بابت سوال کریں۔ کوئی کہنے لگا اچھا، کسی نے کہا مات پوچھو کوئی کہنے لگے تمہیں اس سے کیا نتیجہ؟ کوئی کہنے لگا شاید کوئی جواب ایسا دیں جو تمہارے خلاف ہو۔ جانے دو نہ پوچھو۔ آخروہ آئے اور حضرت سے سوال کیا اور آپ اپنی لکڑی پر ٹیک لگا کر ٹھہر گئے میں سمجھ گیا کہ وحی اتر رہی ہے خاموش کھڑا رہ گیا اس کے بعد آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ اس سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے حالانکہ پوری صورت کلی ہے لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کے کی اتری ہوئی آیت سے ہی اس موقع پر مدینے کے یہودیوں کو جواب دینے کی وحی ہوئی ہو یا یہ کہ دوبارہ یہی آیت نازل ہوئی ہو۔ مسند احمد کی روایت سے بھی اس آیت کا کے میں اترا نا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قریشیوں نے یہودیوں سے درخواست کی کہ کوئی مشکل سوال بتاؤ کہ ہم ان سے پوچھیں۔ انہوں نے سوال سمجھایا۔ اس کے جواب میں یہ آیت اتری تو یہ سرکش کہنے لگے ہمیں بڑا علم ہے تو رات ہمیں ملی ہے اور جس کے پاس تو رات ہو اسے بہت ہی بھلائی مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِذَابًا لَّخ لَّعِني اگر تمام سمندروں کی سیاحی بن جائے اور اس سے کلمات الہی لکھنے شروع کئے جائیں تو یہ روشنائی سب خشک ہو جائے گی اور اللہ کے کلمات باقی رہ جائیں گے تو پھر تم اس کی مدد میں ایسے ہی اور بھی لاؤ۔ مگر یہ نے یہودیوں کے سوال پر اس آیت کا اترا اور ان کے اس کردہ قول پر دوسری آیت وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِن شَجَرَةٍ أَوْ نَخْلَةٍ أَوْ نَابِيَانِ فَرَمَايَا ہے یعنی روئے زمین کے درختوں کی قلمیں اور روئے زمین کے سمندروں کی روشنائی اور ان کے ساتھ ہی ساتھ ایسے ہی اور سمندر بھی ہوں تب بھی اللہ کے کلمات پورے نہیں ہو سکتے۔ اس میں شک نہیں کہ تو رات کا علم جو جنم سے بچانے والا ہے بڑی چیز ہے لیکن

اللہ کے علم کے مقابلہ میں بہت تھوڑی چیز ہے۔

امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ مکہ میں یہ آیت اتری کہ تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ جب آپ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو مدینے کے علماء یہود آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے ہم نے سنا ہے آپ یوں کہتے ہیں کہ تمہیں تو بہت ہی کم علم عطا فرمایا گیا ہے اس سے مراد آپ کی قوم ہے یا ہم؟ آپ نے فرمایا تم بھی اور وہ بھی۔ انہوں نے کہا: سنو خود قرآن میں پڑھتے ہو کہ ہم کو تورات ملی ہے اور یہ بھی قرآن میں ہے کہ اس میں ہر چیز کا بیان ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا علم الہی کے مقابلے میں یہ بھی بہت کم ہے۔ ہاں بے شک تمہیں اللہ نے اتنا علم دے رکھا ہے کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو تمہیں بہت کچھ نفع ملے اور یہ آیت اتری وَلَوْ اَنَّ مَافِي الْاَرْضِ اِلَٰخَ - حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ یہودیوں نے حضور ﷺ سے روح کی بابت سوال کیا کہ اسے جسم کے ساتھ عذاب کیوں ہوتا ہے؟ وہ تو اللہ کی طرف سے ہے چونکہ اس بارے میں کوئی آیت وحی آپ پر نہیں اتری تھی آپ نے انہیں کچھ نہ فرمایا اسی وقت آپ کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور یہ آیت اتری یہ سن کر یہودیوں نے کہا آپ کو اس کی خبر کس نے دی؟ آپ نے فرمایا جبرئیل اللہ کی طرف سے یہ فرمان لائے وہ کہنے لگے وہ ہمارا دشمن ہے اس پر آیت قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِیْلَ اِلَٰخَ نازل ہوئی یعنی جبرئیل کے دشمن کا دشمن اللہ ہے اور ایسا شخص کافر ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں روح سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں ایک قول یہ بھی ہے کہ مراد ایک ایسا عظیم الشان فرشتہ ہے جو تمام مخلوق کے برابر ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کا ایک فرشتہ ایسا بھی ہے کہ اگر اس سے ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کو ایک لقمہ بنانے کو کہا جائے تو وہ بنا لے اس کی تسبیح یہ ہے سُبْحَانَكَ حَبِیْثُ كُنْتُ اَلِیُّ تُو پاکا ہے جہاں بھی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہ ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار منہ ہیں اور ہر منہ میں ستر ہزار بانیں ہیں اور ہر زبان پر ستر ہزار لغت ہیں وہ ان تمام زبانوں سے ہر بولی میں اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ اس کی ہر ایک تسبیح سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو اور فرشتوں کے ساتھ اللہ کی عبادت میں قیامت تک اڑتا رہتا ہے۔ یہ اثر بھی عجیب و غریب ہے واللہ اعلم۔ سبکی کی روایت میں تو ہے کہ اس کے ایک لاکھ سر ہیں۔ اور ہر سر میں ایک لاکھ منہ ہیں اور ہر منہ میں ایک لاکھ زبانیں ہیں جن سے مختلف بولیوں میں وہ اللہ کی پاکی بیان کرتا رہتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے فرشتوں کی وہ جماعت ہے جو انسانی صورت پر ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ وہ فرشتے ہیں کہ اور فرشتوں کو تو وہ دیکھتے ہیں لیکن اور فرشتے انہیں نہیں دیکھتے۔ پس وہ فرشتوں کے لئے ایسے ہی ہیں جیسے ہمارے لئے یہ فرشتے۔ پھر فرماتا ہے کہ انہیں جواب دے کہ روح امر ربی ہے یعنی اس کی شان سے ہے اس کا علم صرف اسی کو ہے تم میں سے کسی کو نہیں تمہیں جو علم ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے پس وہ بہت ہی کم ہے۔ مخلوق کو صرف وہی معلوم ہے جو اس نے انہیں معلوم کر لیا ہے۔ خضر علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں آ رہا ہے کہ جب یہ دونوں بزرگ نشئی پر سوار ہو رہے تھے اس وقت ایک چڑیا کشتی کے تختے پر بیٹھ کر اپنی چونچ پانی میں ڈبو کر اڑ گئی تو جناب خضر نے فرمایا اے موسیٰ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا علم اللہ کے سامنے ایسا اور اتنا ہی ہے جتنا یہ چڑیا اس سمندر سے لے اڑی۔ (اوکا قال)

بقول سبکی بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہیں ان کے سوال کا جواب نہیں دیا کیونکہ ان کا سوال مذکر کرنے اور نہ ماننے کے طور پر تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جواب ہو گیا۔ مراد یہ ہے کہ روح شریعت الہی میں سے ہے، تمہیں اس میں نہ جانا چاہئے۔ تم جان رہے ہو کہ اس کے پہچاننے کی کوئی طبعی اور علمی راہ نہیں بلکہ وہ شریعت کی جہت سے ہے پس تم شریعت کو قبول کر لو لیکن ہمیں تو یہ طریقہ خطر سے خالی نظر نہیں آتا واللہ اعلم۔

پھر پہلی نے اختلاف علماء بیان کیا ہے کہ روح نفس ہی ہے یا اس کے سوا۔ اور اس بات کو ثابت کیا ہے کہ روح جسم میں مثل ہوا کے جاری ہے اور نہایت لطیف چیز ہے جیسے کہ درختوں کی رگوں میں پانی چڑھتا ہے اور جو روح فرشتہ ماں کے پیٹ کے بیچے میں چھوکتا ہے وہ جسم کے ساتھ ملتے ہی نفس بن جاتی ہے اور جسم کی مدد سے وہ اچھی بری صفیتیں اپنے اندر حاصل کر لیتی ہے یا تو ذکر اللہ کے ساتھ مطمئن ہونے والی ہو جاتی ہے یا برائیوں کا حکم کرنے والی بن جاتی ہے مثلاً پانی درخت کی حیات ہے اس کے درخت سے ملنے کے باعث وہ ایک خاص بات اپنے اندر پیدا کر لیتا ہے مثلاً انگور پیدا ہوئے پھر ان کا پانی نکالا گیا یا شراب بنائی گئی پس وہ اصلی پانی اب جس صورت میں آیا اب اسے اصلی پانی نہیں کہا جاسکتا۔ اسی طرح اب جسم کے اتصال کے بعد روح کو اصلی روح نہیں کہا جاسکتا اسی طرح اسے نفس بھی نہیں کہا جاسکتا یہ کہنا بطور انجام کو پہچاننے کے ہے۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ روح نفس اور مادہ کی اصل ہے اور نفس اس سے اور اس کے بدن کے ساتھ کے اتصال سے مرکب ہے۔ پس روح نفس ہے لیکن ایک وجہ سے نہ کہ تمام وجہ سے۔ بات تو یہ دل کو لگتی ہے لیکن حقیقت کا علم اللہ ہی کو ہے۔ لوگوں نے اس بارے میں بہت کچھ کہا ہے اور بڑی بڑی مستقل کتابیں اس پر لکھی ہیں۔ اس مضمون پر بہترین کتاب حافظ ابن مندہ کی کتاب ”الروح“ ہے۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا ۖ إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا ۖ قُلْ لَّيْنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا ۗ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَأَبَى أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ۗ

اگر ہم چاہیں تو جووی تیری طرف ہم نے اتاری ہے سب سلب کر لیں پھر تجھے اس کے لئے ہمارے مقابلے میں کوئی حمایتی بھی نہیں آئے گا۔ یہ تو صرف تیرے رب کا رحم و کرم ہے یقیناً مان کر تجھ پر اس کا بدو ایضاً نہیں ہے۔ اعلان کر دے کہ اگر تمام انسان اور کل جنات بل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے گو وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔ ہم نے تو اس قرآن میں لوگوں کے سمجھنے کے لئے ہر طرح ہیر پھیر سے تمام مثالیں بیان کر دی ہیں مگر تمام اکثر لوگ ناشکری سے باز نہیں آتے۔

قرآن اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم: ☆ (آیت ۸۶-۸۹) اللہ تعالیٰ اپنے زیر دست احسان اور عظیم الشان نعمت کو بیان فرما رہا ہے جو اس نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ پر انعام کیا ہے یعنی آپ پر وہ کتاب نازل فرمائی جس میں کہیں سے بھی کسی وقت باطل کی آمیزش ناممکن ہے۔ اگر وہ چاہے تو اس وحی کو سلب بھی کر سکتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آخر زمانے میں ایک سرخ ہوا چلے گی شام کی طرف سے یہ اٹھے گی اس وقت قرآن کے ورقوں میں سے اور حافظوں کے دلوں میں سے قرآن سلب ہو جائے گا۔ ایک حرف بھی باقی نہیں رہے گا پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت کی۔ پھر اپنا فضل و کرم اور احسان بیان کر کے فرماتا ہے کہ اس قرآن کریم کی بزرگی ایک یہ بھی ہے کہ تمام مخلوق اس کے مقابلے سے عاجز ہے۔ کسی کے بس میں اس جیسا کلام نہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے مثل بے نظیر بے شریک ہے اسی طرح اس کا

کلام مثال سے نظیر سے اپنے جیسے سے پاک ہے۔ ابن اسحاق نے وارد کیا ہے کہ یہودی آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم بھی اسی جیسا کلام بنالائے ہیں پس یہ آیت اتری لیکن ہمیں اس کے ماننے میں تامل ہے اس لئے کہ یہ سورت مکہ سے ہے اور اس کا کل بیان قریشیوں سے ہے وہی مخاطب ہیں اور یہود کے ساتھ کے میں آپ کا اجتماع نہیں ہوا مدینے میں ان سے میل ہوا واللہ اعلم۔

ہم نے اس پاک کتاب میں حرم کی دلیلیں بیان فرما کر حق کو واضح کر دیا ہے اور ہر بات کو شرح و وسط سے بیان فرما دیا ہے باوجود اس کے بھی اکثر لوگ حق کی مخالفت کر رہے ہیں اور حق کو دھکے دے رہے ہیں اور اللہ کی ناشکری میں لگے ہوئے ہیں۔

وَقَالُوا لَنْ تُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ
يَنْبُوعًا ۚ أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّحِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجَّرَ
الْأَنْهَارُ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ۚ أَوْ تُسْقَطُ السَّمَاءُ كَمَا زَعَمَتْ
عَلَيْنَا كِسْفًا أَوْ تَأْتِي بَالِدَهُ وَالْمَلَائِكَةُ قَبِيلًا ۚ أَوْ يَكُونُ لَكَ
بَيْتٌ مِّنْ زُخْرِفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرِيقِكَ حَتَّىٰ
تُنْزِلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نُّقْرُوهُ ۚ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيَ هَلْ كُنْتُ إِلَّا
بَشَرًا مِّثْلَ سَوَالٍ

۱۱

کہنے لگے تم تو مجھ پر ایمان لانے کے نہیں تاحقیق تو ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری نہ کر دے ۱۱ یا خود تیرے اپنے لئے ہی کوئی باغ ہو مجھوں اور انگوڑوں کا اور اس کے درمیان تو بہت سی نہریں جاری کر دکھائے ۱۱ یا تو آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے جیسے کہ تیرا گمان ہے یا تو خود اللہ تعالیٰ کو اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر آ کر دے ۱۱ یا تیرے اپنے لئے کوئی سونے کا گھر ہو جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور تیرے چڑھ جانے کا بھی اس وقت تک یقین نہیں کریں گے جب تک کہ تم ہم پر کوئی کتاب نہ اتار لائے جسے ہم آپ پڑھ لیں تو جواب دے کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک انسان ہی ہوں جو رسول بنایا گیا ہوں ۱۱

قریش کے امراء کی آخری کوشش: ☆ ☆ (آیت: ۹۰-۹۳) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ اور ابوسفیان بن حرب اور بنی عبداللہ بن قیلے کے دو شخص اور ابوالبختری بنی اسد کا اور اسود بن مطلب بن اسد اور زمر بن اسود اور ولید بن مغیرہ اور ابو جہل بن ہشام اور عبداللہ بن ابی امیہ اور امیہ بن خلف اور عاص بن داؤد اور نبیہ اور مہر بنی حجاج کے لڑکے یہ سب یا ان میں سے کچھ سورج کے فروغ ہو جانے کے بعد کعبہ اللہ کے پیچھے جمع ہوئے اور کہنے لگے، ہمیں کسی کو بھیج کر محمد (ﷺ) کو بلو اور اس سے کہہ سن کر آج فیصلہ کر لو تا کہ کوئی عذر ہاٹی نہ رہے چنانچہ قاصد گیا اور خبر دی کہ آپ کی قوم کے اشراف لوگ جمع ہوئے ہیں اور آپ کو یاد کیا ہے۔

چونکہ حضور ﷺ کو ان لوگوں کا ہر وقت خیال رہتا تھا آپ کے جی میں آئی کہ بہت ممکن ہے اللہ نے انہیں صحیح سمجھ دے دی ہو اور یہ راہ راست پر آ جائیں اس لئے آپ فوراً ہی تشریف لائے۔ قریشیوں نے آپ کو مدعو کئے ہی کہا: سنئے آج ہم آپ پر حجت پوری کر دیتے ہیں تا کہ پھر ہم پر کسی قسم کا الزام نہ آئے اسی لئے ہم نے آپ کو بلوایا ہے واللہ کسی نے اپنی قوم کو اس مصیبت میں نہیں ڈالا ہوگا جو مصیبت تو نے ہم پر کھڑی کر رکھی ہے تم ہمارے باپ دادوں کو گالیاں دیتے ہو ہمارے دین کو برا کہتے ہو ہمارے بزرگوں کو بیوقوف بناتے ہو ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہو تم نے ہم میں تفریق ڈال دی لڑائیاں کھڑی کر دیں واللہ آپ نے ہمیں کسی برائی کے پہنچانے میں کوئی کسر اٹھائیں رکھی اب

صاف صاف سن لیجئے اور سوچ سمجھ کر جواب دیجئے اگر آپ کا ارادہ ان تمام باتوں سے مال جمع کرنے کا ہے تو ہم موجود ہیں ہم خود آپ کو اس قدر مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ کے برابر ہم میں سے کوئی مالدار نہ ہو اور اگر آپ کا ارادہ اس سے یہ ہے کہ آپ ہم پر سرداری کریں تو لو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں ہم آپ کی سرداری کو تسلیم کرتے ہیں اور آپ کی تابعداری منظور کرتے ہیں۔ اگر آپ بادشاہت کے طالب ہیں تو بخدا ہم آپ کی بادشاہت کا اعلان کر دیتے ہیں اور اگر واقعی آپ کے دماغ میں کوئی فتور ہے کوئی جن آپ کو ستارہ ہے تو ہم موجود ہیں دل کھول کر رقیں خرچ کر کے تمہارا علاج معالجہ کریں گے یہاں تک کہ آپ کو شفا ہو جائے یا ہم معذور سمجھ لئے جائیں۔

یہ سب سن کر سردار رسولان شفیع پیغمبران علیہ السلام نے جواب دیا کہ سنو محمد اللہ مجھے کوئی دماغی عارضہ یا خلل آسیب نہیں نہ میں اپنی اس رسالت کی وجہ سے مالدار بننا چاہتا ہوں نہ کسی سرداری کی طمع ہے نہ بادشاہ بننا چاہتا ہوں بلکہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تم سب کی طرف اپنا رسول برحق بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں خوشخبریاں سنا دوں اور ڈرا دھمکا دوں میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں پہنچا دیئے تمہاری سچی خبر خواہی کی تم اگر قبول کر لو گے تو دونوں جہان میں نصیب دار بن جاؤ گے اور اگر نا منظور کر دو گے تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ جناب باری تعالیٰ شانہ مجھ میں اور تم میں سچا فیصلہ فرما دے (اوکا قال)

اب سرداران قوم نے کہا کہ محمد (ﷺ) اگر آپ کو ہماری ان باتوں میں سے ایک بھی منظور نہیں تو اب اور سنو یہ تو خود تمہیں بھی معلوم ہے کہ ہم سے زیادہ تنگ شہر کسی اور کا نہیں ہم سے زیادہ کم مال کوئی قوم نہیں ہم سے زیادہ پیٹ پیٹ کر بہت کم روزی حاصل کرنے والی بھی کوئی قوم نہیں تو آپ اپنے رب سے جس نے آپ کو اپنی رسالت دے کر بھیجا ہے دعا کیجئے کہ یہ پہاڑ یہاں سے ہٹالے تاکہ ہمارا علاقہ کشادہ ہو جائے شہروں شہروں کو وسعت ہو جائے اس میں نہریں خشے اور دریا جاری ہو جائیں جیسے کہ شام اور عراق میں ہیں اور یہ بھی دعا کیجئے کہ ہمارے باپ دادے زندہ ہو جائیں اور ان میں قصی بن کلاب ضرور ہودہ ہم میں ایک بزرگ اور سچا شخص تھا ہم اس سے پوچھ لیں گے وہ آپ کی بابت جو کہہ دے گا ہمیں اطمینان ہو جائے گا اگر آپ نے یہ کر دیا تو ہمیں آپ کی رسالت پر ایمان آ جائے گا اور ہم آپ کی دل سے تصدیق کرنے لگیں گے اور آپ کی بزرگی کے قائل ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا میں ان چیزوں کے ساتھ نہیں بھیجا گیا۔ ان میں سے کوئی کام میرے بس کا نہیں۔ میں تو اللہ کی باتیں تمہیں پہنچانے کے لئے آیا ہوں۔ تم قبول کر لو دونوں جہان میں خوش رہو گے۔ نہ قبول کر دو گے تو میں صبر کروں گا۔ اللہ کے حکم پر منتظر رہوں گا یہاں تک کہ پروردگار عالم مجھ میں اور تم میں فیصلہ فرما دے۔ انہوں نے کہا اچھا یہ بھی نہ سنی لیجئے ہم خود آپ کے لئے ہی تجویز کرتے ہیں آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ کوئی فرشتہ آپ کے پاس بھیجے جو آپ کی باتوں کی سچائی اور تصدیق کر دے آپ کی طرف سے ہمیں جواب دے اور اس سے کہہ کر آپ اپنے لئے باغات اور خزانے اور سونے چاندی کے گل بنوا لیجئے تاکہ خود آپ کی حالت تو سنور جائے بازاروں میں چلتا پھرتا ہماری طرح تلاش معاش میں لگنا یہ تو چھوٹ جائے۔ یہ اگر ہو جائے تو ہم مان لیں گے کہ واقعی اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی عزت ہے اور آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا نہ میں یہ کروں نہ اپنے رب سے یہ طلب کروں نہ اس کے ساتھ میں بھیجا گیا۔ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے بشیر و نذیر بنایا ہے بس اور کچھ نہیں۔ تم اگر مان لو تو دونوں جہان میں اپنا بھلا کرو گے اور نہ مانو نہ سنی میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا پروردگار میرے اور تمہارے درمیان کیا فیصلہ کرتا ہے؟ انہوں نے کہا اچھا پھر ہم کہتے ہیں کہ جاؤ اپنے رب سے کہہ کر ہم پر آسمان گرا دو تم تو کہتے ہی ہو کہ اگر اللہ چاہے تو ایسا کر دے تو پھر ہم کہتے ہیں بس کر دو ذلیل نہ کر دو آپ نے فرمایا یہ اللہ کے اختیار کی بات ہے جو وہ چاہے کرے جو نہ چاہے نہ کرے۔ مشرکین نے کہا سنئے کیا اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم نہ تھا کہ ہم تیرے پاس اس وقت نہیں گئے اور تجھ سے یہ چیزیں طلب کریں گے

اور اس قسم کے سوالات کریں گے تو چاہئے تھا کہ وہ تجھے پہلے سے مطلع کر دیتا اور یہ بھی بتا دیتا کہ تجھے کیا جواب دینا چاہئے اور جب ہم تیری نہ مانیں تو وہ ہمارے ساتھ کیا کرے گا۔ سنئے ہم نے تو سنا ہے کہ آپ کو یہ سب کچھ ایمانہ کا ایک شخص رحمان نامی ہے وہ سکھا جاتا ہے اللہ کی قسم ہم تو رحمان پر ایمان لانے کے نہیں۔ ناممکن ہے کہ ہم اسے مانیں ہم نے آپ سے سبکدوشی حاصل کر لی جو کچھ کہنا سننا تھا کہہ سن چکے اور آپ نے ہماری واجبی اور انصاف کی بات بھی نہیں مانی اب کان کھول کر ہوشیار ہو کر سن لیجئے کہ ہم آپ کو اس حالت میں آزاد نہیں رکھ سکتے اب یا تو ہم آپ کو ہلاک کر دیں گے یا آپ ہمیں تباہ کر دیں کوئی کہنے لگا ہم تو فرشتوں کو پوجتے ہیں جو اللہ کی بیٹیاں ہیں کسی نے کہا جب تک تو اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کو حکم کھلا ہمارے پاس نہ لائے ہم ایمان نہ لائیں گے۔

پھر مجلس برخواست ہوئی۔ عبداللہ بن ابی امیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم جو آپ کی پھوپھی حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب کا لڑکا تھا آپ کے ساتھ ہو گیا اور کہنے لگا کہ یہ تو بڑی نامنصفی کی بات ہے کہ قوم نے جو کہا وہ بھی آپ نے منظور نہ کیا پھر جو طلب کیا وہ بھی آپ نے پورا نہ کیا پھر جس چیز سے آپ انہیں ڈراتے تھے وہ مانگا وہ بھی آپ نے نہ کیا اب تو اللہ کی قسم میں آپ پر ایمان لاؤں گا ہی نہیں جب تک کہ آپ میری لگا کر آسمان پر چڑھ کر کوئی کتاب نہ لائیں اور چار فرشتے اپنے ساتھ اپنے گواہ بنا کر نہ لائیں۔ حضور ﷺ ان تمام باتوں سے سخت رنجیدہ ہوئے۔ مگر تو آپ بڑے شوق سے تھے کہ شاید قوم کے سردار میری کچھ مان لیں لیکن جب ان کی سرکشی اور ایمان سے دوری آپ نے دیکھی بڑے ہی مغموم ہو کر واپس اپنے گھر آئے (ﷺ)۔ بات یہ ہے کہ ان کی یہ تمام باتیں بطور کفر و عناد اور بطور نیچا دکھانے اور لا جواب کرنے کے تھیں نہ در اگر ایمان لانے کے لئے نیک نیتی سے یہ سوالات ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں یہ معجزے دکھا دیتا چنانچہ حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ اگر آپ کی چاہت ہو تو جو یہ مانگتے ہیں میں دکھا دوں لیکن یہ یاد رہے کہ اگر پھر بھی ایمان نہ لائے تو انہیں وہ عبرت کا سزا نہیں دوں گا جو کسی کوندی ہوں۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں ان پر توپ کی قویلت کا اور رحمت کا دروازہ کھلا رکھوں آپ نے دوسری بات پسند فرمائی۔ اللہ اپنے نبی رحمت اور نبی توبہ پر درود و سلام بہت بہت نازل فرمائے۔ اسی بات اور اسی حکمت کا ذکر آیت وَمَا مَنَعْنَا آئِ نُرٍ مِّنْ بَالِغَاتِ اَرْضٍ اَمَّا هَذِهِ الْاَرْضُ فَلَوْ اَنَّ هَٰذَا الرَّسُوْلَ يَأْكُلُ الطَّعَامَ اَلَمْ يَمْسَسْ يَدَيْهِ سَبَّحْ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ میں ہیں سب چیزیں ہمارے بس میں ہیں سب ممکن ہے لیکن اسی وجہ سے کہ ان کے ظاہر ہو جانے کے بعد ایمان نہ لانے والوں کو پھر ہم نہیں چھوڑا کرتے۔ ہم ان نشانات کو روک رکھتے ہیں اور ان کفار کو ذلیل دے رکھی ہے اور ان کا آخر کھانا جہنم بنا رکھا ہے۔

پس ان کا سوال تھا کہ یہ گنہگار عرب میں نہیں چل پڑیں در یا ایل پڑیں وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے کوئی کام بھی اس کا در و قیوم اللہ پر بھاری نہیں سب کچھ اس کی قدرت تھے اور اس کے فرمان تلے ہے۔ لیکن وہ بخوبی جانتا ہے کہ یہ اذلی کافران مجزوں کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لانے کے۔ جیسے فرمان ہے اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْہِمْ کَلِمَةُ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَاءَتْہُمْ كُلُّ اٰیۃٍ حَتٰی یَرَوْا الْعَذَابَ الْاَلَیْمَ لَیْسَ جِنِّ پر تیرے سب کی بات ثابت ہو چکی ہے انہیں باوجود تمام تجرعات دیکھ لینے کے بھی ایمان نصیب نہ ہو گا یہاں تک کہ وہ المناک عذابوں کا محاسن نہ کر لیں۔ وَلَوْ اَنَّآ اَنَّآ اَرْضٍ اَمَّا هَذِهِ الْاَرْضُ فَلَوْ اَنَّ هَٰذَا الرَّسُوْلَ یَأْكُلُ الطَّعَامَ اَلَمْ یَمْسَسْ یَدَیْہِ سَبَّحْ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اور مردے بھی ان سے ہاتھیں کر لیں اور اتنا ہی نہیں بلکہ غیب کی تمام چیز حکم کھلا ان کے سامنے ظاہر کر دیں تو بھی یہ کافر بغیر مشیت الہی ایمان لانے کے نہیں۔ ان میں سے اکثر جہالت کے پتے ہیں۔ اپنے لیے دریا طلب کرنے کے بعد انہوں نے کہا اچھا آپ ہی کے لیے باغات اور نہریں ہو جائیں۔ پھر کہا کہ اچھا یہ بھی نہ سبکی تو آپ کہتے ہی ہیں کہ قیامت کے دن آسمان پھٹ جائے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا تو اب آج ہی ہم پر اس کے ٹکڑے گرا دیجئے چنانچہ انہوں نے خود بھی اللہ تعالیٰ سے یہی دعا کی کہ الہی اگر یہ سب کچھ تیری جانب سے ہی برحق

ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ الخ۔

شعیب علیہ السلام کی قوم نے بھی یہی خواہش کی تھی جس بنا پر ان پر سائبان کے دن کا عذاب اترا۔ لیکن چونکہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ رحمۃ اللعالمین اور نبی التوبہ تھے آپ نے اللہ سے دعا کی کہ وہ انہیں ہلاکت سے بچالے۔ ممکن ہے یہ نہیں تو ان کی اولاد میں ہی ایمان قبول کر لیں۔ تو حیدر اختیار کر لیں اور شرک چھوڑ دیں۔ آپ کی یہ آرزو پوری ہوئی عذاب نہ اترا خود ان میں سے بھی بہت سوں کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی یہاں تک کہ عبد اللہ بن امیہ جس نے آخر میں حضرت کے ساتھ جا کر آپ کو باتیں سنائی تھیں اور ایمان نہ لائے ان کی تمسین کھائیں تھیں وہ بھی اسلام کے جھنڈے تلے آئے (رضی اللہ عنہ)۔ زخرف سے مراد سونا ہے بلکہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں لفظ مِنْ ذَهَبٍ ہے۔ کفار کو اور مطالبہ یہ تھا کہ تیرے لئے سونے کا گھر ہو جائے یا ہمارے دیکھتے ہوئے تو میری لگا کر آسمان پر پہنچ جائے اور وہاں سے کوئی کتاب لائے جو ہر ایک کے نام کی الگ الگ ہو راتوں رات ان کے سر ہانے وہ پرے پہنچ جائیں ان پر ان کے نام لکھے ہوئے ہوں اس کے جواب میں حکم ہوا کہ ان سے کہہ دو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے آگے کسی کی کچھ نہیں چلتی وہ اپنی سلطنت اور مملکت کا ختم لک ہے جو چاہے کرے جو نہ چاہے نہ کرے تمہاری منہ مانگی چیز ظاہر کرے نہ کرے یہ اس کے اختیار کی بات ہے۔ میں تو صرف اللہ کا پیغام پہنچانے والا رسول ہوں میں نے اپنا فرض ادا کر دیا احکام الہی تمہیں پہنچا دیئے اب جو تم نے مانگا وہ اللہ کے بس کی بات ہے نہ کہ میرے بس کی۔ مسند احمد میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں بظلمہ کی بات مجھ سے فرمایا گیا کہ اگر تم چاہو تو میں اسے سونے کا بنا دوں میں نے گزارش کی کہ نہیں اللہ میری تو یہ چاہت ہے کہ ایک روز پیٹ بھرا ہوں اور دوسرے روز بھوکا رہوں بھوک میں تیری طرف جھکوں تقضر اور زاری کروں اور بکثرت تیری یاد کروں۔ بھرے پیٹ ہو جاؤں تو تیری تمہا کروں تیرا شکر بجالاؤں۔ ترمذی میں بھی یہ حدیث ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا
أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ۖ قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ
مَلَائِكَةٌ مُّطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا
رَّسُولًا ۚ

لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکے کے بعد ایمان سے روکنے والی صرف یہی چیز رہی کہ انہوں نے کہا کہ کیا اللہ نے ایک انسان کو ہی رسول بنا کر بھیجا؟ ○ تو جواب دے کہ اگر زمین پر فرشتے چلتے پھرتے اور رہتے ہوتے تو ہم بھی ان کے پاس کسی آسمانی فرشتے کی اور رسول بنا کر بھیجے ○

فکری مغالطے اور کفار: ☆ ☆ (آیت: ۹۴-۹۵) اکثر لوگ ایمان سے اور رسولوں کی تابعداری سے اسی بنا پر رک گئے کہ انہیں یہ سمجھ نہ آیا کہ کوئی انسان بھی رسول اللہ بن سکتا ہے وہ اس پر سخت تر متوجہ ہوئے اور آخر انکار کر بیٹھے اور صاف کہہ گئے کہ کیا ایک انسان ہماری رہبری کرے گا؟ فرعون اور اس کی قوم نے بھی یہی کہا تھا کہ ہم اپنے جیسے دو انسانوں پر ایمان کیسے لائیں خصوصاً اس صورت میں کہ ان کی ساری قوم ہماری ماتحتی میں ہے۔ یہی اور امتوں نے اپنے زمانے کے نبیوں سے کہا تھا کہ تو ہم جیسے ہی انسان ہو سوا اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم ہمیں اپنے بڑوں کے معبودوں سے بہکار ہے ہوا چھالو کنی زبردست ثبوت پیش کرو۔ اور بھی اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے لطف و کرم اور انسانوں میں سے رسولوں کے بھیجنے کی وجہ کو بیان فرماتا ہے اور اس حکمت کو ظاہر فرماتا ہے کہ

[illegible]

قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ
خَبِيرًا ۝۱۵۱ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضِلِلْ فَلَنْ
تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِهِ ۖ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ
عُمِيًّا ۖ ذٰلِكُمْ بِمَا وَصَّيْنَا مَاؤُهُمْ جَهَنَّمَ ۖ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنَاهُمْ
سَعِيرًا ۝۱۵۲

کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کا گواہ ہونا بس ہے وہ اپنے بندوں سے خوب آگاہ اور بخوبی دیکھنے والا ہے ○ اللہ جس کی رہنمائی کر دے وہ تو راہ یاب ہے اور جسے وہ راہ سے کھودے نہ ممکن ہے کہ تو اس کا رفیق اس کے سوا کسی اور کو پا لے ایسے لوگوں کا ہم روز قیامت اوندھے منہ حشر کریں گے درآئیں گے ○

صداقت رسالت پر اللہ کی گواہی ☆ (آیت: ۹۶) میری سچائی پر میں اور گواہ کیوں ڈھونڈوں؟ اللہ کی گواہی کافی ہے۔ میں اگر اس کی پاک ذات پر تہمت باندھتا ہوں تو وہ آپ مجھ سے انقام لے گا۔ چنانچہ قرآن کی سورہ الحاقہ میں بیان ہے کہ اگر یہ پیغمبر زبردستی کوئی بات ہمارے سر پر چکا دیتا تو ہم اس کا داہنا ہاتھ تھام کر اس کی گردن اڑا دیتے اور ہمیں اس سے کوئی نہروک سکتا۔ پھر فرمایا کہ کسی بندے کا حال اللہ سے مخفی نہیں وہ انعام واحسان و ندامت و لطف کے قابل لوگوں کو اور نگرہی اور بدبختی کے قابل لوگوں کو بخوبی جانتا ہے۔

میدان حشر کا ایک ہولناک منظر: ☆ ☆ (آیت: ۹۷) اللہ تعالیٰ اس بات کو بیان فرماتا ہے کہ تمام مخلوق میں تصرف صرف اسی کا ہے اس کا کوئی حکم ٹل نہیں سکتا اس کے راہ دکھائے ہوئے کو کوئی بہکا نہیں سکتا نہ اس کے بہکائے ہوئے کی کوئی دھبگیری کر سکتا ہے اس کا ولی اور مرشد کوئی نہیں بن سکتا۔ ہم انہیں اوندھے منہ میدان قیامت (حشر کے مجمع) میں لائیں گے۔ منہ احمد میں ہے کہ حضور ﷺ سے سوال ہوا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا جس نے پیروں پر چلایا ہے وہ سر کے ٹل بھی چلا سکتا ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔

مسند میں ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے بنی غفار قبیلے کے لوگو! بیچ کہو اور قسمیں نہ کھاؤ! صادق مصدق پیغمبر نے مجھے یہ حدیث سنائی ہے کہ لوگ تین قسم کے بنا کر حشر میں لائے جائیں گے ایک فوج تو کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے والی

ایک چلنے اور دوڑنے والی ایک وہ جنہیں فرشتے اونٹ سے منہ گھسیٹ کر جہنم کے سامنے جمع کریں گے۔ لوگوں نے کہا، دو قسمیں تو سمجھ میں آئیں گی لیکن یہ چلنے اور دوڑنے والے کچھ میں نہیں آئے آپ نے فرمایا، سوار یوں پر آفت آ جائے گی یہاں تک کہ ایک انسان اپنا ہرا بھرا باغ دے کر پالان والی اونٹنی خریدنا چاہے گا لیکن نڈل سکے گی۔ یہ اس وقت نایاب ہوں گے، بے زبان ہوں گے، کچھ بھی نہ سن سکیں گے غرض مختلف حال ہوں گے اور گناہوں کی شامت میں گناہوں کے مطابق گرفتار کئے جائیں گے۔ دنیا میں حق سے اندھے بہرے اور گونگے بنے رہے آج سخت احتیاج والے دن بچ بچ اندھے بہرے گونگے بنا دیئے گئے۔ ان کا اصلی ٹھکانا، گھوم پھر کر آنے اور رہنے سہنے بے نظہر نے کی جگہ جہنم قرار دی گئی۔ وہاں کی آگ جہاں ہم پڑنے کو آتی اور بھڑکا دی گئی، سخت تیز کر دی گئی۔ جیسے فرمایا فُتُوْا فُتُوْا فُلَنْ نَزَبْتُكُمْ اِلَّا عَذَابًا یعنی اب سزا برداشت کرو۔ سوائے عذاب کے کوئی چیز تمہیں زیادہ نہ دی جائے گی۔

ذٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا وَقَالُوْا اِذَا كُنَّا
عِظَامًا وَّ رُفَاتًا اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلَعْنَا جَدِيْدًا ۝۱۵ اَوَلَمْ يَرَوْا
اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰۤی اَنْ يَّخْلُقَ
مِثْلَهُمْ وَ جَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَا رَيْبَ فِیْهِ فَاَبٰی الظّٰلِمُوْنَ
اِلَّا كُفُوْرًا ۝۱۶

یہ سب ہماری آنٹوں سے کھڑ کرنے اور اس کہنے کا بدلہ ہے کہ کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزے ہو جائیں گے پھر ہم نئی پیدائش میں اٹھا کھڑے کئے جائیں گے ○ کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ جس اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے وہ ان جیسوں کی پیدائش پر پورا قادر ہے؟ اسی نے ان کے لئے ایسا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے جو شک و شبہ سے بیکسر خالی ہے لیکن نا انصاف لوگ ناشکرے بنے بغیر رہے ہی نہیں ○

بوسیدہ ہڈیاں پھر تو اٹا ہوں گی ☆ ☆ (آیت ۹۸-۹۹) فرمان ہے کہ اوپر جن منکروں کو جس سزا کا ذکر ہوا ہے وہ اسی کے قابل تھے وہ ہماری دلیلوں کو جھوٹ سمجھتے تھے اور قیامت کے قائل ہی نہ تھے اور صاف کہتے تھے کہ بوسیدہ ہڈیاں ہو جانے کے بعد مٹی کے ریزوں سے مل جانے کے بعد ہلاک اور برباد ہو چکے گے بعد کا دوبارہ جی اٹھنا تو عقل کے باہر ہے۔

پس ان کے جواب میں قرآن نے اس کی ایک یہ دلیل پیش کی کہ اس زبردست قدرت کے مالک نے آسمان و زمین کو بغیر کسی چیز کے اول بار بلا منہ پید کیا جس کی قدرت ان بلند و بالا وسیع اور سخت مخلوق کی ابتدائی پیدائش سے عاجز نہیں۔ کیا وہ تمہیں دوبارہ پیدا کرنے سے عاجز ہو جائے گا؟ آسمان و زمین کی پیدائش تو تمہاری پیدائش سے بہت بڑی ہے۔ وہ ان کے پیدا کرنے میں نہیں تھکا، کیا وہ مردوں کو زندہ کرنے سے بے اختیار ہو جائے گا؟ کیا آسمان و زمین کا خالق انسانوں جیسے اور پیدا نہیں کر سکتا؟ بے شک کر سکتا ہے اس کا وصف ہے کہ وہ خلاق ہے وہ عظیم ہے وہ قدرتوں والا ہے جس چیز کی نسبت فرمادے کہ ہو جاؤ وہ اسی وقت ہو جاتی ہے اس کا حکم ہی چیز کے وجود کے لئے کافی دانی ہے۔ وہ انہیں قیامت کے دن دوبارہ کی نئی پیدائش میں ضرور اور قطعاً پیدا کرے گا۔ اس نے ان کے اعادہ کی ان کے قبروں سے نکل کھڑے ہونے کی مدت مقرر کر رکھی ہے۔ اس وقت یہ سب کچھ ہو کر رہے گا۔ یہاں کی قدر سے تاخیر صرف معینہ وقت کو پورا کرنے کے لئے ہے۔ انہوں نے کس قدر واضح دلائل کے بعد بھی لوگ کفر و ضلالت کو نہیں چھوڑتے۔

قُلْ لَوْ أَنْتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَائِنَ رَحْمَةِ رَبِّي إِذًا لَأَمْسَكْتُمْ
خَشْيَةَ الْإِنْفَاقِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ قَثُورًا ۝ وَلَقَدْ آتَيْنَا
مُوسَى تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ فَقَالَ إِنِّي إِذَا جَاءَهُمْ فَقَالَ
لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَمُوسَىٰ مَسْحُورًا ۝

کہہ دے کہ اگر بالفرض تم میرے رب کی رحمتوں کے خزانوں کے مالک بن جاؤ تو تم تو اس وقت بھی اس کے خرچ ہو جانے کے خوف سے اس میں بخل کرتے انسان
ہے ہی تنگ دل ○ ہم نے موسیٰ کو نو معجزے بالکل صاف صاف عطا فرمائے۔ تو آپ ہی بنی اسرائیل سے پوچھ لے کہ جب وہ ان کے پاس پہنچا تو فرعون بولا کہ
اے موسیٰ میرے خیال میں تو تجھ پر جادو کر دیا گیا ہے ○

انسانی فطرت کا نفسیاتی تجزیہ: ☆ ☆ (آیت: ۱۰۰) انسانی طبیعت کا خاصہ بیان ہو رہا ہے کہ رحمت الہی جیسی نہ کم ہونے والی چیزوں پر
بھی اگر یہ قیابض ہو جائے تو وہاں بھی اپنی بخلی اور تنگ دلی نہ چھوڑے۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر ملک کے کسی حصے کے یہ مالک ہو جائیں
تو کسی کو ایک کوڑی پر کھنے کو نہ دیں۔ پس یہ انسانی طبیعت ہے۔ ہاں جو اللہ کی طرف سے ہدایت کئے جائیں اور توفیق خیر دیئے جائیں وہ اس
بدخلیت سے نفرت کرتے ہیں وہ غنی اور دوسروں کا بھلا کرنے والے ہوتے ہیں۔ انسان بڑا ہی جلد باز ہے تکلیف کے وقت لڑکھڑا جاتا ہے
اور راحت کے وقت پھول جاتا ہے اور دوسروں کے فائدہ سے اپنے ہاتھ روکنے لگتا ہے ہاں نمازی لوگ اس سے بری ہیں الخ۔ ایسی آیتیں
قرآن میں اور بھی بہت سی ہیں۔ اس سے اللہ کے فضل و کرم اس کی بخشش و رحم کا پتہ بھی چلتا ہے۔ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ دن رات کا
خرچ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا۔ ابتدا سے اب تک کے خرچ نے بھی اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں کی۔
نو معجزے: ☆ ☆ (آیت: ۱۰۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نواہیے معجزے ملے جو آپ کی نبوت کی صداقت اور نبوت پر کھلی دلیل تھی۔ لکڑی
ہاتھ قسط سالی دریا طوفان، مڑیاں، جوئیں، مینڈک اور خون۔ یہ تھیں تفصیل وار آیتیں۔ محمد بن کعب کا قول ہے کہ یہ معجزے ہیں: ہاتھ کا چمکیلا
بن جانا۔ لکڑی کا سانپ ہو جانا اور پانچ وہ جن کا بیان سورہ اعراف میں ہے اور مالوں کا مٹ جانا اور پتھر۔ ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے کہ
یہ معجزے آپ کا ہاتھ آپ کی لکڑی، قحط سالیاں، بھلوں کی کمی، طوفان، مڑیاں، جوئیں، مینڈک اور خون ہیں۔ یہ قول زیادہ ظاہر بہت
صاف بہتر اور قوی ہے۔ حسن بصری رحمت اللہ علیہ نے ان میں سے قسط سالی اور بھلوں کی کمی کو ایک گن کر نوں معجزہ آپ کی لکڑی کا جادو
گروں کے سانپوں کو کھا جانا بیان کیا ہے۔ لیکن ان تمام معجزوں کے جادو فرعونین نے تکبر کیا اور اپنی گنہ گاری پر اڑے رہے باوجود یکہ
دل یقین لا چکا تھا مگر ظلم و ذالمتی کر کے کفر و انکار پر جم گئے۔ اگلی آیتوں سے ان آیتوں کا ربط یہ ہے کہ جیسے آپ کی قوم آپ سے معجزے
طلب کرتی ہے، ایسے ہی فرعونین نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے معجزے طلب کئے جو ظاہر ہوئے لیکن انہیں ایمان نصیب نہ ہوا
آخر شہلاک کر دیئے گئے۔

اسی طرح اگر آپ کی قوم بھی معجزوں کے آجانے کے بعد کافر رہی تو پھر مہلت نہ ملے گی اور معائنہ و بر باد کر دی جائے گی۔ خود فرعون
نے معجزے دیکھنے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر کہہ کر اپنا پیچھا چھڑا لیا۔ پس یہاں جن نو نشانیوں کا بیان ہے یہ وہی ہیں اور ان ہی کا
بیان وَأَلْقَىٰ عَصَاكَ سے قَوْمًا فَصِبْقَيْنِ تک میں ہے ان آیتوں میں لکڑی کا اور ہاتھ کا ذکر موجود ہے اور باقی آیتوں کا بیان سورہ

اعراف میں ہے۔ ان کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بہت سے معجزے دیئے تھے مثلاً آپ کی لکڑی کے ٹکٹے سے ایک پتھر میں سے بارہ چشموں کا جاری ہو جانا، بادل کا سایہ کرنا، من و سلوی کا ارتداد وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب نعمتیں بنی اسرائیل کو مصر کے شہر چھوڑنے کے بعد ملیں پس ان مجرّدوں کو یہاں اس لئے بیان نہیں فرمایا کہ وہ فرعونین نے نہیں دیکھے تھے یہاں صرف ان نو مجرّدوں کا ذکر کیا جو فرعونین نے دیکھے تھے اور انہیں جھٹلایا تھا۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا، چل تو ذرا۔ اس نبی سے ان کے قرآن کی اس آیت کے بارے میں پوچھ لیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ نو آیات کیا ملی تھیں؟ دوسرے نے کہا، نبی نہ کہہ، سن لیا تو اس کی چار آنکھیں ہو جائیں گی۔ اب دونوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا، آپ نے فرمایا، یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرؤ چوری نہ کرؤ زنا نہ کرؤ کسی جان کو ناحق قتل نہ کرؤ جادو نہ کرؤ، سود نہ کھاؤ، بے گناہ لوگوں کو پکڑ کر بادشاہ کے دربار میں نہ لے جاؤ کہ اسے قتل کرادو اور پاک دامن عورتوں پر بہتان نہ بانڈو یا فرمایا جہاد سے نہ بھاگو۔ اور اے یہودیو! تم پر خاص کر یہ حکم بھی تھا کہ بھٹے کے دن زیادتی نہ کرو اب تو وہ بے ساختہ آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگے اور کہنے لگے ہماری گواہی ہے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں۔ آپ نے فرمایا، پھر تم میری تابعداری کیوں نہیں کرتے؟ کہنے لگے حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ میری نسل میں نی ضرور ہیں اور ہمیں خوف ہے کہ آپ کی تابعداری کے بعد یہود ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔ ترمذی نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے حسن صحیح بتلاتے ہیں لیکن ہے ذرا مشکل کام اس لئے کہ اس کے راوی عبد اللہ بن سلمہ کے حافظے میں قدر سے قصور ہے اور ان پر جرح بھی ہے، ممکن ہے نو کلمات کا شبہ نو آیات سے انہیں ہو گیا ہو اس لئے کہ یہ تو رات کے احکام ہیں فرعون پر حجت قائم کرنے والی یہ چیزیں نہیں واللہ اعلم۔

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا أَنْزَلَ هَؤُلَاءِ إِلَّا رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
بَصَائِرٌ وَإِنِّي لَا ظَنُّكَ يَفْرَعُونَ مَثْبُورًا ۖ فَارَادَ أَنْ يَنْتَفِرَهُمْ
مِّنَ الْأَرْضِ فَأَغْرَقْنَاهُ وَمَنْ مَّعَهُ جَمِيعًا ۖ وَفُلْنَا مِنْ بَعْدِهِ لِبَنِي
إِسْرَءِيلَ أَسْكُنُوا الْأَرْضَ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا
بِكُمْ لَافِيًا ۖ

موسیٰ نے جواب دیا کہ یہ تو تجھے علم ہو چکا ہے کہ آسمان و زمین کے پروردگار ہی نے یہ معجزے دکھائے سمجھانے کو نازل فرمائے ہیں اے فرعون میں تو سمجھ رہا ہوں کہ تو یقیناً بے ادب ہلاک کیا گیا ہے ○ آخر فرعون نے پختہ ارادہ کر لیا کہ انہیں اس سرزمین سے ہی اکھڑا دے تو ہم نے خود اس کے تمام ساتھیوں کو غرق کر دیا ○ ازاں بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اس سرزمین پر تم رہو۔ ہاں جب آخرت کا وعدہ آئے گا ہم تم سب کو سمیٹ اور لپیٹ کر لے آئیں گے ○

(آیت ۱۰۳-۱۰۴) اسی لئے فرعون سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فرعون یہ تو تجھے بھی معلوم ہے کہ یہ سب معجزے سچے ہیں اور ان میں سے ایک ایک میری سچائی کی جھٹکتی جاگتی دلیل ہے میرا خیال ہے کہ تو ہلاک ہونا چاہتا ہے اللہ کی لعنت تجھ پر اترائی چاہتی ہے تو مغلوب ہوگا اور تباہی کو پہنچے گا مشہور کے معنی ہلاک ہونے کے اس شعر میں بھی ہیں۔

اذا جار الشيطان في سنن الغي و من مال ميله مشبور

یعنی شیطان کے دوست ہلاک شدہ ہیں۔ غِلْبَت کی دوسری قرأت غِلْبَت تے کے زیر کے بدلے تے کے پیش سے بھی ہے لیکن جمہور کی قرأت تے کے زیر سے ہی ہے۔ اور اسی معنی کو وضاحت سے اس آیت میں بیان فرماتا ہے وَحَدَّوْا بِهَا وَاسْتَيْقِنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ الرَّخ یعنی جب ان کے پاس ہماری ظاہر اور بصیرت افروز نشانیاں پہنچ چکیں تو وہ بولے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ یہ کہہ کر مگر بنی انکار کر بیٹھے حالانکہ ان کے دلوں میں یقین آچکا تھا لیکن صرف ظلم و زیادتی کی راہ سے نہ مانے الخ۔ الغرض یہ صاف بات ہے کہ جن نوٹشانیوں کا ذکر ہوا ہے یہ عصا ہاتھ قحط سالی پھلوں کی کم پیداواری ٹڈیاں جو کبیں مینڈک اور دم (خون) تھیں۔ جو فرعون اور اس کی قوم کے لئے اللہ کی طرف سے دلیل و برہان تھیں اور آپ کے معجزے تھے جو آپ کی سچائی اور اللہ کے وجود پر دلائل تھے ان نوٹشانیوں سے مراد وہ احکام نہیں جو اوپر کی حدیث میں بیان ہوئے کیونکہ وہ فرعون اور فرعونیتوں پر حجت نہ تھے بلکہ ان پر حجت ہونے اور ان احکام کے بیان ہونے کے درمیان کوئی مناسبت ہی نہیں۔ یہ وہم صرف عبداللہ بن سہلہ راوی حدیث کی وجہ سے لوگوں کو پیدا ہوا اس کی بعض باتیں واقعی قابل انکار ہیں واللہ اعلم۔

بہت ممکن ہے کہ ان دونوں یہودیوں نے دس کلمات کا سوال کیا ہو اور راوی کو نو آیتوں کا وہم رہ گیا ہو۔ فرعون نے ارادہ کیا کہ انہیں جلاوطن کر دیا جائے۔ پس ہم نے خود اسے پھیلوں کا لقمہ بنایا اور اس کے تمام ساتھیوں کو بھی۔ اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرما دیا کہ اب زمین تمہاری ہے رہو سہو کھاؤ پیو۔ اس آیت میں حضور ﷺ کو بھی زبردست بشارت ہے کہ مکہ آپ کے ہاتھوں فتح ہوگا۔ حالانکہ سورت مکہ ہے ہجرت سے پہلے نازل ہوئی واقع میں ہوا بھی اسی طرح کہ اہل مکہ نے آپ کو مکہ شریف سے نکال دینا چاہا جیسے قرآن نے آیت وَاِنْ كَاذِبُوْا لَيْسْتَ فَرْزُوْنَكَ الخ میں بیان فرمایا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو غائب کیا اور کئے کا مالک بنادیا اور فاتحانہ حیثیت سے آپ بعد از جنگ مکہ کے میں آئے اور یہاں اپنا قبضہ کیا اور پھر اپنے علم و کرم سے کام لے کر کئے کے مجرموں کو اور اپنے جانی دشمنوں کو عام طور پر معافی عطا فرمادی (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بنی اسرائیل جیسی ضعیف قوم کو زمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنادیا تھا اور فرعون جیسے سخت اور متکبر بادشاہ کے مال زمین پھل کھیتی اور خزانوں کا مالک کر دیا۔ جیسے آیت وَاَوْزَنُهَا بِنَبِيٍّ اِسْرَافِيْلَ الخ میں بیان ہوا ہے۔ یہاں بھی فرماتا ہے کہ فرعون کی ہلاکت کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ اب تم یہاں رہو سہو قیامت کے وعدے کے دن تم اور تمہارے دشمن سب ہمارے سامنے اکٹھے لائے جاؤ گے ہم تم سب کو جمع کر لائیں گے۔

وَبِالْحَقِّ أَنْزَلْنَاهُ وَبِالْحَقِّ نَزَّلُهُ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا
وَنَذِيرًا ۚ وَقُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ
وَنَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا ۝ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ۙ اِنَّ الَّذِيْنَ
اٰتَوْا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ
سَجْدًا ۝ وَيَقُولُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝
وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ۝

ہم نے اس قرآن کو راسخ سے اتارا اور یہ بھی راسخ سے اترا ہم نے تجھے صرف خوشخبری سنانے والا اور دھمکانے والا بنا کر بھیجا ہے قرآن کو ہم نے تمہارا تمہارا کر کے اس لئے اتارا ہے کہ تم اسے پہلے لوگوں کو سناؤ اور ہم نے خود بھی اسے بدترجہ نازل فرمایا کہہ دے کہ تم اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے ان

کے پاس تو جب بھی اس کی عبادت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل جبدے میں گر پڑتے ہیں ○ اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے ہمارے رب کا وعدہ بلا شک و شبہ پورا ہو کر رہنے والا ہی ہے ○ وہ اپنی ٹھوڑیوں کے بل روتے ہوئے جبدے میں گر پڑتے ہیں اور یہ قرآن ان کی عاجزی اور خشوع و خضوع اور بڑھاتا ہے ○

قرآن کریم کی صفات عالیہ: ☆ ☆ (آیت: ۱۰۵-۱۰۶) ارشاد ہے کہ قرآن حق کے ساتھ نازل ہوا یہ سراسر حق ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ اسے نازل فرمایا ہے۔ اس کی حقانیت پر وہ خود شاہد ہے اور فرشتے بھی گواہ ہیں اس میں وہی ہے جو اس نے آپ اپنی دانست کے ساتھ اتارا ہے، اس کے تمام حکم احکام اور نئی و ممانعت اسی کی طرف سے ہے، حق والے نے حق کے ساتھ اسے اتارا اور یہ حق کے ساتھ ہی تھک تک پہنچا، نہ راستے میں کوئی باطل اس میں ملانہ باطل کی یہ شان کہ اس سے مخلوط ہو سکے۔ یہ بالکل محفوظ ہے، کئی زیادتی سے یکسر پاک ہے، پوری طاقت والے امانتدار فرشتے کی معرفت نازل ہوا ہے جو آسمانوں میں ذی عزت اور وہاں کا سردار ہے۔ تیرا کام مومنوں کو خوشی سنانا اور کافروں کو ڈرانا ہے۔ اس قرآن کو ہم نے لوح محفوظ سے بیت العزۃ پر نازل فرمایا جو آسمان اول میں ہے۔ وہاں سے متفرق تھوڑا تھوڑا کر کے واقعات کے مطابق تیس برس میں دنیا پر نازل ہوا۔ اس کی دوسری قرات 'قرۃ فناء' ہے یعنی ایک ایک آیت کر کے تفسیر اور تفصیل اور تبیین کے ساتھ اتارا ہے کہ تو اسے لوگوں کو بے سہولت پہنچا دے اور آہستہ آہستہ انہیں سنا دے، ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل فرمایا ہے۔

سماعت قرآن عظیم کے بعد: ☆ ☆ (آیت: ۱۰۷-۱۰۹) فرمان ہے کہ تمہارے ایمان پر صداقت قرآن موقوف نہیں تم مانو یا نہ مانو۔ قرآن فی نفسہ کلام اللہ اور بے شک برحق ہے۔ اس کا ذکر تو ہمیشہ سے قدیم کتابوں میں چلا آ رہا ہے۔ جو اہل کتاب صالح اور عامل کتاب اللہ ہیں، جنہوں نے اگلی کتابوں میں کوئی تحریف و تدبیل نہیں کی، وہ تو اس قرآن کو سنتے ہی بے چین ہو کر شکر یہ کا جبدہ کرتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے وجود کی اس رسول کو بھیجا اور اس کلام کو نازل فرمایا۔ اپنے رب کی قدرت کاملہ پر اس کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں۔ جانتے تھے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے غلط نہیں ہوتا۔ آج وہ وعدہ پورا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس کے وعدے کی سچائی کا اقرار کرتے ہیں۔ خشوع و خضوع، فروتنی اور عاجزی کے ساتھ روتے، گڑگڑاتے اللہ کے سامنے اپنی ٹھوڑیوں کے بل جبدے میں گر پڑتے ہیں۔ ایمان و تصدیق اور کلام اللہ اور رسول اللہ کی وجہ سے وہ ایمان و اسلام میں ہدایت و تقویٰ میں ڈر اور خوف میں اور بڑھ جاتے ہیں۔ یہ عطف صفت کا صفت پر ہے۔ جبدے کا جبدہ ہے پر نہیں۔

قُلْ اَدْعُوا اللّٰهَ اَوْ اَدْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيَّامًا تَدْعُوْنَ فَلَهُ الْاَسْمَاءُ
الْحُسْنٰی وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ
ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۝ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ
لَهُ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِّنَ الدُّنْيِ
وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝

کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر جس نام سے بھی پکارو تمام اچھے نام اسی کے ہیں نہ تو تو اپنی نماز بہت بلند آواز سے پڑھ اور نہ بالکل پوشیدہ بلکہ اس کے درمیان کا راستہ تلاش کر لے ○ اور یہ کہنا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو نہ اولاد رکھتا ہے نہ اپنی بادشاہت میں کسی کو شریک و سا جھی رکھتا ہے۔ نہ وہ

ایسا حقیر کہ اس کا کوئی حمایتی ہو اور تو اس کی پوری پوری بڑائی بیان کرتا رہ ○

رحمن یا رحیم؟ ☆ ☆ (آیت: ۱۱۰-۱۱۱) کفار اللہ کی رحمت کی صفت کے منکر تھے اس کا نام رحمان نہیں سمجھتے تھے تو جناب باری تعالیٰ اپنے نفس کے لئے اس نام کو ثابت کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہی نہیں کہ اللہ کا نام اللہ ہو، نہ رحیم اور نہ اس کے سوا بھی بہت سے بہترین اور احسن نام اس کے ہیں۔ جس پاک نام سے چاہو اس سے دعائیں کرو۔ سورہ شکر کے آخر میں بھی اپنے بہت سے نام اس کے بیان فرمائے ہیں۔ ایک مشرک نے حضور ﷺ سے عبد کے حالات میں یارحمن یا رحیم سن کر کہا کہ لیجئے یہ موجد ہیں۔ دو معبودوں کو پکارتے ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری۔ پھر فرماتا ہے اپنی نماز کو بہت اونچی آواز سے نہ پڑھو۔ اس آیت کے نزول کے وقت حضور ﷺ کے میں پوشیدہ تھے جب صحابہؓ کو نماز پڑھاتے اور بلند آواز سے اس میں قرأت پڑھتے تو مشرکین قرآن کو اللہ کو رسول کو گالیاں دیتے اس لئے حکم ہوا کہ اس قدر بلند آواز سے پڑھنے کی ضرورت نہیں کہ مشرکین سنیں اور گالیاں کہیں۔ ہاں ایسا آہستہ بھی نہ پڑھنا کہ آپ کے ساتھی بھی نہ سن سکیں بلکہ درمیانی آواز سے قرأت کیا کرو۔ پھر جب آپ ہجرت کر کے مدینے پہنچے تو یہ تکلیف جاتی رہی اب جس طرح چاہیں پڑھیں۔ مشرکین جہاں قرآن کی تلاوت شروع ہوتی تو ہماگ کھڑے ہوتے۔ اگر کوئی سنتا چاہتا تو ان کے خوف کے مارے چھپ چھپا کر بچا کر کچھ سن لیتا۔ لیکن جہاں مشرکوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے انہیں سخت ایذا دی شروع کی اب اگر بہت بلند آواز کریں تو ان کی چڑ اور ان کی گالیوں کا خیال اور اگر بہت پست کر لیں تو وہ جو چھپے لکھ کا ن لگائے بیٹھے ہیں وہ محروم اس لئے درمیانی آواز سے قرأت کرنے کا حکم ہوا۔

الغرض نماز کی قرأت کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے سرودی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی نماز میں پست آواز سے قرأت پڑھتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ با آواز بلند قرأت پڑھا کرتے تھے۔ حضرت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ آہستہ کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ اپنے رب سے سرگوشی ہے وہ میری حاجات کا علم رکھتا ہے تو فرمایا کہ یہ بہت اچھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ بلند آواز سے کیوں پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا شیطان کو بھگا تاہوں اور سوتلوں کو جگا تاہوں تو آپ سے بھی فرمایا گیا بہت اچھا ہے لیکن جب یہ آیت اتری تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قدرے بلند آواز کرنے کو اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قدرے پست آواز کرنے کو فرمایا گیا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے اسی طرح ثوری اور مالک ہشام بن عروہ سے وہ اپنے باپ سے وہ حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں آپؓ فرماتی ہیں کہ یہ آیت دعا کے بارے میں نازل ہوئی ہے یہی قول حضرت مجاہد حضرت سعید بن جبیرؓ حضرت ابوعباصؓ حضرت کھولؓ حضرت عروہ بن زبیرؓ رحمہم اللہ کا بھی ہے۔ سرودی ہے کہ بنو جمیل قبیلہ کا ایک اعرابی جب بھی حضور ﷺ نماز سے سلام پھیرتے یہ دعا کرتا کہ الہی مجھے اونٹ عطا فرما مجھے اولاد دے پس یہ آیت اتری۔

ایک دوسرا قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت تشہد کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ نہ تو ریا کاری کرو نہ عمل چھوڑو۔ یہ بھی نہ کرو نہ کھانا نہ تو عمدہ کر کے پڑھو اور خفیہ برا کر کے پڑھو۔ اہل کتاب پوشیدہ پڑھتے اور اسی درمیان کوئی فقرہ بہت بلند آواز سے جہج کر زبان سے نکالتے اس پر سب ساتھ مل کر شور مچا دیتے تو ان کی موافقت سے ممانعت ہوئی اور جس طرح اور لوگ چھپاتے تھے اس سے بھی روک دیا گیا پھر اس کے درمیان کا راستہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتلایا جو حضور ﷺ نے منسوخ فرمایا ہے۔ اللہ کی حمد کو جس میں تمام تر کمالات اور پاکیزگی کی صفیتیں ہیں۔ جس کے تمام تر بہترین نام ہیں جو تمام تر نقصانات سے پاک ہے۔ اس کی اولاد نہیں اس کا شریک نہیں وہ واحد ہے احد ہے صمد ہے نہ اس کے ماں باپ نہ اولاد نہ اس کی جنس کا کوئی اور نہ وہ ایسا حقیر کہ کسی کی حمایت کا محتاج ہو یا دوزیر و مشیر کی

اسے حاجت ہو بلکہ تمام چیزوں کا خالق مالک صرف وہی ہے سب کا مدبر مقدر وہی ہے اسی کی مشیت تمام مخلوق میں چلتی ہے وہ وحدہ لا شریک لہ ہے نہ اس کی کسی سے بھائی بندی ہے نہ وہ کسی کی مدد کا طالب ہے۔ تو ہر وقت اس کی عظمت، جلالت، کبریائی، بڑائی اور بزرگی بیان کرتا رہ۔ اور مشرکین جو بہتیں اس پر باندھے ہیں تو ان سے اس کی ذات کی بزرگی بڑائی اور پاکیزگی بیان کرتا رہ۔ یہود و نصاریٰ تو کہتے تھے کہ اللہ کی اولاد ہے مشرکین کہتے تھے بلیک لک لا شریک لک الا شریکنا هو لک تملکنا و منا ملک یعنی ہم حاضر باش غلام ہیں۔ الٰہی تیرا کوئی شریک نہیں لیکن جو خود تیری ملکیت میں ہیں تو ہی ان کا اور ان کی ملکیت کا مالک ہے۔ صابی اور مجوسی کہتے تھے کہ اگر اولیا و اللہ نہ ہوں تو اللہ سارے انتظام آپ نہیں کر سکتا۔ اس پر یہ آیت اتری اور ان سب باطل پرستوں کی تردید کر دی گئی۔

نبی کریم ﷺ اپنے گھر کے تمام چھوٹے بڑے لوگوں کو یہ آیت سکھایا کرتے تھے۔ آپ نے اس آیت کا نام آیت العزیزین عزت والی آیت رکھا ہے۔ بعض آثار میں ہے کہ جس گھر میں رات کو یہ آیت پڑھی جاوے اس گھر میں کوئی آفت یا چوری نہیں ہو سکتی واللہ اعلم۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ نکلا میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا یا آپ کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا۔ راہ چلے ایک شخص کو آپ نے دیکھا نہایت رومی حالت میں ہے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا حضور ﷺ پیاریوں اور نقصانات نے میری یہ درگت کر رکھی ہے آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں کچھ وظیفہ بتادوں کہ یہ دکھ بیماری سب کچھ جاتی رہے؟ اس نے کہا ہاں ہاں یا رسول اللہ ﷺ ضرور بتائیے احد اور بدر میں آپ کے ساتھ نہ ہونے کا افسوس میرا جا تا رہے گا اس پر آپ ہنس پڑے اور فرمایا تو بدری اور احدی صحابہؓ کے مرتبے کو کہاں سے پا سکتا ہے تو ان کے مقابلے میں محض خالی ہاتھ اور بے سرمایہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ نہیں جانے دیجئے آپ مجھے بتلا دیجئے۔ آپ نے فرمایا ابو ہریرہ (یعنی اللہ تعالیٰ عنہ) یوں کہو تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا الخ میں نے یہ وظیفہ پڑھنا شروع کر دیا چند دن گزرے تھے کہ میری حالت بہت ہی سنور گئی حضور ﷺ نے مجھے دیکھا اور پوچھا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا ان کلمات کی وجہ سے اللہ کی طرف سے برکت ہے جو آپ نے مجھے سکھائے تھے۔ اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے متن میں بھی ٹکارت ہے۔ اسے حافظ ابویعلیٰ اپنی کتاب میں لائے ہیں واللہ اعلم۔

تفسير سورة كهف

(تفسیر سورۃ کہف) اس سورت کی فضیلت کا بیان خصوصاً اس کی اول آخر کی دس آیتوں کی فضیلت کا بیان اور یہ کہ یہ سورت قندہ دجال سے محفوظ رکھنے والی ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک صحابی نے اس سورت کی تلاوت شروع کی ان کے گھر میں ایک جانور تھا اس نے اچھلتا بدکننا شروع کر دیا صحابی نے جو غور سے دیکھا تو انہیں سانبان کی طرح کا ایک بادل نظر پڑا جس نے ان پر سایہ کر رکھا تھا انہوں نے آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا آپ نے فرمایا پڑھتے رہو یہ ہے وہ کینہ جو اللہ کی طرف سے قرآن کی تلاوت پر نازل ہوتا ہے۔ صحیحین میں بھی یہ روایت ہے یہ صحابی حضرت اسید بن حنفر تھے رضی اللہ عنہ۔ چپے کہ سورہ بقرہ کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں۔

مسند احمد میں ہے کہ جس شخص نے سورہ کہف کے شروع کی دس آیتیں حفظ کر لیں، وہ فتنہ دجال سے بچا لیا گیا۔ ترمذی میں تین آیتوں کا بیان ہے۔ مسلم میں آخری دس آیتوں کا ذکر ہے، نسائی میں دس آیتوں کو مطلق بیان کیا گیا ہے۔ مسند احمد میں ہے، جو شخص اس سورہ کہف کا اول و آخر پڑھے، اس کے لئے اس کے پاؤں سے سر تک نور ہوگا اور ساری سورت کو پڑھے اُسے زمین سے آسمان تک کا نور ملے

گا۔ ایک غریب سند سے ابن مردودہ میں ہے کہ جمعہ کے دن جو شخص سورہ کہف پڑھ لے اس کے پیر کے تلووں سے لے کر آسمان کی بلندی تک کا نور ملے گا جو قیامت کے دن خوب روشن ہوگا اور دوسرے جمعہ تک کے اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اس حدیث کے مرفوع ہونے میں نظر ہے زیادہ اچھا تو اس کا موقوف ہونا ہی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھ لی اس کے پاس سے لے کر بیت اللہ شریف تک نورانیت ہو جاتی ہے۔ مستدرک حاکم میں مرفوعاً مروی ہے کہ جس نے سورہ کہف جمعہ کے دن پڑھی اس کے لئے وہ جمعہ کے درمیان تک نور کی روشنی رہتی ہے۔ بیہقی میں ہے کہ جس نے سورہ کہف اسی طرح پڑھی جس طرح نازل ہوئی ہے اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ حافظ ضیاء مقدسی کی کتاب الفقارہ میں ہے جو شخص جمعہ کے دن سورہ کہف کی تلاوت کر لے گا وہ آٹھ دن تک ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رہے گا یہاں تک کہ اگر دجال بھی اس عرصہ میں نکلے تو وہ اس سے بھی بچا دیا جائے گا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ
لَهُ عِوَجًا ۖ قِيمًا يُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ
الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا
حَسَنًا ۖ مَا كَثُرِينَ فِيهِ آدَاءٌ ۖ وَيُنْذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ
اللَّهُ وَلَدًا ۖ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۖ وَلَا لِابْنِهِمْ كِبَرٌ
كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِن يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ۖ

اللہ ہی ان رحم والے کے نام سے شروع ○

تمام تعریفیں اسی اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس نے اپنے بندے پر یہ قرآن اتارا اور اس میں کوئی کسر یا کمی نہ چھوڑی ○ بلکہ تمام ٹھیک ٹھاک رکھا تا کہ اپنے باپ کی سخت سزا سے ہوشیار کر دے اور ایمان لانے اور نیک عمل کرنے والوں کو خوشخبریاں سنا دے کہ ان کے لئے بہترین بدلے ہیں ○ جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ○ اور ان لوگوں کو بھی ڈراوے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے ○ درحقیقت نہ تو خود انہیں اس کا علم ہے نہ ان کے باپ دادوں کو یہ تو جہت بڑی بری ہے جو ان کے منہ نکل رہی ہے نہ جھوٹ بک رہے ہیں ○

مستحق تعریف قرآن مجید ☆ ☆ (آیت ۱-۵) ہم بیان کر چکے ہیں کہ اللہ ہر امر کے شروع اور اس کے خاتمے پر اپنی تعریف و حمد کرتا ہے۔ ہر حال میں وہ قابل حمد اور لائق ثناء اور سزاوار تعریف ہے اول آخر مستحق حمد فقط اسی کی ذات والا صفات ہے۔ اس نے اپنے نبی کریم ﷺ پر قرآن کریم نازل فرمایا جو اس کی بہت بڑی نعمت ہے جس سے اللہ کے تمام بندے اندھیروں سے نکل کر نور کی طرف آ سکتے ہیں اس نے اس کتاب کو ٹھیک ٹھاک اور سیدھی اور راست رکھا ہے جس میں کوئی کجی کوئی کسر کوئی کمی نہیں صراط مستقیم کی ہر ہر جلی صاف اور واضح ہے۔ بدکاروں کو ڈرانے والی نیک کاروں کو خوشخبریاں سنانے والی معتدل سیدھی مثالوں معکروں کو خوفناک عذابوں کی خبر دینے والی یہ کتاب ہے جو عذاب اللہ کی طرف کے ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ایسے عذاب کہ نہ اس کے سے عذاب کسی کے نہ اس کی سی پکڑ کسی کی۔ ہاں جو اس پر یقین کرے ایمان لائے نیک عمل کرے اسے یہ کتاب اجر عظیم کی خوشی سناتی ہے۔ جس ثواب کو پاسبندگی اور دوام ہے وہ جنت انہیں

ملے گی جس میں کبھی فانی نہیں جس کی نعمتیں غیر فانی ہیں۔ اور انہیں بھی یہ غذا یوں سے آگاہ کرتا ہے جو اللہ کی اولادِ ممبراتے ہیں جیسے مشرکین مکہ کہ وہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے۔

مشرکین کے سوالات: ☆ ☆ ☆ علمی اور جہالت کے ساتھ منہ سے بول پڑتے ہیں یہ تو یہ ان کے بڑے بھی ایسی باتیں بے علمی سے کہتے رہے۔ کلمۃ کا نصب تمیز کی بنا پر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے کَبُرَتْ کَلِمَتُهُمْ هَذِهِ کَلِمَةً اور کہا گیا ہے کہ یہ تعجب کے طور پر ہے۔ تقدیر عبادت یہ ہے اَعْظَمَ بِکَلِمَتِهِمْ کَلِمَةً جیسے کہا جاتا ہے اَكْرَمَ بِذَنْبِهِ رَجُلًا بعض بھریوں کا بھی قول ہے۔ مکہ کے بعض قاریوں نے اسے کلمۃ پڑھا ہے جیسے کہا جاتا ہے عَظُمَ قَوْلُكَ وَکَبُرَ شَأْنُكَ جمہور کی قرأت پر تو معنی بالکل ظاہر ہیں کہ ان کے اس کلمے کی برائی اور اس کا نہایت ہی برا کلمہ ہونا بیان ہو رہا ہے جو محض بے دلیل ہے صرف کذب و افتراء ہے اسی لئے فرمایا کہ محض جھوٹ کہتے ہیں۔ اس سورت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ قریشیوں نے نصر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو مدینے کے یہودی علماء کے پاس بھیجا کہ تم جا کر محمد (ﷺ) کی بابت کل حالات ان سے بیان کرو ان کے پاس اگلے انبیاء کا علم ہے ان سے پوچھو ان کی آپ کی بابت کیا رائے ہے؟ یہ دونوں مدینے گئے احبار مدینہ سے ملے حضور ﷺ کے حالات و اوصاف بیان کئے آپ کی تعلیم کا ذکر کیا اور کہا کہ تم ذی علم ہو بتاؤ ان کی نسبت کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا دیکھو ہم تمہیں ایک فیصلہ کن بات بتاتے ہیں تم جا کر ان سے تین سوالات کرو اگر جواب دے دیں تو ان کے سچے ہونے میں کچھ شک نہیں بے شک وہ اللہ کے نبی اور رسول ہیں اور اگر جواب نہ دے سکیں تو ان کے جھوٹا ہونے میں بھی کوئی شک نہیں پھر جو تم چاہو کرو۔ ان سے پوچھو اگلے زمانے میں جو نو جوان چلے گئے تھے ان کا واقعہ بیان کرو۔ وہ ایک عجیب واقعہ ہے۔ اور اس شخص کے حالات دریافت کرو جس نے تمام زمین کا گشت لگایا تھا مشرق مغرب ہوا یا تھا۔ اور روح کی ماہیت دریافت کرو اگر بتا دے تو اسے نبی مان کر اس کی اتباع کرو اور اگر نہ بتا سکے تو وہ محض جھوٹا ہے جو چاہو کرو۔ یہ دونوں وہاں سے واپس آئے اور قریشیوں سے کہا 'لو بھیجی آخری اور انتہائی فیصلے کی بات انہوں نے بتا دی ہے۔ اب چلو حضرت ﷺ سے سوالات کریں چنانچہ یہ سب آپ کے پاس آئے اور تین سوالات کئے۔ آپ نے فرمایا 'تم کل آؤ' میں تمہیں جواب دوں گا لیکن ان شاء اللہ کہنا بھول گئے پندرہ دن گزر گئے نہ آپ پر وحی آئی نہ اللہ کی طرف سے ان باتوں کا جواب معلوم کرایا گیا۔ اہل مکہ جوش میں آ گئے اور کہنے لگے کہ بچے صاحب کل کا وعدہ تھا آج پندرہ دن ہو گئے لیکن وہ بتا نہیں سکے ادھر آپ کو وہ ہر آگم ستانے لگا قریشیوں کو جواب نہ ملنے پر ان کی باتیں سننے کا اور وحی کے بندہ ہونے کا پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے سورۃ کہف نازل ہوئی اسی میں ان شاء اللہ کہنے پر آپ کو ڈانٹا گیا ان نو جوانوں کا قصہ بیان کیا گیا۔ اس سیاح کا ذکر کیا گیا اور آیت وَ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ الخ میں روح کی بابت جواب دیا گیا۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلَىٰ آثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا
الْحَدِيثِ أَسَفًا ۖ إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا
لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۖ وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا
جُرْزًا ۖ أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ
كَانُوا مِنَّا عَجَبًا ۖ

ہاں اگر یہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا تو ان کے پیچھے اسی رخ میں اپنی جان ہلاک کر ڈالے گا؟ ○ روئے زمین پر جو کچھ ہے ہم نے اسے زمین کی روشنی کا

باعث بنایا ہے کہ ہم انہیں آزمائیں کہ ان میں سے کون نیک اعمال والا ہے ○ اس پر جو کچھ ہے ہم اسے ایک ہموار صاف میدان کر ڈالنے والے ہیں ○ کیا تو اپنے خیال میں غار اور کتبے والوں کو ہماری نشانیوں میں سے کوئی بہت عجیب نشانی سمجھ رہا ہے؟ ○

مشرکین کی گمراہی پر افسوس نہ کرو: ☆ ☆ (آیت: ۶-۸) "مشرکین جو آپ سے دور بھاگتے تھے ایمان نہ لاتے تھے اس پر جو رنج و افسوس آپ کو ہو تا تھا اس پر اللہ تعالیٰ آپ کی تسلی کر رہا ہے جیسے اور آیت میں ہے کہ ان پر اتنا رنج نہ کرو اور جگہ ہے ان پر اتنے غمگین نہ ہو اور جگہ ہے ان کے ایمان نہ لانے سے اپنے کو ہلاک نہ کر۔ یہاں بھی یہی فرمایا کہ یہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں تو تو اپنی جان کو روگ نہ لگائے اس قدر غم و غصہ رنج و افسوس نہ کرو نہ گھبرا نہ دل تنگ ہو اپنا کام کئے جا۔ تبلیغ میں کوتاہی نہ کر۔ راہ یافتہ اپنا بھلا کریں گے۔ گمراہ اپنا برا کریں گے۔ ہر ایک کا عمل اس کے ساتھ ہے۔ پھر فرماتا ہے دنیا فانی ہے اس کی زینت زوال والی ہے آخرت باقی ہے اس کی نعمت دوامی ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: دنیا مٹھی اور بزرگ ہے اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں خلیفہ بنا کر دیکھنا چاہتا ہے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو؟ پس دنیا سے اور عورتوں سے بچو۔ سوا رکھل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں کا ہی تھا۔ یہ دنیا ختم ہونے والی اور خراب ہونے والی ہے اجڑنے والی اور غارت ہونے والی ہے زمین ہموار صاف رہ جائے گی جس پر کسی قسم کی روئیدگی بھی نہ ہوگی۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ کیا لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم غیر آباد بنجر زمین کی طرف پانی کو لے چلتے ہیں اور اس میں سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جسے وہ خود کھاتے ہیں اور ان کے چوپائے بھی۔ کیا پھر بھی ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ زمین اور زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے اور اپنے مالک حقیقی کے سامنے پیش ہونے والے ہیں۔ پس تو کچھ بھی ان سے سنے انہیں کیسے ہی حال میں دیکھے، مطلق افسوس اور رنج نہ کر۔

اصحاب کہف: ☆ ☆ ☆ (آیت: ۹) "اصحاب کہف کا قصہ اجمال کے ساتھ بیان ہو رہا ہے پھر تفصیل کے ساتھ بیان ہو گا فرماتا ہے کہ وہ واقعہ ہماری قدرت کے بے شمار واقعات میں سے ایک نہایت معمولی واقعہ ہے۔ اس سے بڑے بڑے نشان روزمرہ تمہارے سامنے ہیں آسمان و زمین کی پیدائش رات دن کا آنا جانا سورج چاند کی اطاعت گزاری وغیرہ قدرت کی ان گنت نشانیاں ہیں جو ہمارے ہی ہیں کہ اللہ کی قدرت بے انداز ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے اس پر کوئی کام مشکل نہیں اصحاب کہف سے تو کہیں زیادہ تعجب خیز اور اہم نشان قدرت تمہارے سامنے رات دن موجود ہیں کتاب و سنت کا جو علم میں نے تجھے عطا فرمایا ہے وہ اصحاب کہف کی شان سے کہیں زیادہ ہے۔ بہت سی جہتیں میں نے اپنے بندوں پر اصحاب کہف سے زیادہ واضح کر دی ہیں۔ کہف کہتے ہیں پہاڑی غار کو۔ وہیں یہ نوجوان چھپ گئے تھے۔

إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ
رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ
فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ
أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوا أَمْدًا ۝

عَلَّمَ

ان چند نوجوانوں نے جب غار میں آرام کیا تو دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کو آسان کر دے ○ پس ہم نے ان کے کانوں پر گھٹی لگا کر کئی سال تک اسی غار میں پر دے ڈال دیئے ○ پھر ہم نے انہیں اکٹھا کر لیا کہ ہم یہ معلوم کر لیں کہ دونوں گروہ میں سے اس انتہائی مدت کو جو انہوں نے گزاری کسی نے زیادہ یاد رکھی ہے؟ ○

”رقیم“ یا تو ایلہ کے پاس کی وادی کا نام ہے یا ان کی اس جگہ کی عمارت کا نام ہے یا کسی آبادی کا نام ہے یا اس پہاڑ کا نام ہے اس پہاڑ کا نام نبولوس بھی آیا ہے غار کا نام حیزوم کہا گیا ہے اور ان کے کتے کا نام حمران بتایا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں سارے قرآن کو میں جانتا ہوں لیکن لفظ حمران اور لفظ راقیم کو مجھے نہیں معلوم کہ راقیم کتاب کا اسم ہے یا کسی بنا کا۔ اور روایت میں آپ سے مروی ہے کہ وہ کتاب ہے۔ سعید کہتے ہیں کہ یہ پتھر کی ایک لوح تھی جس پر اصحاب کہف کا قصہ لکھ کر غار کے دروازے پر اسے لگا دیا گیا تھا۔ عبدالرحمن کہتے ہیں قرآن میں ہے کُتِبَ مُرْقُومٌ پس آیت کے ظاہری الفاظ تو اس کی تائید کرتے ہیں اور یہی امام ابن جریر کا عقیدہ قول ہے کہ راقیم فیل کے وزن پر مرقوم کے معنی میں ہے جیسے مقتول قتل اور مجروح جرح واللہ اعلم۔

یہ نوجوان اپنے دین کے بچاؤ کے لئے اپنی قوم سے بھاگ کھڑے ہوئے تھے کہ کہیں وہ انہیں دین سے بہکا نہ دیں ایک پہاڑ کے غار میں گھس گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ الہی ہمیں اپنی جانب سے رحمت عطا فرما ہمیں اپنی قوم سے چھپائے رکھ ہمارے اس کام میں اچھائی کا انجام کر۔ حدیث کی ایک دعا میں ہے کہ الہی جو فیصلہ تو ہمارے حق میں کرے اسے انجام کے لحاظ سے بھلا کر۔ مسند میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی دعا میں عرض کرتے کہ اے اللہ ہمارے تمام کاموں کا انجام اچھا کر اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذابوں سے بچالے۔ یہ غار میں جا کر جو پڑ کسوئے تو برسوں گزر گئے پھر ہم نے انہیں بیدار کیا ایک صاحب درہم لے کر بازار سے سودا خریدنے چلے جیسے کہ آگے آ رہا ہے۔ یہ اس لئے کہ انہیں وہاں کتنی مدت گزری اسے دونوں گروہوں میں سے کون زیادہ یاد رکھنے والا ہے؟ اسے ہم بھی معلوم کریں۔ امد کے معنی عدد یعنی کتنی کے ہیں اور کہا گیا ہے کہ غایت کے معنی میں بھی یہ لفظ آیا ہے جیسے کہ عرب کے شاعروں نے اپنے شعروں میں اسے غایت کے معنی میں باندھا ہے۔

مَنْ نَقَضَ عَلَيْهِمْ نَبَاهَهُم بِالْحَقِّ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ
وَزِدْنَاهُمْ هُدًى وَرَبَّنَا عَلٰى قُلُوبِهِمْ اِذَا قَامُوا فَقَالُوا
رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِهَا اِلٰهًا
لَقَدْ قُلْنَا اِذَا شَطَطًا

ہم ان کا صحیح واقعہ حیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں یہ چند نوجوان اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں ترقی دی تھی ○ ہم نے ان کے دل مضبوط کر دیئے تھے جب کہ یہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار تو وہی ہے جو آسمان و زمین کا پروردگار ہے نا ممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور معبود کو پکاریں اگر ایسا ہو تو ہم نے نہایت ہی غلط بات کہی ○

اصحاب کہف کا قصہ: ☆ ☆ (آیت ۱۳-۱۴) یہاں سے تفصیل کے ساتھ اصحاب کہف کا قصہ شروع ہوتا ہے کہ یہ چند نوجوان تھے جو دین حق کی طرف مائل ہوئے اور ہدایت پر آگئے قریش میں بھی یہی ہوا تھا کہ جوانوں نے تو حق کی آواز پر لبیک کہی تھی لیکن بجز چند کے اور بوڑھے لوگ اسلام کی طرف جرات سے مائل نہ ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض کے کانوں میں بالے تھے یہ تقیٰ مومن اور راہ یافتہ نوجوانوں کی جماعت تھی اپنے رب کی وحدانیت کو مانتے تھے اس کی توحید کے قائل ہو گئے تھے اور روز بروز ایمان و ہدایت میں بڑھ رہے تھے۔ یہ اور اس جیسی اور آجوں اور حدیثوں سے استدلال کر کے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محدثین کرام کا مذہب ہے کہ ایمان میں زیادتی

ہوتی ہے۔ اس میں مرتبے ہیں یہ کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ یہاں ہے ہم نے انہیں ہدایت میں بڑھا دیا اور جگہ ہے وَالَّذِينَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى اِلٰی ہدایت والوں کی ہدایت بڑھ جاتی ہے اِلٰی اور آیت میں ہے فَاَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا اِلٰی ایمان والوں کے ایمان کو بڑھاتی ہے اِلٰی۔ اور جگہ ارشاد ہے لِيَزَادُوا اِيْمَانًا مَعَ اِيْمَانِهِمْ تاکہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ہی ایمان میں اور بڑھ جائیں۔ اسی مضمون کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔

مذکور ہے کہ یہ لوگ مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دین پر تھے واللہ اعلم۔ لیکن یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام کے زمانے سے پہلے کا واقعہ ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اگر یہ لوگ نصرانی ہوتے تو یہود اس قدر توجہ سے نہ ان کے حالات معلوم کرتے نہ معلوم کرنے کی ہدایت کرتے۔ حالانکہ یہ بیان گزر چکا ہے قریشیوں نے اپنا وفد مدینے کے یہود کے علماء کے پاس بھیجا تھا کہ تم ہمیں کچھ ایسی باتیں بتلاؤ کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی آزمائش کر لیں تو انہوں نے کہا کہ تم اصحاب کہف کا اور ذوالقرنین کا واقعہ آپ سے دریافت کرو اور روح کے متعلق سوال کرو پس معلوم ہوتا ہے کہ یہود کی کتاب میں ان کا ذکر تھا اور انہیں اس واقعہ کا علم تھا جب یہ ثابت ہوا تو یہ ظاہر ہے کہ یہود کی کتاب نصرانیت سے پہلے کی ہے واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں قوم کی مخالفت پر صبر عطا فرمایا اور انہوں نے قوم کی کچھ پروا نہ کی بلکہ وطن اور راحت ۲۰ آرام کو بھی چھوڑ دیا۔ بعض سلف کا بیان ہے کہ یہ لوگ رومی بادشاہ کی اولاد اور روم کے سردار تھے۔ ایک مرتبہ قوم کے ساتھ عید منانے گئے تھے اس زمانے کے بادشاہ کا نام دقیاؤس تھا بڑا سخت اور سرکش شخص تھا۔ سب کو شرک کی تعلیم کرتا اور سب سے بت پرستی کراتا تھا۔

هَؤُلَاءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ الْإِلَهِ لَوْلَا يَأْتُونَ عَلَيْهِمْ
سُلْطٰنٌ بَيِّنٌ ۚ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرٰى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۝
وَإِذْ اعْتَزَلْتُمُوهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ فَأَوَّا إِلَى الْكَهْفِ
يَنْشُرْكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ مَرْفَقًا ۝

یہ یہ ہماری قوم جس نے اس کے سوا اور معبود بنائے تھے ہیں۔ ان کی الوہیت کی یہ کوئی صاف دلیل کیوں پیش نہیں کرتے اللہ پر جھوٹ افتراء ہونے والے سے زیادہ ظالم کون ہے؟ ○ جب کہ تم ان سے اور اللہ کے سوا ان کے اور معبودوں سے کنارہ کش ہو گئے تو اب تم کسی عمار میں جا بیٹھو تمہارا رب تم پر اپنی رحمت پھیلا دے گا اور

تمہارے لئے تمہارے کام میں سہولت مہیا کر دے گا ○

(آیت: ۱۵-۱۶) یہ نوجوان جو اپنے باپ دادوں کے ساتھ اس میلے میں گئے تھے انہوں نے جب وہاں یہ قماش دیکھا تو ان کے دل میں خیال آیا کہ بت پرستی محض لغو اور باطل چیز ہے عبادتیں اور ذبیحے صرف اللہ کے نام پر ہونے چاہئیں جو آسمان و زمین کا خالق مالک ہے پس یہ لوگ ایک ایک کر کے یہاں سے سرنگے گئے ایک درخت تلے جا کر ان میں سے ایک صاحب بیٹھ گئے دوسرے بھی بیٹھیں آگے اور بیٹھ گئے تیسرے بھی آئے چوتھے بھی آئے غرض ایک ایک کر کے سب یہیں جمع ہو گئے حالانکہ ایک دوسرے میں تعارف نہ تھا لیکن ایمان کی روشنی نے ایک دوسرے کو ملادیا۔ سجدہ شریف میں ہے کہ رومیں بھی ایک جمع شدہ لشکر ہیں جو روز ازل میں تعارف والی ہیں وہ یہاں مل جل کر رہتی ہیں اور جو ہیں انجان رہیں ان کا یہاں بھی ان میں اختلاف رہتا ہے (بخاری و مسلم)

عرب کہا کرتے ہیں کہ جنسیت ہی میل جول کی علت ہے۔ اب سب خاموش تھے ایک کو ایک سے ڈرتھا کہ اگر میں اپنے مافی الضمیر

کو بتا دوں گا تو یہ ٹھنک ہو جائیں گے کسی کو دوسرے کی نسبت اطلاع نہ تھی کہ وہ بھی اس کی طرح قوم کی اس احمقانہ اور مشرکانہ رسم سے بے زار ہے۔ آخر ایک دانا اور جری جوان نے کہا کہ دوستو کوئی نہ کوئی بات تو ضرور ہے کہ لوگوں کے اس عام شغل کو چھوڑ کر تم ان سے یکسو ہو کر یہاں آ بیٹھے ہو میرا تو جی چاہتا ہے کہ ہر شخص اس بات کو ظاہر کر دے جس کی وجہ سے اس نے قوم کو چھوڑا ہے۔ اس پر ایک نے کہا بھائی بات یہ ہے کہ مجھے تو اپنی قوم کی یہ رسم ایک آنکھ نہیں بھاتی جب کہ آسمان و زمین کا اور ہمارا تمہارا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے تو پھر ہم اس کے سوا دوسرے کی عبادت کیوں کریں؟ یہ سن کر دوسرے نے کہا اللہ کی قسم یہی نفرت مجھے یہاں لائی ہے تیسرے نے بھی یہی کہا جب ہر ایک نے یہی وجہ بیان کی تو سب کے دل میں محبت کی ایک لہر دوڑ گئی اور یہ سب روشن خیال موحد آپس میں سچے دوست اور ماں جائے بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے خیر خواہ بن گئے۔ آپس میں اتحاد و اتفاق ہو گیا۔

اب انہوں نے ایک جگہ مقرر کر لی وہیں اللہ واحد کی عبادت کرنے لگے رفتہ رفتہ قوم کو بھی یہ چل گیا وہ ان سب کو پکڑ کر اس ظالم مشرک بادشاہ کے پاس لے گئے اور شکایت پیش کی بادشاہ نے ان سے پوچھا انہوں نے نہایت دلیری سے اپنی توحید اور اپنا مسلک بیان کیا بلکہ بادشاہ اور اہل دربار اور کل دنیا کو اس کی دعوت دی دل مضبوط کر لیا اور صاف کہہ دیا کہ ہمارا رب وہی ہے جو آسمان و زمین کا مالک و خالق ہے۔ ناممکن ہے کہ ہم اس کے سوا کسی اور کو معبود بنائیں ہم سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ اس کے سوا کسی اور کو پکاریں اس لئے کہ مشرک نہایت باطل چیز ہے ہم اس کام کو کبھی نہیں کرنے کے۔ یہ نہایت ہی بے جا بات اور نفوحرت اور جھوٹی راہ ہے۔ یہ ہماری قوم مشرک ہے اللہ کے سوا دوسروں کی پکار اور ان کی عبادت میں مشغول ہے جس کی کوئی دلیل یہ پیش نہیں کر سکتے پس یہ ظالم اور کاذب ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کی اس صاف گوئی اور حق گوئی سے بادشاہ بہت بگڑا انہیں دھمکا یا ڈرایا اور حکم دیا کہ ان کے لباس اتار لو اور اگر یہ باز نہ آئیں گے تو میں انہیں سخت سزا دوں گا۔ اب ان لوگوں کے دل اور مضبوط ہو گئے لیکن یہ انہیں معلوم ہو گیا کہ یہاں رہ کر ہم دینداری پر قائم نہیں رہ سکتے اس لئے انہوں نے قوم وطن و دیس اور رشتے کنبے کو چھوڑنے کا ارادہ پختہ کر لیا۔ یہی حکم بھی ہے کہ جب انسان دین کا خطرہ محسوس کرے اس وقت ہجرت کر جائے۔ حدیث میں ہے کہ انسان کا بہترین مال ممکن ہے کہ بکریاں ہوں جنہیں لے کر دامن کوہ میں اور مرغزاروں میں رہے ہے اور اپنے دین کے پچاؤ کی خاطر بھاگتا پھرے۔ پس ایسے حال میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو جانا امر مشروع ہے۔ ہاں اگر ایسی حالت نہ ہو دین کی بربادی کا خوف نہ ہو تو پھر جنگلوں میں نکل جانا مشروع نہیں کیونکہ جماعت کی فضیلت ہاتھ سے جاتی رہتی ہے۔ جب یہ لوگ دین کے پچاؤ کے لئے اتنی اہم قربانی پر آمادہ ہو گئے تو ان پر رب کی رحمت نازل ہوئی۔ فرما دیا گیا کہ ٹھیک ہے جب تم ان کے دین سے الگ ہو گئے تو بہتر ہے کہ جسوں سے بھی ان سے جدا ہو جاؤ۔ جاؤ تم کسی غار میں پناہ حاصل کر دو تمہارے رب کی رحمت کی چھاؤں ہوگی وہ تمہیں تمہارے دشمن کی نگاہوں سے چھپالے گا اور تمہارے کام میں آسانی اور راحت مہیا فرمائے گا۔ پس یہ لوگ موقعہ پا کر یہاں سے بھاگ نکلے اور پہاڑ کے غار میں چھپ رہے۔

بادشاہ اور قوم نے ہر چند ان کی تلاش کی لیکن کوئی پتہ نہ چلا اللہ نے ان کے غار کو اندھیرے میں چھپا دیا۔ دیکھتے یہی بلکہ اس سے بہت زیادہ تعجب و خیر واقعہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ پیش آیا۔ آپ صبح اپنے رفیق خاص یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غار ثور میں جا چسپے شرکین نے بہت کچھ دوڑ دھوپ کی تک وہ دو میں کوئی کمی نہ کی لیکن حضرت ﷺ انہیں باوجود پوری تلاش اور سخت کوشش کے نہ ملے اللہ نے ان کی پہچانی چھین لی اس پاس سے گزرتے تھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے تھے حضرت ﷺ موجود ہیں اور انہیں دکھائی نہیں دیتے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پریشان حال ہو کر عرض کرتے ہیں کہ حضور ﷺ اگر کسی نے اپنے پیڑ کی

طرف بھی نظر ڈال لی تو ہم دیکھ لے جائیں گے۔ آپؐ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا کہ ابو بکر ان دو کے ساتھ تیرا کیا خیال ہے جن کا تیرا خود اللہ تعالیٰ ہے۔ قرآن فرماتا ہے کہ اگر تم میرے نبی کی امداد نہ کرو تو کیا ہوا؟ جب کافروں نے اسے نکال دیا میں نے خود اس کی امداد کی جب کہ وہ دو میں کا دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غلگن نہ ہو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے سکون اس پر نازل فرمایا اور ایسے لشکر سے اس کی مدد کی جسے تم نہ دیکھ سکتے تھے آخر اس نے کافروں کی بات پست کر دی اور اپنا کلمہ بلند فرمایا۔ اللہ عزت و حکمت والا ہے۔ حج تو یہ ہے کہ یہ واقعہ اصحاب کہف کے واقعہ سے بھی عجیب تر اور انوکھا ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کو جوانوں کو قوم اور بادشاہ نے پایا۔ جب غار میں انہیں دیکھ لیا تو کہا: بس ہم تو خود ہی یہی چاہتے تھے چنانچہ انہوں نے اس کا منہ ایک دیوار سے بند کر دیا کہ یہیں مر جائیں لیکن یہ قول تامل طلب ہے۔ قرآن کا فرمان ہے کہ صبح شام ان پر دھوپ آتی جاتی ہے وغیرہ واللہ اعلم۔

وَتَرَى الشَّمْسَ إِذَا طَلَعَتْ تَزْوَرُّ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِينِ
وَإِذَا غَرَبَتْ تَقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِي فَجْوَةٍ مِّنْهُ
ذَٰلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ مَن يَّهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُضْتَدِّ وَمَنْ لِّيُضِلَّ
فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا

تو دیکھو کہ اگر آفتاب بوقت طلوع ان کے غار سے دائیں جانب کو جھک جاتا ہے اور بوقت غروب ان کی بائیں جانب سے کھڑا جاتا ہے اور وہ اس غار کی کشادہ جگہ میں ہیں یہ ہے قدرت اللہ کی نشانیوں میں سے اللہ تعالیٰ جس کی رہبری فرمائے وہ راہ راست پر ہے اور جسے گمراہ کر دے نامکمل ہے کہ تو اس کا کوئی کارساز رہنما پاسکے ○ غار اور سورج کی شعاعیں : ﴿آیت: ۱۷﴾ یہ دلیل ہے اس امر کی کہ اس غار کا منہ شمال رخ ہے۔ سورج کے طلوع کے وقت ان کے دائیں جانب دھوپ کی چھاؤں جھک جاتی ہے۔ پس دوپہر کے وقت وہاں بالکل دھوپ نہیں رہتی۔ سورج کی بلندی کے ساتھ ہی ایسی جگہ سے شعاعیں دھوپ کی کم ہوتی جاتی ہیں اور سورج کے ڈوبنے کے وقت دھوپ ان کے غار کی طرف اس کے دروازے کے شمال رخ سے جاتی ہے مشرق کی جانب سے۔ علم ہیئت کے جاننے والے اسے خوب سمجھ سکتے ہیں۔ جنہیں سورج چاند اور ستاروں کی چال کا علم ہے۔ اگر غار کا دروازہ مشرق رخ ہوتا تو سورج کے غروب کے وقت وہاں دھوپ بالکل نہ جاتی اور اگر قبلہ رخ ہوتا تو سورج کے طلوع کے وقت دھوپ نہ پہنچتی اور نہ غروب کے وقت پہنچتی اور نہ سایہ دائیں بائیں جھکتا اور اگر دروازہ مغرب رخ ہوتا تو بھی سورج نکلنے کے وقت اندر دھوپ نہ جاسکتی بلکہ زوال کے بعد اندر پہنچتی اور پھر برابر مغرب تک رہتی۔ پس ٹھیک بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی فللہ الحمد۔ تفرضہم کے معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترک کرنے اور چھوڑ دینے کے لئے ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ہمیں یہ بتا دیا تاکہ ہم اسے سوچیں سمجھیں اور یہ نہیں بتایا کہ وہ غار کس شہر کے کس پہاڑ میں ہے اس لئے کہ ہمیں اس سے کوئی فائدہ نہیں نہ اس سے کسی شرعی مقصد کا حصول ہوتا ہے۔ پھر بھی بعض مفسرین نے اس میں تکلیف اٹھائی ہے کوئی کہتا ہے وہ الیہ کے قریب ہے، کوئی کہتا ہے نیوی کے پاس ہے، کوئی کہتا ہے روم میں ہے، کوئی کہتا ہے بلقا میں ہے۔ اصل علم اللہ ہی کو ہے۔ وہ کہاں ہے اگر اس میں کوئی دینی معلومت یا ہمارا کوئی مذہبی فائدہ ہوتا تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں بتا دیتا اپنے رسول ﷺ کی زبانی بیان کر دیتا۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ تمہیں جو جو کام اور چیزیں جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرنے والی تھیں ان میں سے ایک بھی ترک کئے بغیر میں نے بتا دی ہیں پس

اللہ تعالیٰ نے اس کی صفت بیان فرمادی اور اس کی جگہ نہیں بتائی۔ فرمادیا کہ سورج کے طلوع کے وقت ان کے غار سے وہ دائیں جانب جھک جاتا ہے اور غروب کے وقت انہیں بائیں طرف چھوڑ دیتا ہے وہ اس سے فراخی میں ہیں انہیں دھوپ کی تپش نہیں پہنچتی ورنہ ان کے بدن اور کپڑے جل جاتے۔ یہ اللہ کی ایک نشانی ہے کہ رب نے انہیں اس غار میں پہنچایا جہاں انہیں زندہ رکھا، دھوپ بھی پہنچے ہوا بھی جائے چاندنی بھی رہے تاکہ نہ نیند میں غلغلے سے نہ نقصان پہنچے۔ فی الواقع اللہ کی طرف سے یہ بھی کامل نشان قدرت ہے۔ ان نوجوانوں کو موصوں کی ہدایت خود اللہ نے کی تھی یہ راہ راست پا چکے تھے کسی کے بس میں نہ تھا کہ انہیں گمراہ کر سکے اور اس کے برعکس جسے وہ راہ نہ دکھائے اس کا ہادی کوئی نہیں۔

وَتَحْسَبُهُمْ آيِقَاطًا وَهُمْ رُقُودٌ ۚ وَنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِينِ
وَذَاتَ الشِّمَالِ ۚ وَكَلْبُهُم بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ
لَوِ اطَّلَعَتْ عَلَيْهِمْ لَوَلِيَّتٌ مِنْهُمْ فَفَارًّا وَلَمِلَّتْ مِنْهُمْ رُجْبًا ۝۱۵

تو خیال کرے گا کہ وہ بیدار ہیں حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں۔ خود ہم ہی انہیں دائیں بائیں کروٹیں دلا دیا کرتے ہیں ان کا کتا بھی چوکت پر اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے اگر تو جھانک کر انہیں دیکھنا چاہے تو ضرور اُلے پاؤں بھاگ کھڑا ہو اور ان کی دہشت و رعب سے تو پر کر دیا جائے ۝

ایک آنکھ بند ایک کھلی: ☆ ☆ (آیت: ۱۸) یہ سورہ ہے ہیں لیکن دیکھنے والا انہیں بیدار سمجھتا ہے کیونکہ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ مذکور ہے کہ بھیڑ جب سوتا ہے تو ایک آنکھ بند رکھتا ہے ایک کھلی ہوتی ہے۔ پھر اسے بند کر کے اسے کھول دیتا ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

يَنَامُ بِالْحَدَى مُقَلَّتِيهِ وَ يَنْفُخُ بِالْأُخْرَى الرِّزَايَا فَهُوَ يَقْظَانِ نَائِمٌ

جانوروں اور کیڑوں کوڑوں اور دشمنوں سے بچانے کے لئے تو اللہ نے نیند میں بھی ان کی آنکھیں کھلی رکھی ہیں اور زمین نہ کھا جائے کروٹیں مگل نہ جائیں اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں کروٹیں بدلوادیتا ہے کہتے ہیں سال بھر میں دو مرتبہ کروٹ بدلتے ہیں۔ ان کا کتا بھی انگٹائی میں دروازے کے پاس مٹی میں چوکت کے قریب بطور پہریدار کے بازو زمین پر نکالتے ہوئے بیٹھا ہوا ہے دروازے کے باہر اس لئے ہے کہ جس گھر میں کتا تصویر، جنبی اور کارفرغ شخص ہو اس گھر میں فرشتے نہیں جاتے۔ جیسے کہ ایک حسن حدیث میں وارد ہوا ہے۔ اس کتے کو بھی اسی حالت میں نیند آگئی ہے۔ سچ ہے بھلے لوگوں کی صحبت بھی بھلائی پیدا کرتی ہے دیکھئے ناس کتے کی کتنی شان ہوگئی کہ کلام اللہ میں اس کا ذکر آیا۔ کہتے ہیں کہ ان میں سے کسی کا یہ شکاری کتا پلا ہوا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ بادشاہ کے باورچی کا یہ کتا تھا۔ چونکہ وہ بھی ان کے ہم مسلک تھے ان کے ساتھ ہجرت میں تھے ان کا کتا ان کے پیچھے لگ گیا تھا واللہ اعلم۔

کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں حضرت ذبح اللہ کے بدلے جو میڈٹ حاذق ہوا اس کا نام جریر تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو جس بدہنہ ملکہ سبا کی خبر دی تھی اس کا نام عتظہ تھا اور اصحاب کہف کے اس کتے کا نام قطیر تھا اور بنی اسرائیل نے جس بچھرے کی پوجا شروع کی تھی اس کا نام مہوت تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام بہشت بریں سے ہند میں اترے تھے حضرت حوا جدہ میں، الہیس دشت بیسان میں اور سانپ اصفہان میں۔ ایک قول ہے کہ اس کتے کا نام حمران تھا۔ نیز اس کتے کے رنگ میں بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن ہمیں حیرت ہے کہ اس سے کیا نتیجہ؟ کیا فائدہ؟ کیا ضرورت؟ بلکہ عجب نہیں کہ ایسی بحثیں ممنوع ہوں۔ اس لئے کہ یہ تو آنکھیں بند کر کے پتھر پھینکتا ہے بے دلیل زبان کھولتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ہم نے انہیں وہ رعب دیا ہے کہ کوئی انہیں دیکھ ہی نہیں سکتا۔ یہ اس لئے کہ لوگ ان کا تماشا نہ بنالیں کوئی

جرات کر کے ان کے پاس نہ چلا جائے کوئی انہیں ہاتھ نہ لگا سکے وہ آرام اور چین سے جب تک حکمت الہی مقتضی ہے با آرام سوتے رہیں۔ جو انہیں دیکھتا ہے مارے رب کے کایچہ ترہر جاتا ہے۔ اسی وقت اٹے پیروں واپس لوٹتا ہے انہیں نظر بھر کر دیکھنا بھی ہر ایک کے لئے محال ہے۔

وَكَذَلِكَ بَعَثْنَاهُمْ لِيَتَسَاءَلُوا بَيْنَهُمْ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ
كَمْ لَبِثْتُمْ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضُ يَوْمٍ قَالُوا رَبُّكُمْ
أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَابْعَثُوا أَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هَذِهِ إِلَى الْمَدِينَةِ
فَلْيَنْظُرْ أَيُّهَا أَزْكَىٰ طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ
وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ۖ إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ
يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا ۝

اسی طرح ہم نے انہیں جگا کر اٹھادیا کہ آپس میں پوچھ گچھ کر لیں ایک کہنے والے نے کہا کہ کیوں بھی تم کتنی دیر بٹھرے رہے انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن یا ایک دن سے بھی کم کہنے لگے تمہارے ٹھہرے رہنے کی مدت کا بخوبی علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اب تو تم اپنے میں سے کسی کو اپنی ہی چاندی دے کر شہر بھیجو۔ وہ خوب دیکھ بھال لے کہ شہر کا کون سا کھانا پاکیزہ تر ہے۔ پھر اسی میں سے تمہارے کھانے کے لئے لے آئے اسے چاہئے کہ بہت احتیاط اور نرمی برتے اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے ۝ اگر یہ کافر تم پر غلبہ پائیں گے تو تمہیں سنگسار کر دیں گے یا تمہیں بٹھراپنے دین میں لوٹائیں گے اور پھر تو تمہیں ہرگز فلاح نہیں ہونے کی ۝

موت کے بعد زندگی: ☆ ☆ (آیت: ۱۹-۲۰) ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے ہم نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں سلا دیا تھا اسی طرح اپنی قدرت سے انہیں جگا دیا۔ تین سو نو سال تک سوتے رہے لیکن جب جاگے بالکل ویسے ہی تھے جیسے سوتے وقت تھے بدن بال کھال سب اصلی حالت میں تھے۔ بس جیسے سوتے وقت تھے ویسے ہی اب بھی تھے۔ کسی قسم کا کوئی تغیر نہ تھا آپس میں کہنے لگے کہ کیوں جی ہم کتنی مدت سوتے رہے؟ تو جواب ملا کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم کیونکہ صبح کے وقت یہ سو گئے تھے اور اس وقت شام کا وقت تھا اس لئے انہیں یہی خیال ہوا۔ لیکن پھر خود انہیں خیال ہوا کہ ایسا تو نہیں اس لئے انہوں نے ذہن لڑانا چھوڑ دیا اور فیصلہ کن بات کہہ دی کہ اس کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ اب چونکہ بھوک پیاس معلوم ہو رہی تھی اس لئے انہوں نے بازار سے سودا منگوئے کی تجویز کی۔ دام ان کے پاس تھے۔ جن میں سے کچھ راہ اللہ خرچ کئے تھے کچھ موجود تھے۔ کہنے لگے کہ اسی شہر میں کسی کو دام دے کر بھیج دو وہ وہاں سے کوئی پاکیزہ چیز کھانے پینے کی لائے یعنی عمدہ اور بہتر چیز جیسے آیت وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا سُبْحَانَكَ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر نہ ہوتا تو تم میں سے کوئی پاک نہ ہوتا اور آیت میں ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وہ فلاح پا گیا جس نے پاکیزگی کی۔ زکوٰۃ کو بھی زکوٰۃ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ مال کو طیب و طاهر کر دیتی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مراد بہت سارا کھانا لانے سے ہے جیسے کھتی کے بڑھ جانے کے وقت عرب کہتے ہیں زکا الزرع اور جیسے شاعر کا قول ہے۔

فَبَايَلْنَاكَ سُبْحٌ وَ أَنْتُمْ ثَلَاثَةٌ وَالسَّيِّعُ أَزْكَىٰ مِنْ ثَلَاثٍ وَ أَهْلَبُ

پس یہاں بھی یہ لفظ زیادتی اور کثرت کے معنی میں ہے لیکن پہلا قول ہی صحیح ہے اس لئے کہ اصحاب کہف کا مقصد اس قول سے حلال چیز کا لانا تھا۔ خواہ وہ زیادہ ہو یا کم۔ کہتے ہیں کہ جانے والے کو بہت احتیاط برتنی چاہئے آنے جانے اور سودا خریدنے میں ہوشیاری سے کام لے

جہاں تک ہو سکے لوگوں کی نگاہوں میں نہ چڑھے دیکھو ایسا نہ ہو کوئی معلوم کر لے۔ اگر انہیں علم ہو گیا تو پھر خیر نہیں۔ دقیانوس کے آدمی اگر تمہاری جگہ کی خبر پا گئے تو وہ طرح طرح کی سخت سزائیں تمہیں دیں گے کہ یا تو تم ان سے گھبرا کر دین حق چھوڑ کر پھر سے کافر بن جاؤ یا یہ کہ وہ انہی سزاؤں میں تمہارا کام ہی ختم کر دیں۔ اگر تم ان کے دین میں جا ملے تو سمجھ لو کہ تم نجات سے دست بردار ہو گئے پھر تو اللہ کے ہاں کچھ نکارا تمہارے لئے محال ہو جائے گا۔

وَكَذَلِكَ أَغْتَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَن وَعَدَ اللَّهُ حَقًّا وَآتِ
السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا إِذ يَتَنَزَّعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرُهُمْ فَقَالُوا
ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَى
أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ۝۱۵

ہم نے اسی طرح لوگوں کو ان کے حال سے آگاہ کر دیا کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک و شبہ نہیں جب کہ وہ اپنے امر میں آپس میں اختلاف کر رہے تھے۔ کہنے لگے ان کے غار پر ایک عمارت بنانا تو ان کا رب ہی ان کے حال کا زیادہ عالم ہے جن لوگوں نے ان کے بارے میں غلبہ پایا وہ کہنے لگے کہ ہم تو ان کے آس پاس مسجد بنالیں گے ○

دوبارہ جینے کی حجت: ☆ ☆ (آیت: ۲۱) ارشاد ہے کہ اسی طرح ہم نے اپنی قدرت سے لوگوں کو ان کے حال پر آگاہ کر دیا تاکہ اللہ کے وعدے اور قیامت کے آنے کی سچائی کا انہیں علم ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ اس زمانے کے وہاں موجود لوگوں کو قیامت کے آنے میں کچھ شکوک پیدا ہو چلے تھے۔ ایک جماعت تو کہتی تھی کہ فقط رو میں دوبارہ جی اٹھیں گی۔ جسم کا اعادہ نہ ہو گا پس اللہ تعالیٰ نے صدیوں بعد اصحاب کہف کو جگا کر قیامت کے ہونے اور جسموں کے دوبارہ جینے کی حجت واضح کر دی ہے اور عینی دلیل دے دی۔

مذکور ہے کہ جب ان میں سے ایک صاحب دام لے کر سودا خریدنے کو غار سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ان کی دیکھی ہوئی ایک چیز نہیں سارا نقشہ بدلا ہوا ہے اس شہر کا نام افسوس تھا۔ زمانے گزر چکے تھے بستیاں بدل چکی تھیں صدیاں بیت گئی تھیں اور یہ تو اپنے نزدیک یہی سمجھے ہوئے تھے کہ ہمیں یہاں پہنچے ایک آدھ دن گزرا ہے۔ یہاں انقلاب زمانہ اور کار کا اور ہو چکا تھا جیسے کسی نے کہا ہے۔

أَمَّا الدِّيَارُ فَانْتَابَهَا كَذِبًا رِهْمُ وَأَرَايَ رِجَالُ الْحَيِّ غَيْرَ رِحَالِهِ

گھر گواہی جیسے ہیں لیکن قبیلے کے لوگ تو سب اور ہی ہیں اس نے دیکھا کہ نہ تو شہر کی کوئی چیز اپنے حال پر ہے نہ شہر کا کوئی بھی رہنے والا جان پہچان کا ہے نہ کسی کو جاسین نہ انہیں اور کوئی پہچانے۔ تمام عام خاص اور ہی ہیں۔ یہ اپنے دل میں حیران تھا۔ دماغ چکرار ہا تھا کہ کل شام ہم اس شہر کو چھوڑ کر گئے ہیں یہ دفعتاً ہو گیا گیا؟ ہر چند سوچتا تھا کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔ آخر خیال کرنے لگا کہ شاید میں مجنوں ہو گیا ہوں یا میرے حواس ٹھکانے نہیں رہے یا مجھے کوئی مرض لگ گیا ہے یا میں خواب میں ہوں۔ لیکن فوراً ہی یہ خیالات ہٹ گئے مگر کسی بات پر تسلی نہ ہو سکی اس لئے ارادہ کر لیا کہ مجھے سودا لے کر اس شہر کو جلد چھوڑ دینا چاہئے۔ ایک دکان پر جا کر اسے دام دیئے اور سودا کھانے پینے کا طلب کیا۔ اس نے اس سکہ کو دیکھ کر سخت تعجب کا اظہار کیا اپنے پڑوسی کو دیا کہ دیکھنا یہ سکہ کیا ہے؟ کب کا ہے؟ کس زمانے کا ہے؟ اس نے دوسرے کو دیا اس سے کسی اور نے دیکھنے کو مانگ لیا۔ الغرض وہ تو ایک تماشہ بن گیا ہر زبان سے یہی نکلنے لگا کہ اس نے کسی پرانے زمانے کا خزانہ پایا ہے اس میں سے یہ لایا ہے اس سے پوچھو یہ کہاں کا ہے؟ کون ہے؟ یہ سکہ کہاں سے پایا؟

چنانچہ لوگوں نے اسے گھیر لیا، مجمع گاہ کھڑے ہو گئے اور اوپر تلے میڑھے ترچھے سوالات شروع کر دیئے اس نے کہا میں تو اسی شہر کے رہنے والوں میں سے ہوں، کل شام کو میں یہاں سے گیا ہوں یہاں کا بادشاہ دقیا نوس ہے۔ اب تو سب نے قہقہہ لگا کر کہا، بھئی یہ تو کوئی پاگل آدمی ہے۔ آخر اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا اس سے سوالات ہوئے اس نے تمام حال کہہ سنایا اب ایک طرف بادشاہ اور دوسرے سب لوگ متحیر، ایک طرف سے خود شہر و حیران۔ آخر سب لوگ ان کے ساتھ ہوئے۔ اچھا ہمیں اپنے اور ساتھی دکھاؤ اور اپنا غار بھی دکھا دو۔ یہ انہیں لے کر چلے غار کے پاس پہنچ کر کہا تم ذرا بٹھرو میں پہلے انہیں جا کر خبر کر دوں۔ ان کے الگ بٹھے یہی اللہ تعالیٰ نے ان پر بے خبری کے پردے ڈال دیئے۔ انہیں نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں گیا؟ اللہ نے پھر اس راز کو مخفی کر لیا۔ ایک روایت یہ بھی آئی ہے کہ یہ لوگ مع بادشاہ کے گئے۔ ان سے ملے، سلام علیک ہوئی، بغل گیر ہوئے یہ بادشاہ خود مسلمان تھا اس کا نام تندوسیس تھا، اصحاب کہف ان سے مل کر بہت خوش ہوئے اور محبت و انسیت سے ملے جلے باتیں کیں، پھر واپس جا کر اپنی اپنی جگہ جالیئے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں فوت کر لیا رحیم اللہ الجمین واللہ اعلم۔ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حبیب بن مسلمہ کے ساتھ ایک غزوے میں تھے وہاں انہوں نے روم کے شہروں میں ایک غار دیکھا جس میں ہڈیاں تھیں، لوگوں نے کہا یہ ہڈیاں اصحاب کہف کی ہیں آپ نے فرمایا تین سو سال گزر چکے کہ ان کی ہڈیاں کھوکھلی ہو کر مٹی ہو گئیں (ابن جریر) پس فرماتا ہے کہ جیسے ہم نے انہیں انوکھی طرز پر سلا یا اور بالکل انوکھے طور پر بچکا یا اسی طرح بالکل زرا لے طرز پر اہل شہر کو ان کے حالات سے مطلع فرمایا تاکہ انہیں اللہ کے وعدوں کی حقانیت کا علم ہو جائے اور قیامت کے ہونے میں اور اس کے برحق ہونے میں انہیں کوئی شک نہ رہے۔ اس وقت وہ آپس میں سخت مختلف تھے، لڑ جھگڑ رہے تھے، بعض قیامت کے قائل تھے، بعض منکر تھے پس اصحاب کہف کا ظہور منکروں پر حجت اور ماننے والوں کے لئے دلیل بن گیا۔ اب اس سستی والوں کا ارادہ ہوا کہ ان کے غار کا منہ بند کر دیا جائے اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ جنہیں سرداری حاصل تھی، انہوں نے ارادہ کیا کہ ہم تو ان کے ارد گرد مسجد بنالیں گے۔ امام ابن جریر ان لوگوں کے بارے میں دو قول نقل کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ ان میں سے مسلمانوں نے یہ کہا تھا، دوسرے یہ کہ یہ قول کفار کا تھا واللہ اعلم۔ لیکن یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قائل کلمہ گو تھے ہاں یہ اور بات ہے کہ ان کا یہ کہنا اچھا تھا یا برا؟ تو اس بارے میں صاف حدیث موجود ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائے کہ انہوں نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا جو انہوں نے کیا، اس سے آپ اپنی امت کو بچانا چاہتے تھے۔ اسی لئے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے زمانے میں جب حضرت دانیال کی قبر عراق میں پائی تو حکم فرمایا کہ اسے پوشیدہ کر دیا جائے اور جو رقعہ ملا ہے جس میں بعض لڑائیوں وغیرہ کا ذکر ہے اسے دفن کر دیا جائے۔

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَاذِبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَاذِبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَاذِبُهُمْ قُلْ رَبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِنْهُمْ أَحَدًا

کچھ لوگ تو کہیں گے کہ اصحاب کہف تین تھے اور چوتھا ان کا کتا تھا، کچھ کہیں گے کہ پانچ تھے اور چھٹا ان کا کتا تھا۔ نشانہ دیکھے بغیر پھر چلا دینے کی طرح، کچھ کہیں

کے کہ وہ سات ہیں اور ان کا کتا آٹھواں ہے تو کہہ دے کہ میرا پروردگار ان کی تعداد کو بخوبی جانتے والا ہے۔ انہیں بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں۔ پس تو ان کے مقدمے میں صرف سرسری گفتگو ہی کرو اور ان میں سے کسی سے ان کے بارے میں پوچھ گچھ بھی نہ کرو۔

اصحاب کہف کی تعداد: ☆ ☆ (آیت: ۲۲) لوگ اصحاب کہف کی کتنی ہیں کچھ کا کچھ کہا کرتے تھے۔ تین قسم کے لوگ تھے۔ چوتھی کتنی بیان نہیں فرمائی۔ دو پہلے کے اقوال کو توضیح کر دیا کہ یہ اٹکل کے نکلے ہیں بے نشانے کے پتھر ہیں کہ اگر کہیں لگ جائیں تو کمال نہیں لگیں تو زوال نہیں۔ ہاں تیسرا قول بیان فرما کر سکوت اختیار فرمایا۔ تردید نہیں کی یعنی سات وہ آٹھواں ان کا کتا اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہی بات صحیح اور واقع میں یونہی ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ایسے موقع پر بہتر یہی ہے کہ علم الہی کی طرف اسے لوٹا دیا جائے ایسی باتوں میں باوجود کوئی صحیح علم نہ ہونے کے غور و خوض کرنا عبث ہے۔ جس بات کا علم ہو جائے منہ سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔

اس کتنی کا صحیح علم بہت کم لوگوں کو ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں انہیں میں سے ہوں۔ میں جانتا ہوں وہ سات تھے حضرت عطا خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی یہی ہے اور یہی ہم نے پہلے لکھا تھا۔ ان میں سے بعض تو بہت ہی کم عمر تھے۔ عفو ان شباب میں تھے۔ یہ لوگ دن رات اللہ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے روتے رہتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے رہتے تھے۔ مروی ہے کہ یہ نہ تھے۔ ان میں سے جو سب سے بڑے تھے ان کا نام مسلمین تھا۔ اسی نے بادشاہ سے باتیں کی تھیں اور اسے اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دی تھی۔ باقی کے نام یہ ہیں فضلمین، مطلس، کسطونس، یرونس، دیونس، بطونس اور قابوس۔ ہاں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح روایت یہی ہے کہ یہ سات شخص تھے آیت کے ظاہری الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ شعیب جہانی کہتے ہیں ان کے کتے کا نام حمران تھا لیکن ان ناموں کی صحت میں نظر ہے واللہ اعلم۔ ان میں کی بہت سی چیزیں اہل کتاب سے لی ہوئی ہیں۔ پھر اپنے نبی ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ آپ ان کے بارے میں زیادہ بحث مباحثہ نہ کریں۔ یہ ایک نہایت ہی ہلکا کام ہے جس میں کوئی بڑا فائدہ نہیں اور نہ ان کے بارے میں کسی سے دریافت کیجئے کیونکہ عوام وہ اپنے دل سے جوڑ کر کہتے ہیں کوئی صحیح اور سچی دلیل ان کے ہاتھوں میں نہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کے سامنے بیان فرمایا ہے یہ جھوٹ سے پاک ہے شک و شبہ سے دور ہے قابل ایمان و یقین ہے بس یہی حق ہے اور سب سے مقدم ہے۔

وَلَا تَقُولَنَّ لِشَايٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَلِكَ غَدًا ۖ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ
اللَّهُ ۚ وَادْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَلَىٰ أَنْ يَهْدِيَنِي
رَبِّي لَا اقْرَبُ مِنْ هَذَا رَشَدًا ۝

ہرگز ہرگز کسی کام پر یوں نہ کہنا کہ میں اسے کل کروں گا ○ مگر ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ لینا اور جب بھی بھولے اپنے پروردگار کی یاد کر لیا کرنا اور کہتے رہنا کہ مجھے پوری امید ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی زیادہ ہدایت کے قریب کی بات کی رہبری کرے ○

ان شاء اللہ کہنے کا حکم: ☆ ☆ (آیت: ۲۳) اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے ختم المرسلین نبی کو ارشاد فرماتا ہے کہ جس کسی کام کو کل کرنا چاہو تو یوں نہ کہہ دیا کرو کہ کل کروں گا بلکہ اس کے ساتھ ہی ان شاء اللہ کہہ لیا کرو کیونکہ کل کیا ہوگا۔ اس کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ علام الغیوب اور تمام چیزوں پر قادر صرف وہی ہے۔ اس کی مدد طلب کر لیا کرو۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی نوے بیویاں تھیں۔ ایک روایت میں ہے سو تھیں۔ ایک میں ہے بہتر تھیں تو آپ نے ایک بار کہا کہ آج رات میں ان سب کے پاس جاؤں گا ہر عورت کو بچہ ہوگا تو سب اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اس وقت فرشتے نے کہا ان شاء اللہ کہہ مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہ کہا اپنے

ارادے کے مطابق وہ سب بیویوں کے پاس گئے مگر سوائے ایک بیوی کے کسی کے ہاں بچہ نہ ہوا اور جس ایک کے ہاں ہوا بھی وہ بھی آدمی کے جسم کا تھا۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر وہ ان شاء اللہ کہہ لیتے تو یہ ارادہ ان کا پورا ہوتا اور ان کی حاجت روائی ہو جاتی۔ اور یہ سب بچے جوان ہو کر اللہ کی راہ کے مجاہد بنے۔

اسی سورت کی تفسیر کے شروع میں اس آیت کا شان نزول بیان ہو چکا ہے کہ جب آپ سے اصحاب کہف کا قصہ دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں کل تھیں جواب دوں گا ان شاء اللہ نہ کہ اس بنا پر پندرہ دن تک وحی نازل نہ ہوئی۔ اس حدیث کو پوری طرح ہم نے اس سورت کی تفسیر کے شروع میں بیان کر دیا ہے یہاں دوبارہ بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ پھر بیان فرماتا ہے کہ جب بھول جائے تب اپنے رب کو یاد کر یعنی ان شاء اللہ کہنا اگر موقعہ پر یاد نہ آیا تو جب یاد آئے کہہ لیا کہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو حلف کھائے کہ اسے پھر بھی انشاء اللہ کہنے کا حق ہے گو سال بھر گزر چکا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے کلام میں یا قسم میں ان شاء اللہ کہنا بھول گیا تو جب بھی یاد آئے کہہ لے گو کتنی ہی مدت گزر چکی ہو اور گو اس کا خلاف بھی ہو چکا ہو۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ اب اس قسم کا کفارہ نہیں رہے گا اور اسے قسم توڑنے کا اختیار ہے۔ یہی مطلب اس قول کا امام بن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے اور یہی بالکل ٹھیک ہے اسی پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلام محمول کیا جاسکتا ہے ان سے اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مراد ان شاء اللہ کہنا بھول جانا ہے۔ اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ یہ مخصوص ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ساتھ دوسرا کوئی تو اپنی قسم کے ساتھ ہی متصل طور پر انشاء اللہ کہے تو معتبر ہے۔ یہ بھی ایک مطلب ہے کہ جب کوئی بات بھول جاوے تو اللہ کا ذکر کرو کیونکہ بھول شیطانی حرکت ہے اور ذکر الہی یاد کا ذریعہ ہے۔ پھر فرمایا کہ تجھ سے کسی ایسی بات کا سوال کیا جائے کہ تجھے اس کا علم نہ ہو تو تو اللہ تعالیٰ سے دریافت لیا کر اور اس کی طرف توجہ کرتا کہ وہ تجھے ٹھیک بات اور ہدایت والی راہ بتا اور دکھا دے۔ اور بھی اقوال اس بارے میں مروی ہیں واللہ اعلم۔

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا ۖ
قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۚ لَهُ غَيْبُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ ۚ
أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ ۚ مَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ مِنْ وَلِيٍّ ۚ وَلَا يُشْرِكُ فِي
حُكْمِهِ أَحَدًا ۝

وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال تک رہے بلکہ نو سال اور زیادہ گزرا رہے ○ کہہ دے کہ اللہ ہی کو ان کے ٹھہرے رہنے کی مدت کا بخیرِ علم ہے ○ آسانوں اور زمینوں کا غیب صرف اسی کو حاصل ہے وہ کیا ہی اچھا دیکھنے سننے والا ہے۔ سوائے اللہ کے ان کا کوئی مددگار نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا ○

اصحاب کہف کتنا سوئے؟ ☆ ☆ (آیت: ۲۵-۲۶) اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ السلام کو اس مدت کی خبر دیتا ہے جو اصحاب کہف نے اپنے سونے کے زمانے میں گزاری کہ وہ مدت سورج کے حساب سے تین سو سال کی تھی اور چاند کے حساب سے تین سو نو سال کی تھی۔ فی الواقع شمس اور قمری سال میں سو سال پر تین سال کا فرق پڑتا ہے اسی لئے تین سو الگ بیان کر کے پھر نو الگ بیان کئے۔ پھر فرماتا ہے کہ جب تجھ سے ان کے سونے کی مدت دریافت کی جائے اور تیرے پاس اس کا کچھ علم نہ ہو اور نہ اللہ نے تجھے واقف

کیا ہو تو آگے نہ بڑھ اور ایسے امور میں یہ جواب دیا کر کہ اللہ ہی کو صحیح علم ہے آسمان اور زمین کا غیب وہی جانتا ہے ہاں جسے وہ جو بات بتا دے وہ جان لیتا ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ تین سو سال ٹھہرے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے اللہ ہی کو اس کا پورا علم ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی معنی کی قرأت مروی ہے۔ لیکن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول تامل طلب ہے اس لئے کہ اہل کتاب کے ہاں شکی سال کا رواج ہے اور وہ تین سو سال مانتے ہیں تین سو نوکان کا قول نہیں اگر ان ہی کا قول نقل ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ اور نو سال زیادہ کئے۔ بظاہر تو یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ اس بات کی خبر دے رہا ہے نہ کہ کسی کا قول بیان فرماتا ہے یہی اختیار امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت دونوں منقطع ہیں۔ پھر شاذ بھی ہیں جمہور کی قرأت وہی ہے جو قرآن میں ہے۔ پس وہ شاذ دلیل کے قابل نہیں واللہ اعلم۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب دیکھ رہا ہے۔ اور ان کی آواز کو خوب سن رہا ہے ان الفاظ میں تعریف کا مبالغہ ہے ان دونوں لفظوں میں مدح کا مبالغہ ہے یعنی وہ خوب دیکھنے سننے والا ہے۔ ہر موجود چیز کو دیکھ رہا ہے اور ہر آواز کو سن رہا ہے کوئی کام کوئی کلام اس سے مخفی نہیں کوئی اس سے زیادہ سننے دیکھنے والا نہیں۔ سب کے عمل دیکھ رہا ہے سب کی باتیں سن رہا ہے خلق کا خالق امر کا مالک وہی ہے۔ کوئی اس کے فرمان کو رد نہیں کر سکتا۔ اس کا کوئی وزیر اور مددگار نہیں نہ کوئی شریک اور مشیر ہے۔ وہ ان تمام کیوں سے پاک ہے تمام نقصانات سے دور ہے۔

وَأَسْأَلُ مَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۖ لَا مُبَدِّلَ
لِكَلِمَتِهِ ۖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا ۝ وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ
مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ
وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ
وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ
وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ۝

تیری جانب جو تیرے رب کی کتاب کی وحی کی گئی ہے اسے پڑھتا رہ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں تو اس کے سوا ہر گز ہرگز کوئی پناہ کی جگہ نہ پائے گا ○ اپنے تئیں انہی کے ساتھ رکھا کر جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے رہتے ہیں اور اسی کے چہرے کے ارادہ رکھتے ہیں۔ خبردار تیری نگاہیں ان سے نہ ہٹنے پائیں کہ بزنی زندگی کے ٹھکانے کے ارادے میں لگ جاؤ کیہ اس کا کہنا نہ مانا۔ جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور جس کا کام حد سے گزر چکا ہے ○

تلاوت و تبلیغ: ☆ ☆ (آیت: ۲۷-۲۸) اللہ کریم اپنے رسول ﷺ کو اپنے کلام کی تلاوت اور اس کی تبلیغ کی ہدایت کرتا ہے اس کے کلمات کو نہ کوئی بدل سکے نہ نال سکے نہ ادھر ادھر کر سکے سمجھ لے کہ اس کے سوائے جائے پناہ نہیں اگر تلاوت و تبلیغ چھوڑ دی تو پھر بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔ جیسے اور جگہ ہے کہ اسے رسولؐ جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اترا ہے اس کی تبلیغ کرتا رہا اگر نہ کی تو تو نے حق رسالت ادا نہیں کیا لوگوں کے شر سے اللہ تجھے بچائے رکھے گا۔ اور آیت میں ہے اِنَّ الَّذِي فَرَضَ الْخَلْعَ یعنی اللہ تعالیٰ تجھ سے تیرے منصب کی بابت قیامت کے دن ضرور سوال کرے گا۔ اللہ کا ذکر اس کی تسبیح حمد بڑائی اور بزرگی بیان کرنے والوں کے پاس بیٹھا رہا کہ جو صبح شام یا الہی میں

لگے رہتے ہیں خواہ وہ فقیر ہوں خواہ امیر خواہ رزیل ہوں خواہ شریف خواہ قوی ہوں خواہ ضعیف۔

قریش نے حضور ﷺ سے درخواست کی تھی کہ آپ چھوٹے لوگوں کی مجلس میں نہ بیٹھا کریں جیسے بلالؓ، عمارؓ، صہیبؓ، خبابؓ، ابن مسعودؓ وغیرہ۔ اور ہماری مجلسوں میں بیٹھا کریں۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی درخواست رد کرنے کا حکم فرمایا جیسے اور آیت میں ہے وَلَا تَطْرُدُ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ لِأَجْنِيَ صِح شام یا دالھی کرنے والوں کو اپنی مجلس سے نہ ہٹا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ہم چھ شخص غریب غرباء حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے سعد بن ابی وقاصؓ، ابن مسعودؓ، قبیلہ ہذیل کا ایک شخص بلالؓ اور دو آدمی اور اتنے میں معزز مشرکین آئے اور کہنے لگے انہیں اپنی مجلس میں اس جرات کے ساتھ نہ بیٹھنے دو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حضور ﷺ کے جی میں کیا آیا؟ جو اس وقت آیت وَلَا تَطْرُدُ الَّذِينَ اَتَرِي مُسْنَدًا میں ہے کہ ایک واعظ قصہ گوئی کر رہا تھا جو حضور ﷺ تشریف لائے وہ خاموش ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا تم بیان کئے چلے جاؤ۔ میں تو صبح کی نماز سے لے کر آفتاب کے نکلنے تک اسی مجلس میں بیٹھا رہوں تو اپنے لئے چار غلام آزاد کرنے سے بہتر سمجھتا ہوں۔ اور حدیث میں ہے آپؐ فرماتے ہیں کہ میں ایسی مجلس میں بیٹھ جاؤں یہ مجھے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ ابوداؤد طیلسی میں ہے کہ ذکر اللہ کرنے والوں کے ساتھ صبح کی نماز سے سورج نکلنے تک بیٹھ جانا مجھے تو تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے اور نماز عصر کے بعد سے سورج کے غروب ہونے تک اللہ کا ذکر کرتا مجھے آٹھ غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ پیارا ہے گو وہ غلام اولاد اسامیل سے گراں قدر اور قیمتی کیوں نہ ہوں گواں میں سے ایک ایک کی دیت بارہ بارہ ہزار کی ہو تو مجموعی قیمت چھینا نوے ہزار کی ہوئی۔ بعض لوگ چار غلام بتاتے ہیں لیکن حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں واللہ حضور ﷺ نے آٹھ غلام فرمائے ہیں۔ ہزار میں ہے کہ حضور ﷺ آئے ایک صاحب سورہ کہف کی قرات کر رہے تھے آپؐ کو دیکھ کر خاموش ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا یہی ان لوگوں کی مجلس ہے جہاں اپنے نفس کو روک کر رکھنے کا مجھے حکم الہی ہوا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ یا تو سورہ حج کی وہ تلاوت کر رہے تھے یا سورہ کہف کی۔ مسند احمد میں ہے فرماتے ہیں ذکر اللہ کے لئے جو مجلس جمع ہو نہایت بھی ان کی بخیر ہو تو آسمان سے منادی ندا کرتا ہے کہ اٹھو اللہ نے تمہیں بخش دیا تمہاری برائیاں بھلائیوں سے بدل گئیں۔ طبرانی میں ہے کہ جب یہ آیت اتری آپؐ اپنے کسی گھر میں تھے اسی وقت ایسے لوگوں کی تلاش میں نکلے۔ کچھ لوگوں کو ذکر اللہ میں پایا جن کے بال نکھرے ہوئے تھے کھالیں خشک تھیں، بمشکل ایک ایک کپڑا انہیں حاصل تھا فوراً ان کی مجلس میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری امت میں ایسے لوگ رکھے ہیں جن کے ساتھ بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا ہے۔ پھر فرماتا ہے ان سے تیری آنکھیں تھماؤ نہ کریں ان یا دالھی کرنے والوں کو چھوڑ کر مالداروں کی تلاش میں نلگ جانا جو دین سے برگشتہ ہیں جو عبادت سے دور ہیں جن کی برائیاں بڑھ گئی ہیں جن کے اعمال حماقت کے ہیں تو ان کی پیروی نہ کرنا ان کے طریقے کو پسند نہ کرنا ان پر رشک بھری نگاہیں نہ ڈالنا ان کی نعمتیں لپٹائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھنا۔ جیسے فرمان ہے وَلَا تَمْدَدْ عَيْنِيكَ اَلْحَمْدُ انہیں جو دنیاوی عیش و عشرت دے رکھی ہے یہ صرف ان کی آزمائش کے لئے ہے۔ تو لپٹائی ہوئی نگاہوں سے انہیں نہ دیکھنا دراصل تیرے رب کے پاس کی روزی بہتر اور بہت باقی ہے۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفُرْ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا اَحَاطَ بِهُمُ سُرَادِقُهَا وَ اِنْ يَسْتَغِيثُوا يَغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهُ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا ۝

اعلان کر دے کہ یہ سراسر برحق قرآن تمہارے رب کی طرف کا ہے۔ اب جو چاہے ایمان لائے۔ جو چاہے کفر کرے ظالموں کے لئے ہم نے وہ آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قاتل تمہیں گھیر لیں گی اگر وہ فریادری چاہیں گے تو ان کی فریادری اس پانی سے کی جائے گی جو پھٹلے ہوئے تانبے جیسا ہوگا۔ جو چہرے بھون دے گا بڑا ہی برائی ہے اور بڑی بری آرام گاہ (دوزخ) ہے ○

جہنم کی دیواریں: ☆ ☆ (آیت: ۲۹) جو کچھ میں اپنے رب کے پاس سے لایا ہوں وہی حق صدق اور سچائی ہے۔ شک و شبہ سے بالکل خالی۔ اب جس کا جی چاہے مانے نہ چاہے نہ مانے۔ نہ ماننے والوں کے لئے آگ جہنم تیار ہے جس کی چار دیواری کے جیل خانے میں یہ بے بس ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ جہنم کی چار دیواری کی وسعت چالیس چالیس سال کی راہ کی ہے (مسند احمد) اور خود وہ دیواریں بھی آگ کی ہیں اور روایت میں ہے 'مسند بھی جہنم ہے پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی اور فرمایا 'واللہ نہ اس میں جاؤں جب تک بھی زندہ رہوں اور نہ اس کا کوئی قطرہ مجھے پہنچے۔' محل کہتے ہیں غلیظ پانی کو جیسے زیتون کے تیل کی تلخٹ اور جیسے خون اور پیپ جو بے حد گرم ہو۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ایک مرتبہ سونا پھلکا یا جب وہ پانی جیسا ہو گیا اور جوش مارنے لگا فرمایا 'میل کی مشابہت اس میں ہے۔ جہنم کا پانی بھی سیاہ ہے وہ خود بھی سیاہ ہے' جنہی بھی سیاہ ہیں۔ میل سیاہ رنگ بدبودار غلیظ گندی سخت گرم چیز ہے چہرے کے پاس جاتے ہی کھال جھلس دیتی ہے منہ جلا دیتی ہے۔

مسند احمد میں ہے 'کافر کے منہ کے پاس جاتے ہی اس کے چہرے کی کھال جھلس کر اس میں آ پڑے گی۔ قرآن میں ہے 'وہ پیپ پائے جائیں گے' بمثل ان کے حلق سے اترے گی۔ چہرے کے پاس آتے ہی کھال جل کر گر پڑے گی پیتے ہی آنتیں کٹ جائیں گی ان کی ہائے وائے شورغل پر یہ پانی ان کو پینے کو دیا جائے گا۔ بھوک کی شکایت پر قوم کا درخت دیا جائے گا جس سے ان کی کھالیں اس طرح جسم چھوڑ کر اتر جائیں گی کہ ان کا پہچاننے والا ان کھالوں کو دیکھ کر بھی پہچان لے پھر پیاس کی شکایت پر سخت گرم کھول ہوا پانی ملے گا جو منہ کے پاس پہنچتے ہی تمام گوشت کو بھون ڈالے گا۔ ہائے کیا برائی ہے۔ یہ وہ گرم پانی پلایا جائے گا 'ان کا ٹھکانہ' ان کی منزل 'ان کا گھر' ان کی آرام گاہ بھی نہایت بری ہے۔ جیسے اور آیت میں اِنْهَآ سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا وہ بڑی بری جگہ اور بے حد کٹھن منزل ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتٌ عٰدِنٌ تَجْرٰى مِنْ تَحْتِہُمُ الْاَنْهَارُ يَحْمِلُوْنَ فِيْہَا مِنْ اَسَاوِرٍ مِنْ ذَهَبٍ وَيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خَضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِئِيْنَ فِيْہَا عَلٰی الْاَرَآئِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مَّرْتَفَقًا ؕ

یقیناً جو لوگ ایمان لائیں ایک اعمال کریں ہم تو کسی نیک عمل کرنے والے کا ثواب ضائع نہیں کرتے ○ ان کے لئے عیشی والی جہنم ہیں۔ ان کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی۔ وہاں یہ سونے کے نگین پہنائے جائیں گے اور بزرگ نرم و باریک اور مونے ریشم کے لباس پہنیں گے۔ وہاں چٹخوں کے اوپر عیجے لگائے ہوئے ہوں گے کیا خوب بدلہ ہے اور کس قدر عمدہ آرام گاہ ہے ○

سونے کے نگین اور ریشمی لباس: ☆ ☆ (آیت: ۳۰-۳۱) اوپر برے لوگوں کا حال اور انجام بیان فرمایا اب نیکیوں کا آغاز و انجام بیان

ہو رہا ہے یہ اللہ رسول اور کتاب کے ماننے والے نیک عمل کرنے والے ہوتے ہیں ان کے لئے بیشکی والی دائمی جنتیں ہیں ان کے بالا خانوں کے اور باغات کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں۔ انہیں زیورات خصوصاً سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ ان کا لباس وہاں خالص ریشم کا ہوگا نرم باریک اور نرم موٹے ریشم کا لباس ہوگا یہ با آرام شاہانہ شان سے مسندوں پر جو تختوں پر ہوں گے ٹکے لگائے بیٹھے ہوئے ہوں گے۔ کہا گیا ہے کہ لیٹنے اور چارزانوں بیٹھے کا نام بھی اٹکا ہے ممکن ہے یہی مراد یہاں بھی ہو چنانچہ حدیث میں ہے میں اٹکا کر کے کھانا نہیں کھاتا۔ اس میں بھی یہی وقول ہیں اَرَأَيْتَ جَمْعَ ہِ اَرَبُکَہ کی تحت چھپر کھٹ وغیرہ کو کہتے ہیں۔ کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور کتنی ہی اچھی اور آرام دہ جگہ ہے برخلاف دوزخیوں کے کہ ان کے لیے بری سزا اور بری جگہ ہے۔ سورہ فرقان میں بھی انہیں دونوں گروہ کا اسی طرح مقابلہ کیا گیا ہے۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ
أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۖ كَلَّتَا
الْجَنَّتَيْنِ أَتَتْهُمَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا وَفَجَرْنَا خِلْمَهُمَا نَهَرًا
وَوَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ
مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا ۖ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ قَالَ
مَا أَظُنُّ أَن تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا ۖ وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً
وَلَئِن رُّدِّدْتُ إِلَىٰ رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا ۖ

انہیں ان دو مضمون کی مثال بھی سنا دے جن میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انجوروں کے دے رکھے تھے جنہیں کھجوروں کے درختوں سے ہم نے گھیر رکھا تھا اور دونوں کے درمیان کھیتی پیدا کر دی تھی ○ دونوں باغ اپنا پھل خوب لاتے تھے اس میں کوئی کمی نہ تھی ہم نے ان باغوں کے درمیان نہر جاری کر رکھی تھی ○ الغرض اس کے پاس میوے تھے ایک دن اس نے باتوں ہی باتوں میں اپنے ساتھی سے کہا کہ میں تجھ سے زیادہ مالدار ہوں اور تجھے کے اعتبار سے بھی زیادہ عزت والا ہوں ○ یہ اپنے باغ میں گیا اور تھا اپنی جان پر ظلم کرنے والا کہنے لگا کہ میں خیال نہیں کر سکتا کہ کسی بدی تھی یہ برباد ہو جائے ○ اور نہ میں قیامت کو قائم ہونے والی خیال کرتا ہوں اور اگر بالفرض میں اپنے رب کی طرف لوٹا یا بھی گیا تو یقیناً میں اس لوٹنے کی جگہ اس سے بھی زیادہ بہتر پاؤں گا ○

فخر وغرور: ☆ ☆ (آیت: ۳۲-۳۶) چونکہ اوپر مسکین مسلمانوں اور مالدار کافروں کا ذکر ہوا تھا یہاں ان کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے کہ دو شخص تھے جن میں سے ایک مالدار تھا انجوروں کے باغ ارد گرد کھجوروں کے درخت درمیان میں کھیتی درخت پھلدار ٹیلیں ہری، کھیتی سر سبز پھل پھول بھر پور نقصان کسی قسم کا نہیں ادھر ادھر نہریں جاری تھیں۔ اس کے پاس ہر وقت طرح طرح کی پیداوار موجود مالدار شخص۔ اس کی دوسری قرات نہر بھی ہے یہ جمع ہے ثمرۃ کی جیسے خشبۃ کی جمع خشب۔ الغرض اس نے ایک دن اپنے ایک دوست سے فخر وغرور کرتے ہوئے کہا کہ میں مال میں عزت والا دین جاہ و ثمن میں نوکر چاکر میں تجھ سے زیادہ حیثیت والا ہوں ایک فاجر شخص کی تمنا یہی ہوتی ہے کہ دنیا کی یہ چیزیں اس کے پاس بکثرت ہوں۔ یہ اپنے باغ میں گیا اپنی جان پر ظلم کرتا ہوا یعنی تکبر، اکر، انکار قیامت اور کفر کرتا ہوا۔ اس قدر مست تھا

کے اس کی زبان سے نکلا کہ ناممکن ہے میری یہ پہلہائی کھیتیاں یہ بھلدار درخت یہ جاری نہریں یہ سرسبز بیلین کبھی فنا ہو جائیں۔ حقیقت میں یہ اس کی کم عقلی ہے ایمانی اور دنیا کی خستی اور اللہ کے ساتھ فکری وجہی۔ اسی لئے کہہ رہا ہے کہ میرے خیال سے تو قیامت آنے والی نہیں۔ اور اگر بالفرض آئی بھی تو ظاہر ہے کہ اللہ کا میں پیارا ہوں ورنہ وہ مجھے اس قدر مال و متاع کیسے دے دیتا؟ تو وہاں بھی وہ مجھے اس سے بھی بہتر عطا فرمائے گا۔ جیسے اور آیت میں ہے وَلَئِنْ رُجِعْتُ إِلَى رَبِّي إِنَّ لِي عِنْدَهُ لَلْحُسْنَىٰ اِگر میں لوٹا یا گیا تو وہاں میرے لئے اور اچھائی ہو گی۔ اور آیت میں ارشاد ہے اَفَرَأَيْتَ الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتِيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا يَعْنِي تُوْنِے اے بھی دیکھا جو تو کر رہا ہے ہماری آیتوں سے کفر اور باوجود اس کے اس کی تمنا یہ ہے کہ مجھے قیامت کے دن بھی کثرت مال و اولاد ملے گی یہ اللہ کے سامنے دلیری کرتا ہے اور اللہ پر باتیں بناتا ہے۔ اس آیت کا شان نزول عاص بن وائل ہے جیسے کہ اپنے موقع پر آنے گا ان شاء اللہ۔

قَالَ لَهُ صَاحِبُهُ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ
مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوَّكَ رَجُلًا ۚ لَكِنَّا
هُوَ اللَّهُ رَبِّي وَلَا أَشْرِكُ بِرَبِّي أَحَدًا ۚ وَلَوْلَا إِذْ دَخَلْتَ
جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاءَ اللَّهُ ۚ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ إِنْ تَرَنِ
أَنَا أَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَوَلَدًا ۚ فَعَلَىٰ رَبِّي أَنْ يُؤْتِيَنِ
خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلْ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاءِ فَتُصْبِحَ
صَعِيدًا زَلَقًا ۚ أَوْ يُصْبِحَ مَأْوَهَا غُورًا فَلَنْ تَسْتَطِيعَ لَهُ
طَلَبًا ۚ

اس کے ساتھی نے اس سے باتیں کرتے ہوئے کہا کہ کیا تو اس اللہ سے کفر کرتا ہے؟ جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر تجھے پورا آدمی بنا دیا ○ لیکن میں تو عقیدہ رکھتا ہوں کہ وہی اللہ میرا پروردگار ہے۔ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کروں گا ○ تو اپنے باغ میں جاتے وقت کیوں نہیں کہتا کہ اللہ کا چاہا ہونے والا ہے۔ کوئی طاقت نہیں مگر اللہ کی مدد سے اگرچہ مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کم دیکھ رہا ہے ○ مگر بہت ممکن ہے کہ میرا رب مجھے حیر سے اس باغ سے بھی بہرہ دے اور اس پر آسمانی عذاب بھیج دے تو یہ چٹیل اور چمکنا میدان بن جائے ○ یا اس کا پانی خشک ہو جائے اور ترے بس میں نہ رہے کہ تو اسے ڈھونڈ لائے ○

احسان فراموشی مترادف کفر ہے: ☆☆ (آیت: ۳۷-۴۱) اس کا فرمالدار کو جو جواب اس مومن مفلس نے دیا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح اس نے وعظ و پند کی ایمان و یقین کی ہدایت کی اور گمراہی اور غرور سے ہٹانا چاہا فرمایا کہ تو اللہ کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے انسانی پیدائش مٹی سے شروع کی پھر اس کی نسل ملے جلے پانی سے جاری رکھی جیسے آیت کَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ اِنتَ مِیں ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کیسے کفر کرتے ہو؟ تم تو مردہ تھے اس نے تمہیں زندہ کیا۔ تم اس کی ذات کا اس کی نعمتوں کا انکار کیسے کر سکتے ہو؟ اس کی نعمتوں کے اس کی قدرتوں کے بے شمار نعموں نے خود تم میں اور تم پر موجود ہیں۔ کون نادان ایسا ہے جو نہ جانتا ہو کہ وہ پہلے کچھ نہ تھا اللہ نے اسے موجود کر دیا۔ وہ خود بخود اپنے ہونے پر قادر نہ تھا اللہ نے اس کا وجود پیدا کیا۔ پھر وہ انکار کے لائق کیسے ہو گیا؟ اس کی توحید الوہیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔

میں تو تیرے مقابلے میں کھلے الفاظ میں کہہ رہا ہوں کہ میرا رب وہی اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے میں اپنے رب کے ساتھ مشرک بننا ناپسند کرتا ہوں۔ پھر اپنے ساتھی کو نیک رغبت دلانے کے لئے کہتا ہے کہ اپنی لہلہاتی ہوئی کھیتی اور ہرے بھرے میوؤں سے لدے باغ کو دیکھ کر تو اللہ کا شکر کیوں نہیں کرتا؟ کیوں مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ نہیں کہتا؟ اسی آیت کو سامنے رکھ کر بعض سلف کا مقولہ ہے کہ جسے اپنی اولاد یا مال یا حال پسند آئے اسے یہ کلمہ پڑھ لینا چاہئے۔ ابوبعلی موصلی میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں: جس بندے پر اللہ اپنی کوئی نعمت انعام فرمائے اہل اعمال ہوں، دوستندی ہو، فرزند ہو، پھر وہ اس کلمہ کو کہہ لے تو اس میں کوئی آٹھ نہ آئے گی سوائے موت کے پھر آپ اس آیت کی تلاوت کرتے۔ حافظ ابوالفتح کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں۔

مسند احمد میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں جنت کا ایک خزانہ بتا دوں؟ وہ خزانہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہتا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ اللہ فرماتا ہے میرے اس بندے نے مان لیا اور اپنا معاملہ میرے سپرد کر دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پھر پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: صرف لاحول نہیں بلکہ وہ جو سورہ کہف میں ہے یعنی مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ پھر فرمایا کہ اس نیک شخص نے کہا کہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ وہ مجھے آخرت کے دن اس سے بہتر نعمتیں عطا فرمائے اور تیرے اس باغ کو جسے تو یحییٰ والا سمجھے بیٹھا ہے تباہ کر دے۔ آسمان سے اس پر عذاب بھیج دے۔ زور کی بارش آندھی کے ساتھ آئے۔ تمام کھیت اور باغ اجڑ جائیں۔ سوکھی صاف زمین رہ جائے گویا کہ کبھی یہاں کوئی چیز اگی ہی نہ تھی۔ یا اس کی نہروں کا پانی دھنسا دے۔ غور مصدر ہے معنی میں غائر کے بطور مبالغے کے لایا گیا ہے۔

وَ اَحِيطَ بِشَمْرِهِمْ فَاصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ مَا اَنْفَقَ فِيهَا وَ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا وَ يَقُولُ لِيَلَيْتَنِي لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّي اَحَدًا ۚ وَ لَمْ تَكُنْ لَهُ فِئَةٌ يَنْصُرُوْنَهُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ مَا كَانَتْ مُنْتَصِرًا ۚ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۚ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَ خَيْرٌ عُقْبًا ۝

اس کے سارے پھل گھیر لئے گئے۔ پس وہ اپنے اس خرچ پر جو اس نے اس میں کیا تھا اپنے ہاتھ ملنے لگا اور وہ باغ تو خود اٹھا پڑا ہوا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ کاش کہ میں اپنے رب کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرتا ۝ اس کی حمایت میں کوئی جماعت نہ تھی کہ اللہ سے اس کا کوئی بچاؤ کرتی اور نہ وہ خود ہی بدلے لینے والا بن سکا ۝ یہیں سے ثابت ہے کہ اختیارات اس اللہ تعالیٰ ہی کے والے کے ہی ہیں۔ وہ ثواب دینے کے اور انجام کے اعتبار سے بہت ہی بہتر ہے ۝

کف افسوس: ☆ ☆ (آیت ۴۳-۴۴) اس کا کل مال کل پھل غارت ہو گیا۔ وہ مومن اسے جس بات سے ڈر رہا تھا وہی ہو کر رہی۔ اب تو وہ اپنے مال کی بربادی پر کف افسوس ملنے لگا اور آرزو کرنے لگا کہ کاش کہ میں اللہ کے ساتھ مشرک نہ بنتا۔ جن پر فخر کرتا تھا ان میں سے کوئی اس وقت کام نہ آیا فرزند قبیلہ سب رہ گیا۔ فخر و غرور سب مٹ گیا نہ اور کوئی کھڑا ہوا نہ خود میں ہی کوئی ہمت ہوئی۔ بعض لوگ ہُنَالِكَ پر وقف کرتے ہیں اور اسے پہلے جملے کے ساتھ ملا لیتے ہیں یعنی وہاں وہ اپنا انتقام نہ لے سکا اور بعض مُنْتَصِرًا پر آیت کر کے آگے سے نئے جملے کی ابتدا کرتے ہیں و لَا يَئْتِيهِ كِى دُوسری قرات و لَا يَئْتِيہ بھی ہے۔ پہلی قرات پر مطلب یہ ہوا کہ ہر مومن کو اگر اللہ ہی کی طرف رجوع کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں عذاب کے وقت کوئی بھی سوائے اس کے کام نہیں آ سکتا جیسے فرمان ہے فَلَمَّا

رَأَوْا بَنَاتِنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدُّهُ الْحُجَّةُ لِعَيْنِ هَمَارِے عذاب دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لاتے ہیں اور اس سے پہلے جنہیں ہم اللہ کے شریک ٹھہرایا کرتے تھے ان سے انکار کرتے ہیں۔ اور جیسے کہ فرعون نے ڈوبتے وقت کہا تھا کہ میں اس اللہ پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلمانوں میں شامل ہوتا ہوں اس وقت جواب ملا کہ اب ایمان قبول کرتا ہے؟ اس سے پہلے تو فرمان رہا اور مفسدوں میں شامل رہا۔ واؤ کے کسر کی قرأت پر یہ معنی ہوئے کہ وہاں حکم صحیح طور پر اللہ ہی کے لئے ہے۔ اِنَّ الْحَقَّ کی دوسری قرأت قاف کے پیش سے بھی ہے کیونکہ یہ اَلْوَلَايَةُ کی صفت ہے جیسے فرمان ہے اَلْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ اَلْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ الخ میں ہے بعض لوگ قاف کا زیر پڑھتے ہیں ان کے نزدیک یہ صفت ہے حق تعالیٰ کی۔ جیسے اور آیت میں ہے ثُمَّ رُدُّوْا اِلٰی اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقَّ الخ اسی لئے پھر فرماتا ہے کہ جو اعمال صرف اللہ ہی کے لئے ہوں ان کا ثواب بہت ہوتا ہے اور انجام کے لحاظ سے بھی وہ بہت بہتر ہیں۔

وَاضْرِبْ لَهُم مِّثْلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَا أَنزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذْرُوهُ الرِّيحُ ۗ
وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ الْمَالُ وَالْبَنُونَ
زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۗ وَالْبَاقِيَتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ
ثَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ﴿١٦﴾

ان کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کر چیسے کہ پانی جسے ہم آسمان سے اتارتے ہیں اس سے زمین کو روئیدگی ملتی ہے ○ پھر خرکاروہ چدراہو جاتی ہے جسے ہوائیں اڑائے لئے پھرتی ہیں ○ اللہ ہر چیز پر قادر ہے ○ مال و اولاد و دنیا کی زندگی کی ہی ریزت ہے ○ ہاں البتہ باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے نزدیک از روئے ثواب کے اور آئندہ کی اچھی توقع کے بہت ہی عمدہ ہیں ○

حیات و موت کا نقشہ: ☆ (آیت: ۳۵-۴۶) دنیا اپنے زوال 'فنا' خاتمے اور بربادی کے لحاظ سے مثل آسمانی بارش کے ہے جو زمین کے دانوں وغیرہ سے ملتی ہے اور ہزار ہا پودے لہلہانے لگتے ہیں۔ ترداذگی اور زندگی کے آثار ہر چیز پر ظاہر ہونے لگتے ہیں لیکن کچھ دنوں کے گزرتے ہی وہ سکہ سا کھ کچرا چورا ہو جاتے ہیں اور ہوائیں انہیں دائیں بائیں اڑائے پھرتی ہیں۔ اس حالت پر جو اللہ قادر تھا وہ اس حالت پر بھی قادر ہے۔ عموماً دنیا کی مثال بارش سے بیان فرمائی جاتی ہے جیسے سورہ یونس کی آیت اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اِلٰخٌ مِّمَّنْ اَوْر جیسے سورہ زمر کی آیت اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً اِلٰخ میں۔ اور جیسے سورہ حدید کی آیت اِذْ عَلَّمُوْا اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلٰخ میں صحیح حدیث میں بھی ہے۔ دنیا سبز رنگ میٹھی ہے اِلٰخ۔ پھر فرماتا ہے کہ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں۔ جیسے فرمایا ہے زَيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ اِلٰخ انسان کے لئے خواہشوں کی محبت مثلاً عورتیں بیٹے خزانے وغیرہ مزین کردی گئی ہے۔ اور آیت میں ہے اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ اِلٰخ تمہارے مال تمہاری اولادیں فتنہ ہیں اور اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔ یعنی اس کی طرف جھکتا اس کی عبادت میں مشغول رہنا دنیا کی بللی سے بہتر ہے۔ اسی لئے یہاں بھی ارشاد ہوتا ہے کہ باقیات صالحات ہر لحاظ سے عمدہ چیز ہے۔ مثلاً پانچوں وقت کی نمازیں اور سبحان اللہ و الحمد للہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور الحمد للہ اور اللہ اکبر اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے

تھے جو مؤذن پہنچا آپ نے پانی منگوایا ایک برتن میں قریب تین پاؤں کے پانی آیا آپ نے وضو کر کے فرمایا حضور علیہ السلام نے اسی طرح وضو کر کے فرمایا جو میرے اس وضو جیسا وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کرے تو صبح سے لے کر ظہر تک کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ پھر عصر میں بھی اسی طرح نماز پڑھ لی تو ظہر سے عصر تک کے تمام گناہ معاف، پھر مغرب کی نماز پڑھی تو عصر سے مغرب تک کے گناہ معاف۔ پھر عشا کی نماز پڑھی تو مغرب سے عشا تک کے گناہ معاف پھر رات کو وہ سورہ صبح اٹھ کر نماز فجر ادا کی تو عشا سے لے کے صبح تک کے گناہ معاف۔ یہی وہ نیکیاں ہیں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا یہ تو ہوئیں نیکیاں اب اے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ بتائیے کہ باقیات صالحات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں باقیات صالحات یہ ہیں سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد عمارہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ بتاؤ باقیات صالحات کیا ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نماز اور روزہ۔ آپ نے فرمایا تم نے صحیح جواب نہیں دیا انہوں نے کہا نکوۃ اور حج فرمایا ابھی جواب ٹھیک نہیں ہوا۔ سنو اوہ پانچ کلمے ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا تو آپ نے بجز الحمد للہ کے اور چار کلمات بتلائے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بجز لا حول کے اور چاروں کلمات بتلاتے ہیں۔

حسن رحمۃ اللہ علیہ اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان ہی چاروں کلمات کو باقیات صالحات بتلاتے ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ یہ ہیں باقیات صالحات۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں قیات صالحات کی کثرت کر دو پوچھا گیا وہ کیا ہیں؟ فرمایا ملت پوچھا گیا وہ کیا ہے یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا بکبیر، تہلیل، تسبیح اور الحمد للہ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ (احمد)۔ سالم بن عبداللہ کے مولیٰ عبداللہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ مجھے حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کسی کام کے لئے بھیجا تو انہوں نے کہا سالم سے کہہ دینا کہ فلاں قبر کے پاس کے کونے میں مجھ سے ملاقات کریں مجھے ان سے کچھ کام ہے چنانچہ دونوں کی وہاں ملاقات ہوئی سلام علیک ہوا تو سالم نے پوچھا کچھ کے نزدیک باقیات صالحات کیا ہیں؟ انہوں نے فرمایا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اور سُبْحَانَ اللَّهِ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ سالم نے کہا یہ آخری کلمہ آپ نے اس میں کب سے بڑھایا؟ قرظی نے کہا میں تو ہمیشہ سے اس کلمے کو شمار کرتا ہوں دو تین بار یہی سوال جواب ہوا تو حضرت محمد بن کعب نے فرمایا کیا تمہیں اس کلمے سے انکار ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں انکار ہے۔ کہا سنو میں نے حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا ہے انہوں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے جب مجھے معراج کرائی گئی میں نے آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ محمد ﷺ ہیں۔ انہوں نے مجھے مرہبا اور خوش آمدید کہا اور فرمایا آپ اپنی امت سے فرما دیجئے کہ وہ جنت میں اپنے لئے بہت کچھ باغات لگائیں اس کی مٹی پاک ہے اس کی زمین کشادہ ہے میں نے پوچھا وہاں باغات لگانے کی کیا صورت ہے؟ فرمایا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ بکثرت پڑھیں۔

مسند احمد میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات عشا کی نماز کے بعد حضور ﷺ ہمارے پاس آئے آسمان کی طرف دیکھ کر نظریں نیچی کر لیں ہمیں خیال ہوا کہ شاید آسمان میں کوئی نئی بات ہوئی ہے پھر آپ نے فرمایا میرے بعد جموٹ بولنے اور ظلم کرنے والے بادشاہ ہوں گے جو ان کے جموٹ کو تسلیم کرے اور ان کے ظلم میں ان کی طرف ذمہ داری کرے وہ مجھ سے نہیں اور نہ میں اس کا

ہوں۔ اور جو ان کے جھوٹ کو نہ پہچائے اور ان کے ظلم میں ان کی طرف فداری نہ کرے وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ لوگو! سن رکھو سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ یہ باقیات صالحات یعنی باقی رہنے والی نیکیاں ہیں۔ مسند میں ہے آپؐ نے فرمایا واہ واہ پانچ کلمات ہیں اور نیکی کے ترازو میں بے حد وزنی ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ اور وہ بچہ جس کے انتقال پر اس کا باپ طلب اجر کے لیے صبر کرے۔ واہ واہ پانچ چیزیں ہیں جو ان کا یقین رکھتا ہوا اللہ سے ملاقات کرے وہ قطعاً جنتی ہے۔ اللہ پر قیامت کے دن پر جنت و دوزخ پر مرنے کے بعد کے جی اٹھنے پر اور حساب پر ایمان رکھے۔

مسند احمد میں ہے کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک سفر میں تھے کسی جگہ اترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ پھیلیں۔ حسان بن عطیہ کہتے ہیں میں نے اس وقت کہا کہ یہ آپؐ نے کیا کہا؟ آپؐ نے فرمایا واقعی میں نے غلطی کی سنو اسلام لانے کے بعد سے لے کر آج تک میں نے کوئی کلمہ اپنی زبان سے ایسا نہیں نکالا جو میرے لئے لگام بن جائے بجز اس ایک کلمے کے پس تم لوگ اسے یاد سے بھلا دو اور اب جو میں کہہ رہا ہوں اسے یاد رکھو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جب لوگ سونے چاندی کے جمع کرنے میں لگ جائیں تم اس وقت ان کلمات کو بکثرت پڑھا کرو۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الثَّبَاتَ فِیْ الْاَمْرِ وَالْعَزِیْمَةَ عَلٰی الرَّشِدِ وَ اَسْأَلُكَ شُکْرَ نِعْمَتِكَ وَ اَسْأَلُكَ حُسْنَ عِبَادَتِكَ وَ اَسْأَلُكَ قَلْبًا سَلِیْمًا وَ اَسْأَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَ اَسْأَلُكَ مِنْ خَیْرِ مَا تَعْلَمُ وَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعْلَمُ وَ اَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعْلَمُ اَنْتَ عَلَامُ الْغُیُوْبِ یعنی اے اللہ میں تجھ سے اپنے کام کی ثابت قدمی اور نیکی کے کام کا پورا قصد اور تیری نعمتوں کی شکر گزاری کی توفیق طلب کرتا ہوں اور تجھ سے دعا ہے کہ تو مجھے سلامتی والا دل اور سچی زبان عطا فرما تیرے علم میں جو بھلائی ہے میں اس کا خواستگار ہوں اور تیرے علم میں جو برائی ہے میں اس سے تیری پناہ چاہتا ہوں پروردگار ہر اس برائی سے میری توبہ ہے جو تیرے علم میں ہو بے شک غیب داں صرف تو ہی ہے۔ حضرت سعید بن جنادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل طائف میں سے سب سے پہلے نبی میں اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں اپنے گھر سے صبح ہی صبح چل کھڑا ہوا اور عصر کے وقت منیٰ میں پہنچ گیا پہاڑ پر چڑھا چہرہ اتر اچھرا آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچا، اسلام قبول کیا آپؐ نے مجھے سورہ قلّ ھُوَ اللّٰهُ اَخَذَ اور سورہ اِذَا زُلْزِلَتْ سکھائی اور یہ کلمات تعلیم فرمائے۔ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ فرمایا یہ ہیں باقی رہنے والی نیکیاں۔

اس سند سے مروی ہے کہ جو شخص رات کو اٹھے وضو کرے کھلی کرے پھر سو سو بار سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ پڑھے اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں بجز بخل و خون کے کہ وہ معاف نہیں ہوتا۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں باقیات صالحات ذکر اللہ ہے اور لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَبَارَكَ اللَّهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ وَ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَ صَلَّى اللَّهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ہے اور روزہ نماز حج صدقہ غلاموں کی آزادی جہاد صلہ رحمی اور کل نیکیاں یہ سب باقیات صالحات ہیں جن کا ثواب جنت والوں کو جب تک آسمان و زمین ہیں ملتا رہتا ہے۔ فرماتے ہیں پاکیزہ کلام بھی اسی میں داخل ہے۔ حضرت عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کل اعمال صالحہ اسی میں داخل ہیں۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ بھی اسے مختار بتلاتے ہیں۔

وَيَوْمَ تُسْپَرُ الْجِبَالُ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَحَشَرْنَهُمْ فَلَمْ تُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا ۖ وَغَرَضُوا عَلَى رَبِّكَ صَفًّا لَقَدْ جِئْتُمُونَا كَمَا خَلَقْنَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ بَلْ زَعَمْتُمْ أَلَّنْ جُعَلَ لَكُمْ مَوْعِدًا ۝

جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور زمین کو تو صاف کھلی ہوئی دیکھیں گا اور تمام لوگوں کا ہم حشر کریں گے ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے ○ سب کے سب تیرے رب کے سامنے صف بستہ حاضر کئے جائیں گے یقیناً ہم جس اسی طرح لائے جس طرح تمہیں اول مرتبہ ہم نے پیدا کیا تھا لیکن تم تو اسی خیال میں رہے کہ ہم تمہارے لئے کوئی وعدہ گا کر نے ہی کے نہیں ○

سب کے سب میدانِ حشر میں: ☆ ☆ (آیت: ۳۷-۳۸) اللہ تعالیٰ قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرما رہا ہے اور جب تعجب خیز بڑے بڑے کام اس دن ہوں گے ان کا ذکر کر رہا ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا پہاڑ اڑ جائیں گے گتھیں بنے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن اس دن تو بادلوں کی طرح تیزی سے چل رہے ہوں گے۔ آخر روئی کے گالوں کی طرح ہو جائیں گے زمین صاف چنیل میدان ہو جائے گی جس میں کوئی اونچ نیچ تک باقی نہ رہے گی نہ اس میں کوئی مکان ہوگا نہ چھپر ساری مخلوق بن آڑ کے اللہ کے بالکل سامنے رو برو ہوگی۔ کوئی بھی مالک سے کسی جگہ چھپ نہ سکے گا کوئی جائے پناہ یا سر چھپانے کی جگہ نہ ہوگی۔ کوئی درخت، پتھر، گھانسی پھونس دکھائی نہ دے گا۔ تمام اول و آخر کے لوگ جمع ہوں گے کوئی جھوٹا بڑا غیر حاضر نہ ہوگا۔ تمام اگلے پچھلے اس مقرر دن جمع کئے جائیں گے۔ اس دن سب لوگ حاضر شدہ ہوں گے اور سب موجود ہوں گے۔ تمام لوگ اللہ کے سامنے صف بستہ پیش ہوں گے روح اور فرشتے صفیں باندھے ہوئے کھڑے ہوں گے کسی کو بات کرنے کی بھی تاب نہ ہوگی۔ بجز ان کے جنہیں اللہ رحمان اجازت دے اور وہ بات بھی معقول کہیں پس یا تو سب کی ایک ہی صف ہوگی یا کئی صفوں میں ہوں گے جیسے ارشاد قرآن ہے: تیرا رب آئے گا اور فرشتے صف بہ صف۔ وہاں منکرین قیامت کو سب کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ ہوگی کہ دیکھو جس طرح ہم نے تمہیں اول بار پیدا کیا تھا اسی طرح دوسری بار پیدا کر کے اپنے سامنے کھڑا کر لیا اس سے پہلے تو تم اس کے قائل نہ تھے۔

وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ
وَيَقُولُونَ يَوْمَئِذٍ مَا لَ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا
كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ
رَبُّكَ أَحَدًا ۝

۴۔ اعمال درمیان میں رکھ دیئے جائیں گے پس تو دیکھیے گا کہ گنہگار اس کی تحریر سے خوفزدہ ہو رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری خرابی یہ کیسی کتاب ہے؟ جس نے کوئی چھوٹا بڑا گنہ گیر سے باقی ہی نہیں چھوڑا جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب موجود بائیں گے تیسرا کہی کہ پر ظلم و ستم نہ کرے ○

(آیت: ۴۹) نامہ اعمال سامنے کر دیئے جائیں گے جس میں ہر چھوٹا بڑا کھلا چھپا عمل لکھا ہوا ہوگا اپنی بد اعمالیوں کو دیکھ دیکھ کر گنہگار خوف و حیرت زدہ ہو جائیں گے اور افسوس و رنج سے کہیں گے کہ ہائے ہم نے اپنی عمر کیسی غفلت میں بسر کی افسوس بد کرداریوں میں لگے رہے اور دیکھو تو اس کتاب نے ایک معاملہ بھی ایسا نہیں چھوڑا جسے لکھا نہ ہو چھوٹے بڑے تمام گناہ اس میں لکھے ہوئے ہیں۔ طہرانی میں ہے کہ غزوہ حنین سے فارغ ہو کر ہم چلے ایک میدان میں منزل کی (مظہرے)۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ہم سے فرمایا جاؤ جسے کوئی لکڑی کوئی کوئی کونڈا کوئی گھانس پھونس مل جائے لے آؤ ہم سب ادھر ادھر ہو گئے چٹیاں چمال لکڑی پتے کاٹنے درخت جھاڑ جھکاڑ جو ملے آئے۔ ڈھیر لگ گیا تو آپؐ نے فرمایا دیکھ رہے ہو؟ اسی طرح گناہ جمع ہو کر ڈھیر لگ جاتا ہے اللہ سے ڈرتے رہو چھوٹے بڑے گناہوں سے بچو کیونکہ سب لکھے جا رہے ہیں اور شارکے جا رہے ہیں جو خیر و شر بھلائی برائی جس کسی نے کی ہوگی اسے موجود پائے گا جیسے یَوْمَ تَجِدُ الْفُلُودَ آیت یُسَبِّحُوا الْاِنْسَانَ اِنْخُورَ آیت یَوْمَ تَبْلُکُ الخ میں سے تمام چھپی ہوئی باتیں ظاہر ہو جائیں گی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہر بد عمل کے

لئے قیامت کے دن ایک جہنم اہوگا اس کی بدعہدی کے مطابق جس سے اس کی پہچان ہو جائے اور حدیث میں ہے کہ یہ جہنم اس کی رانوں کے پاس ہوگا اور اعلان ہوگا کہ یہ فلاں بن فلاں کی بدعہدی ہے۔ تیرا رب ایسا نہیں کہ مخلوق میں سے کسی پر بھی ظلم کرے ہاں البتہ درگزر کرتا معاف فرمادینا، غور کرنا یہ اس کی صفت ہے۔ ہاں بدکاروں کو اپنی قدرت و حکمت اور عدل و انصاف سے وہ سزا بھی دیتا ہے، جہنم گنہگاروں اور نافرمانوں سے بھر جائے پھر کافروں اور مشرکوں کے سوا اور مومن گنہگار چھوٹ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ایک ذرے کے برابر بھی نا انصافی نہیں کرتا، نیکیوں کو بڑھا تا ہے، گناہوں کو برابر ہی رکھتا ہے۔ عدل کا ترازو اس دن سامنے ہوگا کسی کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ ہوگی الخ۔

مسند احمد میں ہے، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے روایت پہنچی کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے جو وہ بیان کرتے ہیں، میں نے اس حدیث کو خاص ان سے سننے کے لئے ایک اونٹ خرید اسامان کس کس فرمایا مہینہ بھر کے بعد شام میں ان کے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں میں نے دربان سے کہا جاؤ خبر کرو کہ جابر دروازے پر ہے انہوں نے پوچھا کیا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ؟ میں نے کہا جی ہاں۔ یہ سنتے ہی جلدی کے مارے چادر سنبھالتے ہوئے جھٹ سے باہر آ گئے اور مجھے پٹ گئے معاف سے فارغ ہو کر میں نے کہا: مجھے یہ روایت پہنچی کہ آپ نے قصاص کے بارے میں کوئی حدیث رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے تو میں نے چاہا کہ خود آپ سے میں وہ حدیث سن لوں اس لئے یہاں آیا اور سنتے ہی سفر شروع کر دیا اس خوف سے کہ کہیں اس حدیث کے سننے سے پہلے میں مر نہ جاؤں یا آپ کو موت نہ آ جائے، اب آپ سنائے وہ حدیث کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن اپنے تمام بندوں کا اپنے سامنے حشر کرے گا، ننگے بدن بے عتد بے سرو سامان پھر انہیں ندا کرے گا جسے دروزر دیک والے سب یکساں سینیں گے فرمائے گا کہ میں مالک ہوں، میں بدلے دلاؤں والا ہوں۔ کوئی جنمی اس وقت تک جہنم میں نہ جائے گا جب تک اس کا جو حق کسی جنتی کے ذمہ ہو، میں نہ دلاؤں اور نہ کوئی جنتی جنت میں داخل ہو سکتا ہے جب تک اس کا حق جو جنمی پر ہے، میں نہ دلاؤں کو ایک تھپڑ ہی ہو۔ ہم نے کہا حضور ﷺ یہ حق کیسے دلاؤں گے حالانکہ ہم سب تو وہاں ننگے پاؤں، ننگے بدن بے مال و اسباب ہوں گے آپ نے فرمایا ہاں اس دن حق نیکیوں اور برائیوں سے ادا کئے جائیں گے اور حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ بے سینگ والی بکری کو اگر سینگ دار بکری نے مارا ہے تو اس سے بھی اس کو بدلہ دلاویا جائے گا اس کے اور بھی بہت سے شواہد ہیں جنہیں ہم نے بالتفصیل آیت وَ نَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقُسْطَ الخ کی تفسیر میں اور آیت اِلَّا اَنْتُمْ اَمْثَلُكُمْ مَافَرَطْنَا الخ کی تفسیر میں بیان کئے ہیں۔

وَ اذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ
 كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖۤ اَفَتَتَّخِذُوْۤنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗ
 اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِیْ وَ هُمْ لَکُمْ عَدُوٌّۭۤ اَبِیْنٍ لِلظَّٰلِمِیْنَۙ بَدَلًا ۝۵
 مَاۤ اَشْهَدُہُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَا خَلَقَ اَنْفُسَہُمْ
 وَ مَا کُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّیْنَ عَصَدًا ۝۶

ہم نے سب فرشتوں کو حکم دیا کہ تم آدم کے سامنے سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کر لیا یہ جنوں میں سے تھا۔ اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی کیا پھر تم ہی

اسے اور اس کی اولاد کو مجھے چھوڑ کر اپنا دوست بنارہے ہو؟ حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے، ایسے ظالموں کا بہت برا بدلہ ہے ○ میں نے انہیں آسمان وزمین کی پیدائش کے وقت موجود نہیں رکھا تھا اور خود خداوند کی اپنی پیدائش میں اور میں گمراہ کرنے والوں کو اپنا زور بازو دینا نے والا بھی نہیں ○

محسن کو چھوڑ کر دشمن سے دوستی ☆ ☆ (آیت: ۵۰-۵۱) بیان ہو رہا ہے کہ ابلیس تمہارا بلکہ تمہارے اصلی باپ حضرت آدم علیہ السلام کا بھی قدیمی دشمن رہا ہے اپنے خالق و مالک کو چھوڑ کر تمہیں اس کی بات نہ ماننی چاہئے۔ اللہ کے احسان و اکرام اس کے لطف و کرم کو دیکھو کہ اسی نے تمہیں پیدا کیا، تمہیں پالا پوسا پھرا ہے چھوڑ کر اس کے بلکہ اپنے بھی دشمن کو دوست بنانا کس قدر خطرناک غلطی ہے؟ اس کی پوری تفسیر سورہ بقرہ کے شروع میں گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے تمام فرشتوں کو بطور ان کی تعظیم اور تکریم کے ان کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ سب نے حکم برداری کی لیکن چونکہ ابلیس بد اصل تھا آگ سے پیدا شدہ تھا اس نے انکار کر دیا اور فاسق بن گیا۔ فرشتوں کی پیدائش نورانی تھی۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں ابلیس شعلے مارنے والی آگ سے اور آدم علیہ السلام اس سے جس کا بیان تمہارا ہے سامنے کر دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ ہر چیز اپنی اصلیت پر آجاتی ہے اور وقت پر برتن میں جو ہو وہی نکلتا ہے۔ گو ابلیس فرشتوں کے سے اعمال کر رہا تھا، انہی کی مشابہت کرتا تھا اور اللہ کی رضا مندی میں۔ رات مشغول تھا، اسی لئے ان کے خطاب میں یہ بھی آگیا لیکن یہ سنتے ہی وہ اپنی اصلیت پر آگیا، تکبر اس کی طبیعت میں سا گیا اور صاف انکار کر بھٹا اس کی پیدائش ہی آگ سے تھی جیسے اس نے خود کہا کہ تو نے مجھے آگ سے بنایا ہے اور اسے منی سے۔ ابلیس کبھی بھی فرشتوں میں سے نہ تھا وہ جنات کی اصل ہے جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام انسان کی اصل ہیں یہ بھی منقول ہے کہ یہ جنات ایک قسم قبیلہ فرشتوں کی جو تیر آگ سے پیدا کئے گئے تھے اس کا نام حارث تھا۔ جنت کا داروغہ تھا اس جماعت کے سوا اور فرشتے نوری تھے جنات کی پیدائش آگ کے شعلے سے تھی۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابلیس شریف فرشتوں میں سے تھا اور بزرگ قبیلے کا تھا، جنوں کا داروغہ تھا، آسمان دنیا کا بادشاہ تھا، زمین کا بھی سلطان تھا، اسے کچھ اس کے دل میں گھمنڈ آگیا تھا کہ وہ تمام اہل آسمان سے شریف ہے، وہ گھمنڈ بڑھتا جا رہا تھا اس کا صحیح اندازہ اللہ ہی کو تھا پس اس کے اظہار کے لئے حضرت آدم کو سجدے کرنے کا حکم ہوا تو اس کا گھمنڈ ظاہر ہو گیا از روئے تکبر کے صاف انکار کر دیا اور کافروں میں جالما۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، وہ جن تھا یعنی جنت کا خازن تھا جیسے لوگوں کو شہروں کی طرف نسبت کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کئی مدنی، بصری، کوئی۔ یہ جنت کا خازن آسمان دنیا کے کاموں کا مدبر تھا یہاں کے فرشتوں کا رئیس تھا۔ اس مصیبت سے پہلے وہ ملائکہ میں داخل تھا لیکن زمین پر رہتا تھا۔ سب فرشتوں سے زیادہ کوشش سے عبادت کرنے والا اور سب سے زیادہ علم والا تھا اسی وجہ سے پھول گیا تھا۔ اس کے قبیلے کا نام جن تھا آسمان وزمین کے درمیان آمد و رفت رکھتا تھا۔ رب کی نافرمانی سے غضب میں آگیا اور شیطان رجم بن گیا اور ملعون ہو گیا۔ پس متکبر شخص سے توبہ کی امید نہیں ہوتی۔ ہاں تکبر نہ ہوا تو کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے ناامید نہ ہونا چاہئے۔ کہتے ہیں کہ یہ تو جنت کے اندر کام کاج کرنے والوں میں تھا۔ سلف کے اور بھی اس بارے میں بہت سے آثار مروی ہیں لیکن یہ اکثر و بیشتر بنی اسرائیل ہیں صرف اس لئے نقل کئے گئے ہیں کہ نگاہ سے گزر جائیں۔ اللہ ہی کو ان کے اکثر کا صحیح حال معلوم ہے۔ ہاں بنی اسرائیل کی روایتیں وہ تو قطعاً قابل تردید ہیں جو ہمارے ہاں کے دلائل کے خلاف ہوں۔ بات یہ ہے کہ ہمیں تو قرآن کافی دانی ہے، ہمیں اگلی کتابوں کی باتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہم ان سے محض بے نیاز ہیں اس لئے کہ وہ تبدیلی ترمیم کی بیشی سے خالی نہیں۔ بہت سی بناوٹی چیزیں ان میں داخل ہو گئی ہیں اور ایسے لوگ ان میں نہیں پائے جاتے

جو اعلیٰ درجہ کے حافظ ہوں کہ میل پیکل دور کر دیں کھرا کھوتا پرکھ لیں نہ زیادتی اور باطل کے ملانے والوں کی وال نہ گلنے دیں۔ جیسے کہ اللہ جنس نے اس امت میں اپنے فضل و کرم سے ایسے امام اور علماء اور سادات اور بزرگ اور متقی اور پاکباز اور حفاظ پیدا کئے ہیں جنہوں نے حدیثوں کو جمع کیا، تحریر کیا۔ صحیح، ضعیف، منکر، متروک، موضوع سب کو الگ الگ کر دکھایا یا گھڑنے والوں، بنانے والوں، جھوٹ بولنے والوں کو چھانٹ کر الگ کھڑا کر دیا تاکہ ختم المرسلین سید العالمین علیہ السلام کا پاک اور متبرک کلام محفوظ رہ سکے اور باطل سے بچ سکے اور کسی کا بس نہ چلے کہ آپ کے نام سے جھوٹ کو رواج دے لے اور باطل کو حق میں ملا دے۔ پس ہماری دعا ہے کہ اس کل طبقہ پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و رضا مندی نازل فرمائے اور ان سب سے خوش رہے آمین! آمین! اللہ انہیں جنت الفردوس نصیب فرمائے اور یقیناً ان کا منصب اسی لائق ہے رضی اللہ عنہم وارضاهم۔ الغرض ابلیس اطاعت الہی سے نکل گیا۔ پس تمہیں چاہئے کہ اپنے دشمن سے دوستی نہ کرو اور مجھے جھوڑ کر اس سے تعلق نہ جوڑو۔ ظالموں کو بڑا برا بدلہ ملے گا۔ یہ مقام بھی بالکل ایسا ہی ہے جیسے سورہ یٰسین میں قیامت کا، اس کی ہولناکیوں کا اور نیک و بد لوگوں کے نتیجوں کا ذکر کر کے فرمایا کہ اے بھو! تم آج کے دن الگ ہو جاؤ۔ الخ۔

اللہ کے سوا سب ہی بے اختیار ہیں: ☆☆ جنہیں تم اللہ کے سوا الٰہ بنائے ہوئے ہو وہ سب تم جیسے ہی میرے غلام ہیں۔ کسی چیز کی ملکیت انہیں حاصل نہیں۔ زمین و آسمان کی پیدائش میں میں نے انہیں شامل نہیں رکھا تھا بلکہ اس وقت وہ موجود بھی نہ تھے۔ تمام چیزوں کو صرف میں نے ہی پیدا کیا ہے۔ سب کی تدبیر صرف میرے ہی ہاتھ ہے۔ میرا کوئی شریک، وزیر، مشیر، نظیر نہیں۔ جیسے اور آیت میں فرمایا اِذْ دَعَا الَّذِيْنَ رَزَمْتُمْ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ لَآ يَسْمِعُوْنَ مَقَالًا ذَرَوْهُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ اِنَّهٗ

جن جن کو تم اپنے گمان میں کچھ سمجھ رہے ہو سب کو ہی سوا اللہ کے پکار کر دکھ لو۔ یاد رکھو انہیں آسمان وزمین میں کسی ایک ذرے کے برابر بھی اختیارات حاصل نہیں نہ ان کا ان میں کوئی سا جھا ہے نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ نہ ان میں سے کوئی شفاعت کر سکتا ہے جب تک اللہ کی اجازت نہ ہو جائے الخ مجھے یہ لائق نہیں نہ اس کی ضرورت کہ کسی کو خصوصاً گمراہ کرنے والوں کو اپنا دست و پا زوداوردہ

گاہ بناؤں۔

وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَائِيَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ
يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا ۖ وَرَأَى الْمُجْرِمُونَ النَّارَ
فَقَضَوْا أُنُفُسَهُمْ فَمَوْاقِفُهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ۖ

جس دن وہ فرمائے گا کہ تمہارے خیال میں جو جو میرے شریک تھے انہیں نکال دیا یہ نکالیں گے لیکن ان میں سے کوئی بھی جواب نہ دے گا ہم ان کے درمیان ہلاکت کا سامان کر دیں گے ○ چنچا رہنم کو کہ کچھ لکھ لیں گے کہ وہ اسی میں بھونکے جانے والے ہیں لیکن اس سے بچنے کی کوئی جگہ نہ بائیں گے ○

مشرک قیامت کو شرمندہ ہوں گے: ☆☆ (آیت: ۵۲-۵۳) تمام مشرکوں کو قیامت کے دن شرمندہ کرنے کے لئے سب کے سامنے کہا جائے گا کہ اپنے شرکیوں کو پکارو جنہیں تم دنیا میں پکارتے رہے تاکہ وہ تمہیں آج کے دن کی مصیبت سے بچالیں وہ پکاریں گے لیکن کہیں سے کوئی جواب نہ پائیں گے جیسے اور آیت میں ہے: وَلَقَدْ جَعَلْنَا نُفُوزَ اِلٰحِہِم تَحْمِیلُہِمْ اِی طَرِحْتُمْ اَنْتُمْ لَمْ تَمْنُو فَاُولٰٓئِہِ نَدْبَارٌ یَّوْمَئِذٍ یُّنْفَخُ الْاَشْجَادُ فَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّہِمْ وَاسْتَغْفِرُوْا لِنَفْسِہِمْ اِنَّہُمْ کَانَہِمْ یَّوْمَئِذٍ مِّنْ دُوْنَہُمْ یَّوْمَئِذٍ یُّنْفَخُ الْاَشْجَادُ فَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّہِمْ وَاسْتَغْفِرُوْا لِنَفْسِہِمْ اِنَّہُمْ کَانَہِمْ یَّوْمَئِذٍ مِّنْ دُوْنَہُمْ

درمیان میں تعلقات ٹوٹ گئے اور تہارے گمان باطل ثابت ہو چکے اور آیت میں ہے وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو پکارو یہ پکاریں گے لیکن وہ جواب نہ دیں گے الخ اسی مضمون کو آیت وَمَنْ أَضَلُّ سَعًى آیتوں تک بیان فرمایا ہے۔

سورہ صرم میں ارشاد ہے کہ انہوں نے اپنی عزت کے لئے اللہ کے سوا اور بہت سے معبود بنائے ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں ہوگا وہ تو سب ان کی عبادت کے منکر ہو جائیں گے اور ان کے لئے ان کے دشمن بن جائیں گے۔ ان میں اور ان کے معبودان باطل میں ہم آؤ حجاب اور ہلاکت کا گڑھا بنادیں گے تاکہ یہ ان سے اور وہ ان سے نہ مل سکیں۔ نیک راہ اور گمراہ الگ الگ رہیں جنہم کی یہ وادی انہیں آپس میں ملنے نہ دے گی۔ کہتے ہیں یہ وادی لبوا اور پیپ کی ہوگی ان میں آپس میں اس دن دشمنی ہو جائے گی۔ یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس سے ہلاکت ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جنہم کی کوئی وادی بھی ہو یا اور کوئی فاصلے کی وادی ہو۔ مقصود یہ ہے کہ ان عابدوں کو وہ معبود جواب تک نہ دیں گے نہ یہ آپس میں ایک دوسرے سے مل سکیں گے۔ کیونکہ ان کے درمیان ہلاکت ہوگی اور ہولناک امور ہوں گے۔ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا ہے مراد یہ ہے کہ مشرکوں اور مسلمانوں میں ہم آؤ کر دیں گے جیسے آیت وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُومِئِذٍ يَنْفِرُ قَوْمٌ أَوْرَأُ يَوْمَ يُمِئِذٍ يَقْعِدُ بَعْضُهُمْ أَوْرَأُ آیت وَامْتَأَزُوا الْيَوْمَ الْآخِرُ اور آیت وَنَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا الْخُ غیرہ میں ہے۔ یہ گنہگار جنہم دیکھ لیں گے۔ ستر ہزار لگاموں میں وہ جکڑی ہوئی ہوگی ہر ایک لگام پر ستر ہزار فرشتے ہوں گے دیکھتے ہی سمجھ لیں گے کہ ہمارا قید خانہ یہی ہے۔ داخلے کے بغیر داخلے سے بھی زیادہ رنج و غم اور مصیبت و الم شروع ہو جائے گا۔ عذاب کا یقین عذاب سے پہلے کا عذاب ہے لیکن کوئی چھٹکارے کی راہ نہ پائیں گے کوئی نجات کی صورت نظر نہ آئے گی۔ حدیث میں ہے کہ پانچ ہزار سال تک کافراں ہر تھری میں رہے گا کہ جنہم اس کے سامنے اور اس کا کلیجہ قابو سے باہر ہے۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا

ہم نے تو اس قرآن میں ہر طریقے سے تمام کی تمام مثالیں لوگوں کے لئے بیان کر دی ہیں لیکن انسان تمام چیزوں سے زیادہ مجھڑا لو ہے

ہر بات صاف صاف کہہ دی گئی: ☆ ☆ (آیت: ۵۴) انسانوں کے لئے ہم نے اس اپنی کتاب میں ہر بات کا بیان خوب کھول کھول کر بیان کر دیا ہے تاکہ لوگ راہ حق سے نہ ہٹیں ہدایت کی راہ سے نہ ہٹ سکیں لیکن باوجود اس بیان اس فرقان کے پھر بھی مجھڑا راہ یافتہ لوگوں کے اور تمام کے تمام راہ نجات سے ہٹے ہوئے ہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک رات کو رسول اللہ ﷺ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ان کے مکان میں آئے اور فرمایا تم سوئے ہوئے ہونا ز میں نہیں ہو؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہمیں اٹھانا چاہتا ہے اٹھاتا ہے۔ آپ یہ سن کر بغیر کچھ فرمائے لوٹ گئے لیکن اپنے زانوں پر ہاتھ مارتے ہوئے یہ فرماتے ہوئے جارہے تھے کہ انسان تمام چیزوں سے زیادہ مجھڑا لو ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ وَيَسْتَغْفِرُوا رَبَّهُمْ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ سُنَّةٌ الْأَوَّلِينَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ

قَبْلًا ۞ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَيُجَادِلُ
الَّذِينَ كَفَرُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوا
الْيَتِيَّ وَمَا أَنْذَرُوا هُزُؤًا ۝

لوگوں کے پاس ہدایت آچکنے کے بعد انہیں ایمان لانے اور اپنے رب سے استغفار کرنے سے صرف اسی چیز نے روکا کہ اگلے لوگوں کا سامنا نہیں بھی پیش آئے یا ان کے سامنے تحمل کھلا عذاب آ موجود ہو جائے ○ ہم تو اپنے رسولوں کو صرف اس لئے بھیجے ہیں کہ وہ خوشخبری یا سنا دیں اور ڈرا دیں 'کافر لوگ جھوٹی باتوں کو سندا بنا کر جھگڑے کر کے چاہتے ہیں کہ اس سے حق کو کھڑا دیں۔ وہ میری آیتوں اور جس چیز سے ڈرایا جائے اسے مذاق میں اڑاتے ہیں ○

عذاب الہی کے منتظر کفار ☆ ☆ (آیت: ۵۵-۵۶) اگلے زمانے کے اور اس وقت کے کافروں کی سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ حق واضح ہو چکنے کے بعد بھی اس کی تابعداری سے رکے رہتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کے عذابوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ کسی نے تمنا کی کہ آسمان ہم پر گر پڑے کسی نے کہا کہ لا جو عذاب لا سکتا ہے لے آ۔ قریش نے بھی کہا الہی اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی اور دردناک عذاب ہمیں کر۔ انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ اسے نبی ہم تو تجھے جمنوں جانتے ہیں اور اگر فی الواقع تو سچا نبی ہے تو ہمارے سامنے فرشتے کیوں نہیں لاتا؟ وغیرہ وغیرہ پس عذاب اللہ کے انتظار میں رہتے ہیں اور اس کے معائنہ کے درپے رہتے ہیں۔ رسولوں کا کام تو صرف مومنوں کو بشارتیں دینا اور کافروں کو ڈرانا ہے۔ کافر لوگ ناحق کی جنتیں کر کے حق کو اپنی جگہ سے بھٹا دینا چاہتے ہیں لیکن ان کی یہ چاہت کبھی کبھری نہیں ہوگی حق ان کی باطل باتوں سے دبنے والا نہیں۔ یہ میری آیتوں اور ڈراوے کی باتوں کو خالی مذاق ہی سمجھ رہے ہیں اور اپنی بے ایمانی میں بڑھ رہے ہیں۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ فَأَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا
قَدَّمَتْ يَدُهُ إِلَّا جَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي
آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِنْ تَدْعُهُمْ إِلَى الْهُدَى فَلَنْ يَهْتَدُوا إِذًا
أَبَدًا ۝ وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا
كَسَبُوا لَعَجَلَ لَهُمُ الْعَذَابَ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَنْ يَجِدُوا
مِنْ دُونِهِ مَوْيلًا ۝ وَتِلْكَ الْقُرَىٰ أَهْلَكْنَاهُمْ لَمَّا ظَلَمُوا
وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَوْعِدًا ۝

اس سے بڑھ کر ظالم اور کون ہے جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی جائے۔ وہ بھر بھی منہ موڑے رہے اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھا ہے اسے بھول جائے۔ جب تک ہم نے ان کے دلوں پر اس کی سمجھ سے پردے ڈال رکھے ہیں اور ان کے کانوں میں گرائی ہے 'گو تو انہیں ہدایت کی طرف بلاتا رہے لیکن یہ کبھی بھی ہدایت نہیں پانے کے ○ تیرا پروردگار بہت ہی بخشش والا اور مہربان والا ہے وہ اگر ان کے اعمال کی سزائیں پکڑے تو بے شک انہیں جلد ہی عذاب کرنے بلکہ ان کیلئے ایک وعدے کی گھڑی مقرر ہے جس سے وہ سرکے کی جگہ نہیں پائیں گے۔ یہ ہیں وہ امتیاز جو ہم نے ان کے مظالم کی بنا پر غارت کر دیں ان کی تباہی کی

میں ہم نے ایک عیاد مقرر کر رکھی تھی ○

بدترین شخص کون ہے؟ ☆ ☆ (آیت: ۵۷-۵۹) فی الحقیقت اس سے بڑھ کر پاپی کون ہے جس کے سامنے اس کے پالنے پوسنے والے کا کلام پڑھا جائے اور وہ اس کی طرف التفات تک نہ کرے اس سے مانوس نہ ہو بلکہ منہ پھیر کر انکار کر جائے اور جو بد عملیاں اور سیاہ کاریاں اس سے پہلے کی ہیں انہیں بھی فراموش کر جائے اس ڈھٹائی کی سزا یہ ہوتی ہے کہ دلوں پر پردے پڑ جاتے ہیں پھر قرآن و بیان کا سمجھنا نصیب نہیں ہوتا 'کانوں میں گرائی ہو جاتی ہے' بھلی بات کی طرف توجہ نہیں رہتی - اب لاکھ دعوت ہدایت و دینکن راہ یابی مشکل و محال ہے - اے نبی خیرا رب برا ہی مہربان بہت اعلیٰ رحمت والا ہے اگر وہ گنہگاروں کی سزا جلدی ہی کر ڈالا کرتا تو زمین پر کوئی جاندار باقی نہ بچتا وہ لوگوں کے ظلم سے درگزر کر رہا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ بکڑے گا ہی نہیں - یاد رکھو وہ سخت عذابوں والا ہے یہ تو اس کا حلم ہے پردہ پوشی ہے معافی ہے تاکہ گمراہی والے راہ راست پر آ جائیں گناہوں والے تو بہ کر لیں اور اس کے دامن رحمت کو تھام لیں - لیکن جس نے اس حلم سے فائدہ نہ اٹھایا اور اپنی کسر پی پر جہار با تو اس کی پکڑ کا دن قریب ہے جو اتنا سخت دن ہوگا کہ بچے بوڑھے ہو جائیں گے حمل گر جائیں گے اس دن کوئی جانے پناہ نہ ہوگی کوئی چھٹکارے کی صورت نہ ہوگی - یہ ہیں تم سے پہلے کی امتیں کہ وہ بھی تمہاری طرح کفر و انکار میں پڑ گئیں اور آخرش مٹا دی گئیں - ان کی ہلاکت کا مقررہ وقت آنچلا اور وہ تباہ و برباد ہو گئیں - پس اے منکر و اتم بھی ڈرتے رہو تم اشرف الرسل اعظم ہی کو ستار ہے ہو اور انہیں جھٹلار ہے ہو حالانکہ اگلے کفار سے تم قوت و طاقت میں سامان و اسباب میں بہت کم ہو - میرے عذابوں سے ڈرو میری باتوں سے نصیحت پکڑو -

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَتْنَهُ لَا آتِبْرُحُ حَتَّىٰ أَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ
أَوْ أَمْضِيَ حُقْبًا ۖ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنَهُمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا
فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ۖ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِقَتْنَهُ
إِنَّا عَدَاءُ نَا لَقَدْ لَقِينَا مِنْ سَفَرِنَا هَذَا نَصَبًا ۖ

جب کہ موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا میں تو چلتا ہی رہوں گا یہاں تک کہ دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچوں گو مجھے سالہا سال چلنا پڑے ○ جب وہ دونوں وہاں پہنچے جہاں دونوں دریا کے ملنے کی جگہ تھی وہاں اپنی مچھلی بھول گئے جس نے دریا میں رنگ جیسا اناراستہ نکالیا ○ جب یہ دونوں وہاں سے آگے بڑھے تو موسیٰ نے اپنے نوجوان سے کہا کہ لا ہمارا ناشتہ دے - ہمیں تو اپنے اس سفر سے سخت تکلیف اٹھانی پڑی ○

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اللہ کا ایک بندہ ☆ ☆ (آیت: ۶۰-۶۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ذکر کیا گیا کہ اللہ کا ایک بندہ دو دریا ملنے کی جگہ ہے اس کے پاس وہ علم ہے جو تمہیں حاصل نہیں آپ نے اسی وقت ان سے ملاقات کرنے کی ضمان لی اب اپنے ساتھی سے فرماتے ہیں کہ میں تو وہاں پہنچے بغیر نہ لوں گا - کہتے ہیں یہ دو سمندر ایک تو بحیرہ فارس شرقی اور دوسرا بحیرہ روم مغربی ہے - یہ جگہ طنجہ کے پاس مغرب کے شہروں کے آخر میں ہے واللہ اعلم - تو فرماتے ہیں کہ گو مجھے قرون تک چلنا پڑے کوئی حرج نہیں - کہتے ہیں کہ قیس کے لغت میں برس کو کھب کہتے ہیں - عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہیں کھب سے مراد اسی برس ہیں -

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ ستر برس کہتے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ بتلاتے ہیں - حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ملا تھا کہ اپنے ساتھ نمک چڑھی ہوئی ایک مچھلی لے لیں جہاں وہ گم ہو جائے وہیں ہمارا وہ بندہ ملے گا - یہ دونوں مچھلی کو ساتھ لئے چلے جمع البحرین میں پہنچے

جب تک وہاں سے آگے نہ نکل گئے، مکان کا نام تک نہ تھا اب اپنے ساتھی سے کہا ناگہا اور تکلیف بیان کی۔

قَالَ ارْءَيْتَ اِذَا اَوْيَيْنَا اِلَى الصُّعْرَةِ فَاِلٰى نَسِيتُ الْحَوْتَ
وَمَا اَنْسَيْنٰهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرْهُ وَاَتَّخَذَ سَبِيْلَهُ فِى الْبَحْرِ
عَجَبًا ۖ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْعَثُ ۖ فَاَرْتَدَّا عَلٰى اَثَارِهِمَا قَصَصًا ۖ
فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا اٰتَيْنَهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنَاهُ
مِّنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝

اس نے جواب دیا کہ کیا آپ نے دیکھا بھی؟ جب کہ ہم پتھر سے ٹک لگا کر آرام کر رہے تھے وہیں تو پھلی بھول گیا تھا دراصل شیطان نے ہی مجھے بھلا دیا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں اس پھلی نے تو ایک انوکھے طور پر دریا میں اپنا راستہ کر لیا ○ موسیٰ نے کہا یہ ہی تھا جس کی تلاش میں ہم تھے چنانچہ وہیں سے اپنے قدموں کے نشان وضوح سے ہوئے واپس لوٹے ○ پس ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پاپا جسے ہم نے اپنے پاس کی خاص رحمت عطا فرما رکھی تھی اور اسے اپنے پاس سے خاص علم سکھا رکھا تھا ○

(آیت: ۶۳-۶۵) اس وقت آپ کے ساتھی نے فرمایا کہ پتھر کے پاس جب ہم نے آرام لیا تھا وہیں اسی وقت پھلی تو میں بھول گیا اور اس کے ذکر کو بھی شیطان نے بھلا دیا اور اس پھلی نے تو سمندر میں عجیب طور پر اپنی راہ نکال لی۔ پھلی کے لئے سرنگ بن گئی اور ان کے لئے حیرت کا باعث بن گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اسی کی تو تلاش تھی۔ چنانچہ اپنے نشان قدم دیکھتے ہوئے دونوں واپس ہوئے اسی پتھر کے پاس پہنچے دیکھا کہ ایک صاحب کپڑوں میں لپٹے ہوئے بیٹھے ہیں آپ نے سلام کیا۔ اس نے کہا تعجب ہے آپ کی سر زمین میں یہ سلام کہاں؟ آپ نے فرمایا میں موسیٰ ہوں۔ انہوں نے پوچھا کیا بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ آپ نے فرمایا ہاں اور میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھے وہ سکھائیں جو بھلائی آپ کو اللہ کی طرف سے سکھائی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا موسیٰ علیہ السلام آپ میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے اس لئے کہ مجھے جو علم ہے وہ آپ کو نہیں اور آپ کو جو علم ہے وہ مجھے نہیں اللہ تعالیٰ نے دونوں کو جدا گانہ علم عطا فرما رکھا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ میں صبر کروں گا اور آپ کے کسی فرمان کی نافرمانی نہ کروں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا اچھا اگر تم میرا ساتھ چاہتے ہو تو مجھ سے خود کسی بات کا سوال نہ کرنا یہاں تک کہ میں آپ تمہیں اس کی بابت خبردار کروں۔

اتنی باتیں طے کر کے دونوں ساتھ چلے دیا کہ کنارے ایک کشتی تھی ان سے اپنے ساتھ لے جانے کی بات چیت کرنے لگے انہوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر کرایہ لئے دونوں کو سوار کر لیا۔ کچھ ہی دور چلے ہوں گے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ خضر علیہ السلام چپ چاپ کشتی کے تختے کلباڑے سے توڑ رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ کیا؟ ان لوگوں نے تو ہمارے ساتھ احسان کیا بغیر کرایہ لئے کشتی میں سوار کیا اور آپ نے اس کے تختے توڑنے شروع کر دیئے جس سے تمام اہل کشتی ڈوب جائیں یہ تو بڑا ہی ناخوش گوار کام کرنے لگے۔ اسی وقت حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا دیکھو میں نے تو تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام معذرت کرنے لگے کہ خطا ہو گئی بھولے سے پوچھ بیضا معاف فرمائیے ناخوشی نہ کیجئے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں واقعی یہ پہلی غلطی بھول سے ہی تھی۔ فرماتے ہیں کشتی کے ایک تختے پر ایک چڑیا آ بیٹھی اور سمندر میں چونچ ڈال کر پانی لے کر اڑ گئی اس وقت حضرت

خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: میرے اور تیرے علم نے اللہ کے علم میں سے اتنا ہی کم کیا ہے جتنا پانی سے سمندر میں سے اس چڑیا کی چوچ نے کم کیا ہے۔ اب کشتی کنارے لگی اور ساحل پر دونوں چلنے لگے جو حضرت خضر علیہ السلام کی نگاہ چند کھیلے ہوئے بچوں پر پڑی ان میں سے ایک بچے کا سر پکڑ حضرت خضر علیہ السلام نے اس طرح مروڑ دیا کہ اسی وقت اس کا دم نکل گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام گھبرا گئے اور فرمانے لگے: بغیر کسی قتل کے اس بچے کو آپ نے ناحق مار ڈالا؟ آپ نے بڑا ہی منکر کام کیا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: دیکھو اسی کو میں نے پہلے ہی سے کہہ دیا تھا کہ تمہاری ہماری بیخبر نہیں سکتی اس وقت حضرت خضر علیہ السلام نے پہلے سے زیادہ سختی کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اچھا اب اگر میں کوئی سوال کر بیٹھوں تو بے شک آپ مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا یقیناً آپ معذور ہو گئے۔

چنانچہ پھر دونوں ہمراہ چلے ایک ہستی والوں کے پاس پہنچے ان سے کھانا مانگا لیکن انہوں نے ان کی مہانداری سے صاف انکار کر دیا وہیں ایک دیوار دیکھی جو جھک گئی تھی اور گرنے کے قریب تھی اسی وقت حضرت خضر نے ہاتھ لگا کر اسے ٹھیک اور درست کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خیال تو فرمائیے ہم یہاں آئے ان لوگوں سے کھانا طلب کیا انہوں نے زندیا، مہمان نوازی کے خلاف کیا ان کا یہ کام تھا آپ ان سے اجرت لے سکتے تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: یہ ہے مجھ میں اور تم میں جدائی اب میں تمہیں ان کاموں کی اصلیت بتا دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کاش کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر سے کام لیتے تو ان دونوں کی اور بھی بہت سی باتیں ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ بیان فرماتا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں وَكَانَ رَأْيُهُمْ كَبَدْلٍ کے بدلے وَكَانَ أَمَانُهُمْ ہے اور سَفِينَةٍ کے بعد صَالِحَةٍ کا لفظ بھی ہے اور أَمَّا الْغُلَامُ کے بعد فَكَانَ كَافِرًا کے لفظ بھی ہیں۔ اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے اس میں ہے کہ اس پتھر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام رک گئے وہیں ایک چشمہ تھا جس کا نام بحیرات تھا اس کا پانی جس چیز کو لگ جاتا وہ زندہ ہو جاتی تھی۔ اس میں چڑیا کے پانی لینے کے بعد خضر کا یہ قول منقول ہے کہ میرا اور تیرا اور تمام مخلوق کا علم اللہ کے علم میں اتنا ہی ہے جتنا اس چڑیا کی چوچ کا پانی اس سمندر کے مقابلے میں الخ۔

صحیح بخاری شریف کی ایک اور حدیث میں ہے: حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں ان کے پاس تھا آپ نے فرمایا کہ جس کو جو سوال کرنا ہو کر لے۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے کونے میں ایک واعظ ہیں جن کا نام نوف ہے پھر پوری حدیث بیان کی جیسا کہ اوپر گزری۔ اس میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس خطبہ سے آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور دل نرم پڑ گئے تھے جب آپ جانے لگے تو ایک شخص آپ کے پاس پہنچا اور اس نے سوال کیا کہ روئے زمین پر آپ سے زیادہ علم والا بھی کوئی ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو عتاب کیا کیونکہ انہوں نے اللہ کی طرف علم کو نہ لوٹایا۔ اس میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نشان طلب کیا تو ارشاد ہوا کہ ایک مری ہوئی مچھلی اپنے ساتھ رکھ لو جس جگہ اس میں روح پڑ جائے وہیں پر آپ کی اس شخص سے ملاقات ہوگی۔ چنانچہ آپ نے مچھلی لی زنبیل میں رکھ لی اور اپنے ساتھی سے کہا: آپ کا صرف اتنا ہی کام ہے کہ جہاں یہ مچھلی آپ کے پاس سے چلی جائے وہاں آپ مجھے خبر کر دینا انہوں نے کہا یہ تو بالکل آسان سی بات ہے۔ ان کا نام یوش بن نون تھا۔ لفتہ سے یہی مراد ہے۔ یہ دونوں بزرگ درجہ میں ایک درخت تلے تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نیند آگئی تھی اور حضرت یوش جاگ رہے تھے جو مچھلی کو دنگی انہوں نے خیال کیا کہ جگنا تو ٹھیک نہیں جب آنکھ کھلی گئی ذکر دوں گا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ پانی میں جانے کے وقت جو سوراخ ہو گیا تھا اسے راوی حدیث عرو نے اپنے انگوٹھے اور اس کے پاس کی دونوں انگلیوں کا حلقہ کر کے دکھایا کہ اس طرح کا تھا جیسے پتھر میں ہوتا ہے۔ واپسی پر حضرت خضر سمندر کے کنارے سبز گلدی بجھائے ملے ایک چادر میں لپیٹے ہوئے تھے اس کا

ایک سرائیوں پرروں کے پیچھے رکھا ہوا تھا اور دوسرا کنارہ سر تلے تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلام پر آپ نے منہ کھولا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کے ہاتھ میں تو مات موجود ہے وہی آسمان سے آ رہی ہے کیا یہ بس نہیں؟ اور میرا علم آپ کے لائق بھی نہیں اور نہ میں آپ کے علم کے قابل ہوں۔ اس میں ہے کہ کشتی کا تحفیہ تو ذکر آپ نے ایک تانت سے باندھ دیا تھا۔ پہلی دفعہ کا آپ کا سوال تو بھولے سے ہی تھا دوسری مرتبہ کا بطور شرط کے تھا ہاں تیسری بار کا سوال قصداً علیحدگی کی وجہ سے تھا۔ اس میں ہے کہ لڑکوں میں ایک لڑکا تھا کافر ہوشیار سے حضرت خضرؑ نے لٹا کر چھری سے ذبح کر دیا ایک قرأت میں زَاكِیَّةٌ مُسْلِمَةٌ بھی ہے وَرَأٰهُمْ كِی قُرَاتِ اَمَانَتُهُمْ بھی ہے اس ظالم بادشاہ کا نام اس میں بدوین بدو ہے اور جس بچے کو قتل کیا گیا تھا اس کا نام عبیدو تھا کہتے ہیں کہ اس لڑکے کے بدلے ان کے ہاں ایک لڑکی ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خطبہ کر رہے تھے اور فرمایا کہ اللہ کو اور اس کے امر کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ الخ۔ یہ وہ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی کے لڑکے تھے ان کا قول تھا کہ جس موسیٰ کا ان آیتوں میں ذکر ہے یہ موسیٰ بن یثا تھے۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری تعالیٰ سے سوال کیا کہ الٰہی اگر تیرے بندوں میں مجھ سے بڑا عالم کوئی ہو مجھ سے آگاہ فرما اس میں ہے کہ نیک چڑھی ہوئی پھلی آپ نے اپنے ساتھ رکھی تھی۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا تم یہاں کیوں آئے؟ آپ کو تو ابھی بنی اسرائیل میں ہی مشغول کار رہنا ہے اس میں ہے کہ چھپی ہوئی باتیں حضرت خضرؑ کو معلوم کرانی جاتی تھیں تو آپ نے فرمایا تم میرے ساتھ غم نہیں سکتے کیونکہ آپ تو غابر کو دیکھ کر فیصلہ کریں گے اور مجھے راز پر اطلاع ہوتی ہے چنانچہ شرط ہوگئی کہ گو آپ کیسا ہی خلاف دیکھیں لیکن لب نہ ہلائیں جب تک کہ حضرت خضرؑ خود نہ بتلائیں۔ کہتے ہیں کہ یہ کشتی تمام کشتیوں سے مضبوط عمدہ بہتر اور اچھی تھی وہ بچہ ایک بے مثل پتھر تھا بڑا حسین بڑا ہوشیار بڑا ہی طراز حضرت خضرؑ نے اسے پکڑ کر پتھر سے اس کا سر کچل کر اسے مار ڈالا۔ حضرت موسیٰ خوف خدا سے کانپ اٹھے کہ ننھا سایا رابے گناہ بچہ اس بے دردی سے بغیر کسی سبب کے حضرت خضرؑ نے جان سے مار ڈالا۔ دیوار گرتی ہوئی دیکھ کر ٹھہر گئے پہلے تو اسے باقاعدہ گرایا اور پھر بے آرام چنے بیٹھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اکٹا گئے کہ بیٹھے بٹھائے اچھا و خدا لے بیٹھے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس دیوار کے نیچے کاغذ انصرف علم تھا۔

اور روایت میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم مصر پر غالب آگئی اور یہاں آکر وہ باآرام رہنے پہنچ گئے تو حکم الٰہی ہوا کہ انہیں اللہ کے احسانات یاد دلاؤ۔ آپ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور اللہ کے احسانات بیان کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ نعمتیں عطا فرمائیں آل فرعون سے اس نے تمہیں نجات دی تمہارے دشمنوں کو غارت اور غرق کر دیا پھر تمہیں ان کی زمین کا مالک کر دیا تمہارے نبی سے باتیں کیں اسے اپنے لئے پسند فرمایا اس پر اپنی محبت ڈال دی تمہاری تمام حاجتیں پوری کیں تمہارے نبی تمام زمین والوں سے افضل ہیں اس نے تمہیں توراۃ عطا فرمائی۔ الغرض پورے زوروں سے اللہ کی بے شمار اور ان گنت نعمتیں انہیں یاد دلائیں۔ اس پر ایک بنی اسرائیلی نے کہانی الواقع بات یہی ہے اے نبی اللہ کیا زمین پر آپ سے زیادہ علم والا بھی کوئی ہے؟ آپ نے بے ساختہ فرمایا کہ نہیں ہے۔ اسی وقت جناب باری تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا کہ ان سے کہو کہ تمہیں کیا معلوم کہ میں اپنا علم کہاں کہاں رکھتا ہوں؟ بے شک سمندر کے کنارے پر ایک شخص ہے جو تجھ سے بھی زیادہ عالم ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہیں پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ ان کو میں دیکھ لوں وہی ہوئی کہ اچھا سمندر کے کنارے جاؤ وہاں تمہیں ایک پھلی ملے گی اسے لے لو اپنے ساتھی کو سو پ دو پھر سمندر کے کنارے چل دو جہاں تو پھلی کو بھول جائے اور وہ تجھ سے گم ہو جائے وہیں تو میرے اس نیک بندے کو پا لے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب چلتے چلتے تھک گئے تو اپنے ساتھی سے جو ان کا غلام تھا پھلی کے

بارے میں سوال کیا اس نے جواب دیا کہ جس پتھر کے پاس ہم ٹھہرے تھے وہیں میں پھلی کو بھول گیا اور تجھ سے ذکر کرتا شیطان نے بالکل بھلا دیا میں نے دیکھا کہ پھلی تو گویا سرنگ بناتی ہوئی دریا میں جاری ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ سن کر بڑا ہی تعجب ہوا جب لوٹ کر وہاں آئے تو دیکھا کہ پھلی نے پانی میں جانا شروع کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اپنی لکڑی سے پانی کو چیرتے ہوئے اس کے پیچھے ہو لئے پھلی جہاں سے گزرتی تھی اس کے دونوں طرف کا پانی پتھر بن جاتا تھا اس سے بھی اللہ کے نبی سخت تعجب ہوئے۔ اب پھلی ایک جزیرے میں آپ کو لے گئی الخ - ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حزن قیس میں اختلاف تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کے یہ صاحب کون تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان تھا کہ یہ حضرت عیسیٰ وقت ان کے پاس سے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بلا کر اپنا اختلاف بیان کیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی وہ حدیث بیان کی جو تفسیر یا اور پر گزر چکی ہے۔ اس میں سائل کے سوال کے لفظ یہ ہیں کہ کیا آپ اس شخص کا ہونا بھی جانتے ہیں جو آپ سے زیادہ علم والا ہو؟

قَالَ لَهُ مُوسَىٰ هَلْ اتَّبَعَكَ عَلَىٰ آتٍ تَعْلَمُنِ مِمَّا عَلِمْتَ
رُشْدًا ۖ قَالَ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۖ وَكَيْفَ
تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا ۖ قَالَ سَتَجِدُنِي إِنِ
شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ۖ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي
فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ ۖ حَتَّىٰ أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ۖ

اس سے موسیٰ نے کہا کہ کیا میں آپ کی تابعداری کروں کہ آپ مجھے اس نیک علم کو سکھادیں جو آپ کو سکھایا گیا ہے ○ اس نے کہا آپ میرے ساتھ ہرگز ہرگز مبر نہیں کر سکتے ○ اور میں چیز کو آپ نے اپنے علم میں نہ لایا ہوا اس پر مبر کر بھی کیسے سکتے ہیں ○ موسیٰ نے جواب دیا کہ ان شاء اللہ آپ مجھے مبر کرنے والا نہیں گے اور کسی بات میں میں آپ کی نافرمانی نہ کروں گا ○ اس نے کہا اچھا اگر آپ میرے ساتھ ہی چلے پر اصرار کرتے ہیں تو یاد رہے کسی چیز کی نسبت مجھ سے کچھ نہ پوچھنا جب تک کہ میں خود اس کی نسبت کوئی ذکر نہ سناؤں ○

شوق تعلیم و تعلم: ☆ ☆ (آیت: ۶۶-۷۰) یہاں اس گفتگو کا ذکر ہو رہا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے درمیان ہوئی تھی۔ حضرت خضر اس علم کے ساتھ مخصوص کئے گئے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نہ تھا۔ اور حضرت موسیٰ کے پاس وہ علم تھا جس سے حضرت خضر بے خبر تھے پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ادب سے اور اس لئے کہ حضرت خضر کو مبر مان کر لیں ان سے سوال کرتے ہیں شاگرد کو اسی طرح ادب کے ساتھ اپنے استاد سے دریافت کرنا چاہئے پوچھتے ہیں کہ اگر اجازت ہو تو میں آپ کے ساتھ رہوں آپ کی خدمت کرتا رہوں اور آپ سے علم حاصل کروں جس سے مجھے نفع پہنچے اور میرے عمل نیک ہو جائیں۔ حضرت خضر اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ تم میرا ساتھ نہیں بھا سکتے میرے کام آپ کو اپنے علم کے خلاف نظر آئیں گے میرا علم آپ کو نہیں اور آپ کو جو علم ہے وہ اللہ نے مجھے نہیں سکھایا پس میں اپنی ایک الگ خدمت پر مقرر ہوں اور آپ الگ خدمت پر۔ ناممکن ہے کہ آپ اپنی معلومات کے خلاف میرے افعال دیکھیں اور پھر مبر کر سکیں۔ اور واقعہ میں آپ اس حال میں معذور بھی ہیں۔ کیونکہ باطنی حکمت اور مصلحت آپ کو معلوم نہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ ان پر مطلع فرمادیا کرتا ہے۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ جو کچھ کریں گے میں اسے مبر سے برداشت کرتا رہوں گا کسی

بات میں آپ کا خلاف نہ کروں گا۔

پھر حضرت خضر علیہ السلام نے ایک شرط پیش کی کہ اچھا کسی چیز کے بارے میں تم مجھ سے سوال نہ کرنا میں جو کہوں وہ سن لینا تم اپنی طرف سے کسی سوال کی ابتداء نہ کرنا۔ ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ رب العالمین عز و جل سے سوال کیا کہ تجھے اپنے تمام بندوں سے زیادہ پیارا کون ہے؟ جواب ملا کہ جو ہر وقت میری یاد میں رہے اور مجھے نہ بھلائے۔ پوچھا کہ تمام بندوں میں سے سب سے زیادہ اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہے؟ فرمایا جو حق کے ساتھ فیصلہ کرے اور خواہش کے پیچھے نہ پڑے۔ دریافت کیا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے؟ فرمایا وہ عالم جو زیادہ علم کی جستجو میں رہے ہر ایک سے سیکھتا رہے کہ ممکن ہے کوئی ہدایت کا کھل مل جائے اور ممکن ہے کوئی بات گمراہی سے نکلنے کی ہاتھ لگ جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر دریافت کیا کہ کیا زمین میں تیرا کوئی بندہ مجھ سے بھی زیادہ عالم ہے؟ فرمایا ہاں پوچھا وہ کون؟ فرمایا خضرؑ فرمایا میں اسے کہاں تلاش کروں؟ فرمایا دریا کے کنارے پتھر کے پاس جہاں سے مچھلی بھاگ کھڑی ہو۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کی جستجو میں چلے۔ پھر وہ ہوا جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ اسی پتھر کے پاس دونوں کی ملاقات ہوئی۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ سمندروں کے ملاپ کی جگہ جہاں سے زیادہ پانی کہیں بھی نہیں۔ چڑیانے چونچ میں پانی لیا تھا۔

فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ إِذَا رَكِبَا فِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ أَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ أَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا إِمْرًا ۖ قَالَ أَلَمْ أَقُلْ إِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا ۖ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِي بِمَا نَسِيتُ وَلَا تُرْهِقْنِي مِنْ أَمْرِي عُسْرًا ۝

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک کشتی میں سوار ہوئے۔ خضرؑ اس کے سختے توڑ دیئے۔ موسیٰؑ نے کہا کیا تو اسے توڑ رہا ہے۔ پھر تو کشتی والے سب ڈوب جائیں گے۔ تو تو بڑی بری مگر چڑ لایا۔ خضرؑ نے جواب دیا کہ میں نے تو پہلے ہی تجھ سے کہہ دیا تھا کہ تو میرے ساتھ ہرگز مبر نہ کر سکے گا۔ موسیٰؑ نے جواب دیا کہ میری بھول پر مجھ نہ بکڑا اور مجھے اپنے کام میں تنگی میں نہ ڈال۔

شرائط طے ہو گئیں: ☆ ☆ (آیت: ۷۱-۷۳) دونوں میں جب شرط طے ہو گئی کہ تو سوال نہ کرنا جب تک میں خود ہی اس کی حکمت تجھ پر ظاہر نہ کر دوں تو دونوں ایک ساتھ چلے۔ پہلے مفصل روایتیں گزر چکی ہیں کہ کشتی والوں نے انہیں پہچان کر بغیر کرایہ لئے سوار کر لیا تھا جب کشتی چلی اور بیچ سمندر میں پہنچی تو حضرت خضرؑ نے ایک تختہ اس کا اکھیر ڈالا پھر اسے اوپر سے ہی جوڑ دیا یہ دیکھ کر حضرت موسیٰؑ سے مبر نہ ہوسکا۔ شرط کو بھول گئے اور جھٹ سے کہنے لگے کہ یہ کیا دواہیات ہے۔ لِتُغْرِقَ کا لام لام عاقبت ہے۔ لام تغلیل نہیں ہے جیسے شاعر کے اس قول میں لَذُو اللَّعْمُوتِ وَابْنُوا لِلْخَرَابِ یعنی ہر پیداشدہ جاندار کا انجام موت ہے اور ہربنائی ہوئی عمارت کا انجام اجڑنا ہے۔ امرا کے معنی منکر اور عجیب کے ہیں۔ یہ سن کر حضرت خضرؑ نے انہیں ان کا وعدہ یاد دلایا کہ تم نے اپنی شرط کا خلاف کیا۔ میں تو تم سے پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ تمہیں ان باتوں کا علم نہیں، تم خاموش رہنا مجھ سے نہ کچھ کہنا نہ سوال کرنا۔ ان کاموں کی مصلحت و حکمت اللہ مجھے معلوم کرتا ہے اور تم سے یہ چیزیں غلطی ہیں۔ موسیٰؑ علیہ السلام نے معذرت کی کہ اس بھول کو معاف کرو اور مجھ پر سختی نہ کرؤ پہلے جو لمبی حدیث مفصل واقعہ کی

بیان ہوئی ہے اس میں ہے کہ یہ پہلا سوال فی الواقع بھول چوک سے ہی تھا۔

فَانْطَلَقَا حَتَّىٰ اِذَا لَقِيَا غُلَمًا فَقَتَلَهُ قَالَ اَقْتَلْتَ نَفْسًا
رَّكِيَّةً يَغْيِرُ نَفْسٌ لَّقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نَّكَرًا ﴿۷۵﴾

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک لڑکے کو پایا۔ خطر نے اسے مار ڈالا۔ موسیٰ نے کہا کہ کیا تو نے ایک پاک جان کو بغیر کسی قصاص کے مار ڈالا؟ بے شک تو تو بڑی بری چیز لایا۔

حکمت الہی کے مظاہر: ☆ ☆ (آیت: ۷۴) فرمان ہے کہ اس واقعہ کے بعد دونوں صاحب ایک ساتھ چلے ایک بستی میں چند بچے کھیلنے ہوئے ملے ان میں سے ایک بہت ہی تیز طرار نہایت خوبصورت چالاک اور بھلا لڑکا تھا۔ اس کو پکڑ کر حضرت خطر نے اس کا سر توڑ دیا یا تو پتھر سے یا ہاتھ سے ہی گردن مروڑ دی بچہ اسی وقت مر گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے اور بڑے سخت لہجے میں کہا یہ کیا واہیات ہے؟ چھوٹے بے گناہ بچے کو بغیر کسی شرعی سبب کے مار ڈالنا۔ یہ کون سی بھلائی ہے؟ بے شک تم نہایت منکر کام کرتے ہو۔
الحمد للہ تفسیر محمدی کا پندرہواں پارہ ختم ہوا۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔